كنز الهدايت في فضائل اهل بيت

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج

مؤلف

ابو الرضا مقبول احمد رضوی جلالی

دار التحقیق

شادیوال، گجرات

اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِّنْ نِّعْمَتِہٖ
وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ

کنز الہدایت

فی

مناقب اہل بیت

تالیف

عمدۃ المحققین، غیظ المنافقین، قاطع رفض وخروج

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج

ابو الرضا مقبول احمد رضوی جلالی

زید مجدہ العالی

دارُ التحقیق

جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ)، شادیوال، گجرات

0301-6268317 0302-6219436

کتاب	کنز الھدایت فی مناقب اھل بیت
تالیف	عمدۃ المحققین، غیظ المنافقین، قاطع رفض وخروج
	مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج
	ابوالرضا مقبول احمد رضوی جلالی زید مجدہ العالی
قلمی معاون	عزت مآب محمد اشرف جلالی (کھوکھر صاحب)
تاریخ اشاعت	صفر المظفر 1437ھ/نومبر 2015ء
ضخامت	360 صفحات
تعداد	1100
ہدیہ	

ناشر

دار التحقیق

جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ)، شادیوال، گجرات

0302-6219436 0301-6268317

انتساب

سیّدی ومرشدی

جلال الملۃ والدین، شیخ المحدثین، زین المتقین

حافظ الحدیث حضرت پیر سیّد

محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مشہدی نقش بندی مجددی

آستانۂ عالیہ بھکھی شریف

کے نام

جن کے علمی فیضان کی بہ دولت

خدمت دین کا یہ سلسلہ جاری وساری ہے



بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مولای صل و سلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلہم

ہو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
لکل ہول من الاہوال مقتحم

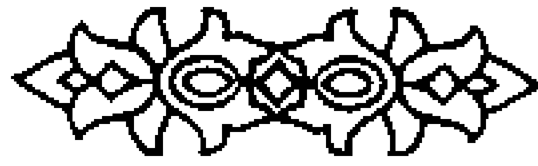
محمدٌ سید الکونین و الثقلین
و الفریقین من عرب و من عجم

فان من جودک الدنیا و ضرتہا
و من علومک علم اللوح و القلم

ثم الرضا عن ابی بکر و عن عمر
و عن عثمان و عن علی ذی الکرم



فہرست



ان اللّٰہ و ملٰئکتہٗ یصلّون علی النبی ، یا ایھا الذین آمنوا صلّوا علیہ و سلموا تسلیماً۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علٰی اٰلہٖ الطیبین الکرام صلٰوۃ موصولۃ دائمۃ الاتصال بدوام ذی الجلال و الاکرام۔

اللھم صل علی سیدنا محمدن الذی ھُو قطب الجلالۃ و شمس النبوۃ و الرسالۃ و الھادی من الضلالۃ و المنقذ من الجھالۃ صلی اللہ علیہ و سلم صلٰوۃ دائمۃ الاتصال و التوالی متعاقبۃم بتعاقب الایام و اللیالی۔

اللھم صل علٰی بدر التمام۔

اللھم صل علٰی نور الظلام۔

اللھم صل علٰی مفتاح دارالسلامِ۔

اللھم صل علی الشفیع فی جمیع الانام۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد و علٰی آل سیدنا محمد حتیٰ لا یبقٰی من الصلٰوۃ شیءٌ و ارحم سیدنا محمد و اٰل سیدنا محمد حتی لا یبقٰی من الرحمۃ شیءٌ و بارک علٰی سیدنا محمد و علٰی اٰل سیدنا محمد حتی لا یبقٰی من البرکۃ شیءٌ و سلم علٰی سیدنا محمد و علٰی اٰل سیدنا محمد حتی لا یبقٰی من السلام شیءٌ۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ و اولادہٖ و ازواجہٖ و ذریاتہٖ و اھل بیتہٖ و اصھارہٖ و انصارہٖ و اتباعہٖ و محبیہٖ و اُمتہٖ و علینا معھم اجمعین یا ارحم الراحمین۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد و علٰی اٰل سیدنا محمد و علٰی جمیع اصحاب سیدنا محمد۔

اللھم صل علٰی من کان تظلّه الغمامة۔

اللھم صل علٰی من کان یرٰی من خلفه کما یرٰی من امامه۔

اللھم صل علی الشفیع المشفع یوم القیٰمة۔

اللھم صل علی الطاهر المطهر۔

اللھم صل علٰی نور الانوار۔

اللھم صل علٰی من انشق له القمر۔

اللھم صل علی الطیب المطیب۔

اللھم صل علٰی من فاضت من نورهٖ جمیع الانوار۔

اللھم صل علٰی منْ بالصلٰوة علیه تحطّ الاوزار۔



مؤلفِ کتاب

کسے خبر تھی کہ شیخو پورہ کی سرزمین پر طلوع ہونے والا ستارہ ایک روز شادیوال (گجرات) کے اُفق پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمکے گا، بدعقیدگی کے سونامی کے آگے سینہ سپر ہوگا، قاطع خوارج وروافض ٹھہرے گا، مرزائیت اور دیگر باطل فرقوں کے لیے عصائے موسوی ثابت ہوگا، اپنے وقت کے مناظر بے بدل کی صورت میں نورافشانی کرے گا، محقق بے مثل کا جبہ زیب تن کرتے ہوئے نکتہ وروں کی نظر کا محور ٹھہرے گا۔

میری مراد فخر اہل سنت اور سرمایۂ دین وملت حضرت علامہ مولانا مقبول احمد جلالی نقش بندی مجددی رضوی مدظلہ العالی ہیں جو 1951ء بہ مطابق 1369ھ میں قصبہ رتی ٹبی تحصیل وضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم کا نام دین محمد ہے۔ آپ زمین دار اور کسان گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خاندان میں آپ سے پہلے کوئی حافظ یا عالم نہیں تھا۔ اللہ کریم نے بچپن ہی سے مذہبی اور روحانی میلان عطا فرمایا ہوا تھا۔ گاؤں یا علاقہ میں کوئی مذہبی جلسہ یا محفل ہوتی تو بڑے ذوق وشوق کے ساتھ جلسے کی رونق کو بڑھانے کی کوشش فرماتے۔ یہی شوق حضور سیدنا محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہٗ لائل پوری (فیصل آباد) کی زیارت کا سبب بنا۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ قریبی گاؤں عبداللہ پور کولر میں جلسہ کے لیے تشریف لائے۔ تو مولانا مقبول اپنے بچپن کو تھامے گاؤں کے بزرگ حاجی محمد ارشد نقشبندی (راجپوت) کی معیت میں عبداللہ پور کولر جلسہ سننے چلے گئے۔ جلسہ بہت بڑا تھا۔ بجلی اس زمانہ میں تو تھی نہیں البتہ روشنی کے لیے گیس لیمپ جلا کر چاروں اطراف میں دور دور تک لٹکائے گئے۔ حضرت مولانا اپنے ہم عمر ساتھیوں سمیت جلسہ کے اجتماع کے گرد گھومتے رہے۔ فرماتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔ جوں ہی حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو ایسا لگا گویا آسمان سے رحمت کے فرشتے پرے باندھے اتر آئے ہیں اور انہوں نے تمام جلسہ کو اپنے رحمت کے پروں کے نیچے لے لیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں موجود ہے کہ ایسی محفلوں میں فرشتے اسی طرح آیا کرتے ہیں۔ آپ کے خطاب کے

دوران کسی شخص کو ادھر اُدھر جاتے نہیں دیکھا۔ انتہائے جلسہ تک پاؤں جما کر جلسہ سنتے رہے۔ جلسہ سننے کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ بزرگوں کی زیارت اور برکت کے لیے اُن کے پاس جانے کا شوق پیدا ہوا۔

بہ حالت بچپن علما کی تقاریر کو پوری طرح تو سمجھ نہ پاتے لیکن نیک و پارسا لوگوں کی صحبت کے فیوض و برکات سے دل نورِ الٰہی کی معرفت سے منور ہونے لگا اور مذہبی اور دینی تعلیم حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پہلے تو والدین سے اجازت طلب کی مگر وہ اپنے ماحول اور پیشہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اجازت دینے کو تیار نہ ہوئے مگر دن بہ دن آپ کے ذوق واشتیاق میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ نے دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔

ابتدائی مذہبی تعلیم قریبی گاؤں عبد اللہ پور کولر میں مولانا حاجی محمد حنیف نقشبندی مجددی سے حاصل کی، بعد ازاں قسمت نے یاوری کی اور مرکزی دار العلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکی شریف (منڈی بہاؤالدین) میں علم ومعرفت کے موتی سمیٹنے لگے۔ شیخ برحق پیر کامل حضرت شیخ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل کتب کی تعلیم حاصل کی: بخاری شریف، مشکوۃ شریف، الحسامی، تفسیر بیضاوی، میر زاہد، ملا جلال، شرح عقائد، خیالی حاشیہ شرح عقائد، ابن ماجہ، نسائی شریف۔ شیخ الجامعہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد نواز صاحب المعروف بڑے استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرح جامی، ہدایہ آخرین، سراجی، شمس بازغہ، صدرا، توضیح تلویح، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی خاں، امور عامہ اور ترجمۂ قرآن، ابوداؤد، معانی الآثار، مسلم شریف پڑھیں۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جلالی سے کنز الدقائق، نور الانوار، مختصر معانی، مطول، میبذی پڑھیں اور حضرت علامہ کریم بخش صاحب سے شرح تہذیب، المرقات، سلم العلوم، اصول شاشی، مقامات حریری، کافیہ پڑھیں۔ ان حضرات نے مقبولِ اہل سنت کا دامن علم وحکمت سے خوب بھرا۔

بعد از فراغت *1970*ء میں آپ نے اپنے ہی گاؤں میں درس وتدریس شروع کی۔ کچھ عرصہ کے لیے شاہ کوٹ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ انہی ایام میں حضرت صاحب زادہ ذی وقار جگر گوشۂ محدث اعظم پیر قاضی فضل رسول سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت محدثِ اعظم فیصل آباد کے حکم سے بکھر ضلع میاں والی میں عرصہ دو سے اڑھائی سال امامت وخطاب کے فرائض سرانجام دیے۔ اسی دوران آپ اپنے شیخ کامل کی زیارت کے لیے بھکھی شریف تشریف لے گئے، وہاں اُسی دن شادیوال سے مولوی اللہ دین صاحب اور مولانا حاجی سراج دین صاحب (مرحوم) بھی شیخ سید جلال الملت والدین پیر سید جلال الدین نقش بندی مجددی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک باوجاہت اور محقق عالم دین کی ضرورت کا اظہار کیا۔

چناں چہ شیخ کامل نے مولوی الہ دین کو مولانا مقبول احمد کا ہاتھ تھماتے ہوئے فرمایا: گو مولوی مقبول احمد قد کاٹھ کے اعتبار سے چھوٹا اور کمزور نظر آتا ہے لیکن یاد رکھیے کہ علمی تبحر، عزم واستقلال اور قوتِ ایمانی کے اعتبار سے کوہ ہمالیہ بھی اس کے آگے سرنگوں ہے۔ مولوی الہ دین! آپ کے گاؤں کے لوگوں کے پایۂ استقلال میں تو لغزش آسکتی ہے، یہ بطل جلالت اپنے مسلک اور موقف سے پیچھے نہیں ہٹے گا خواہ اسے تختہ دار کی دہلیز کو ہی کیوں نہ چومنا پڑے۔ چناں چہ یہ بات مولوی الہ دین نے بار بار شادیوال کے لوگوں کے سامنے بیان کی اور یہ بھی کہا کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ ایک سید کی زیارت کی ہے۔ ایسا علم وعمل اور تقویٰ کا بادشاہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ پھر مولانا کو شادیوال جانے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ شادیوال شریف لے آئے اور دارالعلوم محمدیہ فاروقیہ رضویہ کی بنیاد رکھی اور مسلک اہل سنت کے فروغ اور تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور شیخ کامل کی نظر کرم سے خاک وخون کے دریاؤں میں سے گزر کر بھی علم صداقت کو بلند رکھا۔ آپ کے خلاف طاغوتی سازشوں نے نت نئے جال بنے، بعض اوقات اپنے اور بیگانوں نے بھی میر جعفر صادق کا روپ دھارا۔ طاغوتی اور رافضی اور خارجی قوتوں کے ساتھ مل کر راہِ حق میں شیطانیت کے پہاڑ کھڑے کیے۔ لیکن آپ نے ضرب یداللّٰہی اور سجدۂ شبیری سے ان سب کو پاش پاش کر دیا۔ آج تک شیخ کامل کے فرمان کے مطابق مشکل ترین حالات کے باوجود خدمت اسلام اور مسلک اہل سنت کی تبلیغ کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اب تو اُن کے ساتھ اُن کے فرزند ارجمند ابوالرضا مولانا محمد طلحہ رضا صاحب کارزارِ حق وباطل میں اپنی جولانیاں بکھیرتے نظر آ رہے ہیں۔

دعا ہے کہ خداوند ذوالجلال باپ بیٹے کی ہمت اور استقلال میں مزید اضافہ فرمائے اور دین اسلام کی خدمت کے عشق میں ہی اُن کی زندگی گزر جائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

طالب دعا

میاں محمد آصف

(بی اے-ایل ایل بی)



دیباچہ

الحمد لله البر الجواد، الهادی الی سبیل الرشاد، رافع السماء بغیر عماد، و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له المنزه عن الانداد، و اشهد ان محمدا عبده و رسوله المؤید بالملائکة فی الجهاد، صلی الله علیه و علیٰ آله و اصحابه الذین نشر العلم فی البلاد، صلوٰة دائمة الیٰ یوم التناد۔

و بعد

مسلمانوں نے جہاں اپنے رسول کریم کی زندگی کے ہر گوشے کو محفوظ کیا ہوا ہے اسی طرح آپ کی آل واصحاب کے حالات زندگی بھی انہیں مستحضر ہیں۔ انبیاء ومرسلین کی مقدس جماعت کے بعد عند اللہ جو مقام ومرتبہ انہیں حاصل ہے مخلوق میں اور کسی کو حاصل نہیں، جس طرح ان حضرات صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین نے سید المرسلین ﷺ کی کما حقہ پیروی کر کے دین ودنیا کی فوز وفلاح پائی ہے، ازبس ضروری ہے کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر دنیوی واخروی کامرانی کے حصول کی کوشش کریں، از کمال ایمان تا کمال اعمال ان پاک بازوں کا اسوہ مبارکہ ہی ہمارے لیے رہ بر ہے۔

میرے شیخ ناصر السنۃ، قاصر البدعۃ، باہر الفضائل، طاہر الشمائل، زین المحققین حضرت علامہ مولانا الحاج ابو الرضا مقبول احمد رضوی جلالی نقش بندی دام بالفیض الباطنی و الظاهری نے اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کے فضائل ومحامد پر مبنی یہ کتاب تالیف فرمائی ہے، جس کا مقصد اس پاک خاندان کی عظمت کو قلوب مسلمین میں اجاگر کرنا ہے۔ رب تعالیٰ اس کتاب کو نافع عوام وخواص بنائے۔

خاندان رسالت مآب ﷺ کی قدسی صفات ہستیوں کے تذکرہ جمیل پر مشتمل یہ کتاب محاسن کثیرہ کے علاوہ اس خوبی سے بھی متصف ہے کہ اس میں شیخ مدظلہ نے قبول روایت میں جمود والا طریقہ اختیار نہیں فرمایا بلکہ بعض روایات و

افکار پر نقد بھی کیا ہے اور یہی ایک محقق و مدقق کے شایان ہے۔

کچھ عرصہ سے یہ غلط روش پروان چڑھ رہی ہے کہ اگر کوئی محقق عالم دین کسی مشہور غلط روایت پر جرح قدح کرے تو لوگ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں' یہ انتہائی نامناسب رویہ ہے۔

علماء و محدثین نے کسی روایت کو پرکھنے کے جو اصول و ضوابط وضع فرمائے ہیں ان کے پیش نظر اگر کوئی محقق عالم ربانی نقد کرتا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔

حضرت شیخ زیدہ مجدہ نے اس کتاب میں بہت عمدہ و مدلل انداز میں بحث و تمحیص فرمائی ہے۔ شیخ مدظلہ چوں کہ عالم پیری میں ہیں' لکھ نہیں سکتے' آپ نے اس کتاب کو املا کروایا ہے' بہت امکان ہے کہ بعض جگہ جملے مربوط نہ ہوں' اس کے باوجود اس کتاب کی افادیت کچھ کم نہیں ہے' یہ شیخ مدظلہ کی زندگی کا حاصل مطالعہ ہے' اس کتاب میں بعض ضعیف روایات بھی ہیں جنہیں فضائل میں قبول کر لیا گیا ہے جو کہ محدثین اعلام کا طریقہ ہے' جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں نقل فرمایا ہے:

قال العلماء من المحدثين و الفقها و غيرهم: يجوز و يستحب العمل فى الفضائل و الترغيب و الترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن موضوعا۔

محدثین' فقہاء و دیگر علما رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز و مستحب ہے' جب تک کہ موضوع نہ ہو۔ (الاذکار:16)

آپ اس کتاب کو بالاستیعاب پڑھیں' ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ساری معلومات کا خزانہ ہاتھ آئے گا۔

خادمِ درِ مقبول

ابو محمد عبداللہ نقش بندی مجددی

00923026219436



خطبة الكتاب

الحمد للّٰه الذی ارسل رسوله شاهداً و مبشراً و نذيراً، و داعياً الى اللّٰه باذنهٖ و سراجاً منيراً، و جعل اهل بيتهٖ طاهراً و مطهراً و تطهيراً و صلى صلٰوتہً عليه و عليهم بكرةً و عشيا، و علٰى آلهٖ و اهل بيتهٖ و اصحابهٖ جميعا

در بیانِ فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عن عبد اللّٰه بن عباس، قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه و آلهٖ و سلم: احبّوا اللّٰه لما يغذوكم من نعمته و احبّونى لحبّ اللّٰه و احبّوا اهل بيتى لحبّى۔ رواه الترمذى

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمھیں اپنی روزی کی نعمت دیتا ہے اور اللہ کی محبت کے لیے مجھ سے محبت کرا ور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو!

و عن ابى ذر انه قال و هو آخذ بباب كعبة سمعت النبى صلى اللّٰه عليه و آلهٖ و سلم يقول الاان مثل اهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها هلك۔

ترجمہ: سیدنا ابوذر سے روایت ہے کہ انہوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آگاہ رہو کہ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہو گیا

نجات پا گیا، جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا۔

و عن زيد بن ارقم، قال: قام رسول اللّٰه صلى الله عليه و آله و سلم يوما فينا خطيبا بماء يدعى خما بين مكة و المدينة فحمد اللّٰه و اثنٰى عليه و وعظ و ذكر ثم قال اما بعد الا ايها الناس انما انا بشر يوشك ان ياتينى رسول ربى فاجيب و انا تارك فيكم الثّقلين اوّلهما كتاب اللّٰه فيه الهدى و النّور فخذوا بكتاب اللّٰه و استمسكوا به فحث على كتاب اللّٰه ورغّب فيه ثمّ قال واهل بيتى اذكركم اللّٰه فى اهل بيتى اذكّركم اللّٰه فى اهل بيتى- و فى رواية: كتاب الله هو حبل اللّٰه من اتبعهٗ كان على الهدى و من تركه كان على الضلالة- رواه مسلم

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور پانی پر جسے خم کہا جاتا ہے مکہ، مدینہ کے بیچ تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور وعظ ونصیحت فرمائی پھر فرمایا حمد کے بعد لوگو! خبردار میں بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آ جائے، تو میں اس کا بلاوا قبول کرلوں، میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں جن میں سے پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تم اللہ کی کتاب لو اسے مضبوطی پکڑو پھر کتاب اللہ پر ابھارا اُس کی رغبت دی پھر فرمایا: اور میرے اہل بیت میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اللہ کی رسّی ہے جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گم راہ ہو گیا۔

و عن عائشه، قالت خرج النبى صلى اللّٰه عليه و آلهٖ و سلم غداة و عليه مرطٌ مرحّلٌ من شعر اسود فجاء الحسن ابن على فادخله ثم جاء الحسين فدخل معه ثم جاء ت فاطمة فادخلها ثم جاء علىٌّ فادخله ثم قال انما يريد اللّٰه ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيراً- رواه مسلم

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صبح کو نبی ﷺ باہر تشریف لے گئے آپ پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی آتے ہی حسن بن علی آئے حضور ﷺ نے انہیں داخل کرلیا پھر جناب حسین آئے وہ بھی ان کے ساتھ

داخل ہو گئے پھر جناب فاطمہ آئیں انہیں بھی داخل کرلیا، پھر جناب علی آئے انہیں بھی داخل کرلیا پھر فرمایا: اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کردے اور تم کو خوب پاک صاف فرمادے۔

و عن البراء، قال: لما توفی ابراهیم قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلہٖ و سلم: ان له مرضعاً فی الجنة۔ رواه البخاری

ترجمہ: سیدنا برا فرماتے ہیں کہ جناب ابراہیم کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے ایک دائی ہے۔

و عن عبد اللّٰه بن سیدنا عمر رضی اللّٰه عنه، ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلہٖ و سلم بعث بعثاً و امّر علیهم اسامة بن زید فطعن بعض الناس فی امارتہٖ فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلہٖ و سلم ان کنتم تطعنون فی امارته فقد کنتم تطعنون فی امارة ابیه من قبل وایم الله ان کان لخلیقاً للامارة و ان کان لمن احب الناس الی و ان هذا لمن احب الناس الی بعدہٗ۔ متفق علیه

ترجمہ: روایت ہے سیدنا عبداللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر سیدنا اسامہ بن زید کو امیر بنایا تو بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ان کے امیر ہونے پر طعنہ کرتے ہو تم تو ان کے والد کے امیر ہونے پر بھی اس سے پہلے طعنہ کرتے تھے، اللہ کی قسم وہ امیری کے لائق تھے اور وہ مجھے لوگوں سے زیادہ پیارے تھے اور یہ بھی ان کے بعد مجھے لوگوں میں پیارے ہیں۔

عن ابی بکر، قال: رایت رسول الله صلی الله علیه و سلم علی المنبر و الحسن بن علی الٰی جنبه و هو یقبل علی الناس مرة و علیه اخری و یقول: ان ابنی هذا سید و لعل اللّٰه ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔ (بخاری)

ترجمہ: سیدنا ابوبکر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا کہ حسن بن علی آپ کی ایک کروٹ پر

تھے، آپ کبھی لوگوں پر توجہ فرماتے اور کبھی ان پر اور فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔

و عن عبد الرحمن بن ابی نعم، قال: سمعت عبد اللّٰہ ابن عمر و ساله رجل عن المحرم قال شعبة احسبه یقتل الذباب قال اهل العراق یسالونی عن الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ وسلم وقال رسول صلی الله علیه وآلہٖ وسلم هما ریحانیّ من الدنیا۔ (بخاری)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا عبدالرحمٰن ابن ابی نعیم سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب عبداللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سنا جب کہ آپ سے ایک شخص نے محرم کے متعلق پوچھا شعبہ کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ یہ پوچھا کیا محرم مکھی مار سکتا ہے؟ تو فرمایا: عراقی لوگ مجھ سے مکھی کے متعلق پوچھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کے بیٹے کو قتل کر چکے ہیں، حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔

و عن ابن عباس قال ضمنی النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلم الٰی صدره فقال: اللهم علمه الحکمة۔ و فی روایة علمه الکتاب۔ رواه البخاری

ترجمہ: سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ سے لگایا، پھر فرمایا: الٰہی! انہیں حکمت سکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں قرآن سکھا!

و عنه قال ان النبی صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ و سلم دخل الخلاء فوضعت له وضوء فلما خرج قال من وضع هذا فاخبر فقال اللهم فقهه فی الدین۔ بخاری و مسلم

ترجمہ: انہیں سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ تشریف لے گئے، تو میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، تو جب آپ باہر آئے، فرمایا: یہ کس نے رکھا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی، تو فرمایا: الٰہی! اسے دین کا فقیہ بنا!

عن جابر، قال رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ و سلم فی حجته یوم

عرفة و هو علی ناقته القصوٰی یخطب فسمعته یقول یا ایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی۔ (ترمذی)

ترجمہ: سیدنا جابر سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے حج میں عرفہ کے دن دیکھا جب کہ آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر خطبہ پڑھ رہے تھے، میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے گم راہ نہ ہو گے؛ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت۔

و عن زید بن ارقم، قال: قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم: انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلّوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب اللّٰه حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی و لن یتفرّقا حتّٰی تردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما۔ (ترمذی)

ترجمہ: سیدنا زید بن ارقم سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہو تو میرے بعد گم راہ نہ ہو گے، ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے؛ اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک دراز رسی ہے اور میری عترت یعنی میری اہل بیت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے، حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر آ جائیں، تو غور کرو تم ان دونوں سے میرے بعد کیا معاملہ کرتے ہو۔

یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت سے نقل کی گئی ہیں۔

آخری دو حدیثوں پر علمائے محدثین اور علمائے اصولیین کی جرح ہے۔ چناں چہ الحسامی مع شرح النامی صفحہ 200 پر صاحبِ کتاب شیعوں کے اِستدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلا نسلم صحة نقله بل المنقول الصحیح هو ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله و سنة رسوله۔

بعینہٖ یہی عبارت الحسامی مع شرح النظامی کے صفحہ 94 اور کتاب الاعتقاد للبیہقی صفحہ 228، سنن کبریٰ بیہقی جلد 10 صفحہ 194 حدیث 20336، جامع بیان العلم وفضلہ جلد 1 صفحہ 855 حدیث 13891، جلد 2 صفحہ 979 حدیث

1866، نیز جلد 2 صفحہ 1161 حدیث 2299

ترتیب امالی خمیسہ للشجری میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

قد ترکت فيكم اثنتين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب اللّٰه و سنتي۔

(جلد 1 صفحہ 203 حدیث 754)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

و قد تركت فيكم ما لن تضلوا بعدهٗ ان اعتصمتم بهٖ كتاب اللّٰه۔ (مشکوۃ شریف صفحہ 225)

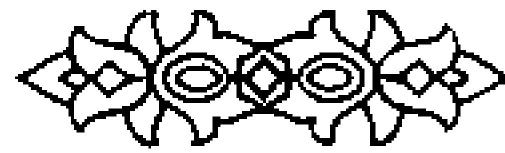
اور اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

حسبنا كتاب اللّٰه۔

اور عقل و درایت کے لحاظ سے بھی یہ مشکل پیش آتی ہے۔

خيركم خيركم لاهلي من بعدي۔ و اخرج ابن سعد و الملاء انه صلى اللّٰه عليه و آلهٖ و سلم قال استوصو باهل بيتي خيراً فاني اخاصمكم عنهم غداً و من اكن خصمه خصمه اللّٰه و من خصمه اللّٰه ادخله النار۔ و روى جماعة من أصحاب السنن عن عدة من الصحابة ان النبي صلى الله عليه و آلهٖ و سلم قال: مثل اهل بيتي فيكم كسفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها هلك۔

(نورالابصار صفحہ 266)



احترامِ اساتذہ واہل بیت نیز علم کی قدر

صلی زید بن ثابت علی جنازة اُمه کما قاله ابن عبد البر فقربت له بغلته لیرکب فاخذ ابن عباس برکابه فقال: خل عنك یا ابن عم رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم فقال ابن عباس: هکذا اُمرنا نفعل بالعلماء لانه کان یاخذهٗ عنه العلم فقبل زید یدهٗ و قال: هکذا امرنا ان نفعل باهل بیت نبینا صلی الله علیه وآلهٖ وسلم۔ (الصواعق المحرقہ صفحہ 179)

ترجمہ: سیدنا زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا، جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے تو آپ کے قریب آپ کی سواری کے لیے خچر لائی گئی تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس نے رکاب کو تھام لیا تو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابن عم رسول اللہ! چھوڑ دو کیا کر رہے ہو۔ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ وہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کرتے تھے۔ تو سیدنا زید بن ثابت نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا ہاتھ چوم لیا اور فرمایا ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عن ابی المهزم، قال کنا فی جنازة فاقبل ابو هریرة ینفض بثوبته التراب عن قدم الحسین۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 357)

ترجمہ: ابی مہزم بیان کرتا ہے کہ ہم ایک جنازہ میں تھے جس میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے یا عمامہ سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں کو صاف کر رہے تھے۔

عن زید بن ارقم، قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی و لن یتفرقا حتی تردا علی

الحوض فانظروا كيف تخلفونى فيهما۔ هذا حديث حسن غريب۔

اس حدیث کی سند اور تمام روایت مجروح ہیں اور اول تا آخر شیعہ اور سخت قسم کے رافضی ہیں۔

علی بن منذر شیعہ محض۔

محمد بن فضيل قال ابوداود كان شعياً محترقاً و ذكر و قال ابن حبان فى الثقات و قال كان يغلو فى التشيع۔

ابوداؤد نے کہا کہ یہ جلا بھنا شیعہ ہے اور ابن حبان نے اپنی کتاب ثقات میں کہا: یہ غالی شیعہ نیز راوی اعمش وہ عطیہ سے اور عطیہ ابوسعید سے روایت کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 5 صفحہ 259، میزان الاعتدال جلد 4 صفحہ 10-9)

یہ عطیہ وہ ہے جو زبردست شیعہ اور رافضی تھا اور یہ محمد بن سائب کلبی کا شاگرد ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کلبی کون اور کیا ہے اور عطیہ نے اپنے استاد کلبی کی کنیت ابوسعید رکھی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کلبی سے روایت کرتے وقت کہتا ہے ابوسعید سے روایت ہے اور لوگ سمجھتے کے شاید ابوسعید خدری صحابی رسول ہے۔

یعنی عطیہ اور اس کے استاد کلبی دونوں دھوکے باز فریبی شیعہ تھے۔

آخری راوی حبیب بن ابی ثابت کے بارے میں دیکھیے:

و كان كثير الارسال و التدليس۔

بہت زیادہ اِرسال اور تدلیس کا عادی ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد صفحہ 452، تقریب التہذیب جلد 1 صفحہ 148)



سید الانبیاء ﷺ کی عترت اور آپ کی اہل بیت

سید الانبیاء ﷺ کی عترت آپ کی اہل بیت کے تمام افراد ہیں، اس لیے کہ خاندان رسول ﷺ یعنی بنو ہاشم کے وہ تمام حضرات جو مشرف با اسلام ہوئے سارے عترتِ رسول ﷺ میں داخل ہیں تو اگر عترتِ رسول کی پیروی ضروری ہے تو ان سب کی پیروی اور اتباع کس طرح کی جائے گی، نیز یہ روایتیں شیعہ مذہب کے بھی خلاف ہیں کیوں کہ عترتِ رسول میں شدید قسم کے اختلافات پائے گئے ہیں۔

جیسا کہ بنو عباس اور علویوں اور فاطمیوں میں شدید کشیدگی اور مخالفت رہی ہے اور اس حقیقت سے کوئی عقل مند انسان سنی یا شیعہ انکار نہیں کرسکتا کیوں کہ کتب تواریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں بلکہ شیعوں کی اصولی اور مذہبی کتب میں اس قسم کے اختلافات بڑی شدومد سے موجود ہیں کہ بہ یک وقت کئی اماموں اور ان کی اولاد نے دعویٰ امامت کیا اس بات پر ان کی لڑائیاں جھگڑے تنازعے ہوتے رہے چناں چہ سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیدنا امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے دعویٰ امامت کیا اسی طرح سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سیدنا امام حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی دعویٰ امامت کیا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے سیدنا اسماعیل بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امامت کا دعویٰ کیا اور سیدنا حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے بھائی امام علی نقی کے بیٹے محمد جعفر نے دعویٰ امامت کیا جس کی وجہ سے شیعہ ان کو جعفر کذاب کہتے ہیں جیسا کہ کتب شیعہ میں موجود ہے۔ ہر دو روایتیں شیعوں کے بھی سخت خلاف ہیں، اس لیے کہ ان روایتوں کی رو سے تمام اہل بیت اطہار کے افراد کی اتباع ضروری اور لازم ہے۔ شیعہ صرف ان میں سے بارہ کو مانتے ہیں باقیوں کا انکار بلکہ ان میں سے بعض کو کافر کہتے ہیں تو یہ عترت رسول ﷺ کو کیسے ماننا ہوا؟

بتائیے ان روایتوں پر کیسے اور کیوں کر عمل کیا جائے گا اب بھی سنی، رافضی، خارجی اور قادیانیوں میں بہ زعم خویش سید بنے ہوئے ہیں تو ہر ایک کی پیروی کیسے اور کس طرح کی جائے گی۔ ولہٰذا وہی روایات اور احادیث صحیح ہیں جن میں کتاب وسنت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

محبتِ اہل بیت

و صح ان بنت ابی لهب لما هاجرت الی المدینة قیل لها: لن تغنی عنك هجرتك انت بنت حطب النار فذكرت ذلك للنبی صلی الله علیه و آلهٖ و سلم فاشتدغضبه ثم قال علی المنبر: ما بال اقوام یؤ ذونی فی نسبی و ذو رحمی الا و من آذی نسبی و ذو رحمی فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللّٰه۔ اخرجه ابن ابی عاصم والطبرانی و ابن منده والبیهقی بالفاظ متقاربة، و اخرج الطبری و الدارقطنی مرفوعا: اول من اشفع له من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من آمن بی و اتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم العجم و من اشفع له اولا افضل۔ نقل القرطبی عن ابن عباس فی قوله تعالی: و لسوف یعطیك ربك فترضی۔ قال: رضا محمد صلی الله علیه وآلهٖ وسلم ان لا یدخل احد من اهل بیتهٖ النار۔ و اخرج الحاكم و صححه انه صلی الله علیه و آلهٖ و سلم قال:وعدنی ربی فی اهل بیتی من اقر منهم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لا یعذبهم وصح ان العباس شكا الی رسول الله صلی الله علیه وآلهٖ وسلم ما تفعل قریش من تبسم فی وجوههم و قطعهم حدیثهم عند لقائهم فغضب صلی الله علیه وآلهٖ و سلم غضباً شدیداًحتی احمر وجهه و در عرق بین عینیه و قال: و الذی نفسی بیده لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبكم الله و رسوله۔ و فی روایة صحیحة ایضاً: ما بال اقوام یتحدثون فاذا راوا الرجل من اهل بیتی قطعوا حدیثهم و اللّٰه لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبهم لقرابتهم منی، و فی اخری والذی نفسی بیده لا یدخلوا الجنة حتی یؤمنوا و لا یؤمنوا حتی یحبوكم اللّٰه و رسوله ایرجون شفاعتی و لا ترجوها بنو عبد المطلب و روی الدیلمی و الطبرانی و ابو الشیخ بن حبان و

البیهقی مرفوعاً انه صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ و سلم قال: لا یؤمن عبد حتی اکون احب الیه من نفسه و تکون عترتی احب الیه من عترته و اهلی احبُ الیه من اهله و ذاتی احب الیه من ذاته۔ و روی ابو الشیخ عن علی کرم اللّٰہ وجهه قال خرج رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم مغضبا حتی استوی علی المنبر فحمد اللّٰہ و اثنی علیه ثم قال: ما بال رجال یؤذوننی فی اهل بیتی و الذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحبنی و لا یحبنی حتی یحب ذریتی و لذلك قال ابو بکر رضی اللّٰہ عنه، صلة قرابة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ و سلم احب الی من صلة قرابتی۔ و اخرج البخاری عن ابن عمر، قال: قال ابوبکر: ارقبو محمد صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ و سلم فی اهل بیتہٖ۔

(نورالابصار فی مناقب آل بیت المختار صفحہ 267,268)

مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے نسب والوں اور قریبیوں کو اذیت دیتی ہے۔ خبردار جس نے میرے نسب والوں اور قریبیوں کو اذیت اور تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور فرمایا قیامت کے دن میں اپنی ساری امت سے پہلے اپنی اہل بیت کی سفارش کروں گا پھر قریش میں سے جو میرے زیادہ قریب ہیں ان کی سفارش کروں گا پھر انصار کی پھر اہل یمن میں سے جو لوگ مجھ پر ایمان لائے ان کے بعد سارے عربوں کی اور پھر عجمیوں کی شفاعت کروں گا اور وہ لوگ جن کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ دوسرے لوگوں سے افضل ہیں۔ امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت مقدسہ ''و لسوف یعطیك ربك فترضی'' نازل ہوئی تو حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ میری رضا یہ ہے کہ میری اہل بیت میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے میری اہل بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو بھی توحید و رسالت کا اقرار کرے گا تو انہیں میں عذاب نہیں دوں گا۔

اور صحیح حدیث پاک میں ہے کہ آپ ﷺ کے عم محترم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی کہ قبیلہ قریش کے کچھ لوگ مجھ سے خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے بلکہ مجھ سے اجتناب کرتے ہیں یعنی جس طرح وہ آپس

میں گفتگو کرتے ہیں مجھ سے نہیں کرتے جس سے میری دل آزاری ہوتی ہے یہ سن کر سید الانبیاء ﷺ سخت غضب ناک ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہوگیا۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگا اور فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے تم سے محبت نہ کرے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ رکھے نیز فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک ایمان نہ لائیں اور ایمان دار نہیں ہوسکتے جب تک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تم سے محبت نہ کریں کیا وہ اپنے لیے میری شفاعت کی امید رکھتے ہیں اور بنو عبد المطلب کے لیے امید نہیں رکھتے؟ اور فرمایا: ایمان والے نہیں ہوسکتے جب تک میں ان کو ان کی ذات سے پیارا نہ ہو جاؤں اور میری عترت اور اہل بیت اس کو اپنی اہل بیت سے پیارا نہ ہو جائے پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو لوگ میری اہل بیت اور اولاد کے بارے میں مجھے دکھ اور اذیت دیتے ہیں اور فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بھی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھ سے اور میری اولاد سے محبت نہ کرے۔ اسی وجہ سے خلیفہ برحق خلیفہ الرسول بلا فصل امام اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار اپنے رشتہ داروں اور قریبوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

بخاری شریف میں موجود ہے کہ اہل ایمان کے خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اے لوگو! حضور ﷺ کا آپ کے اہل بیت میں خیال اور لحاظ رکھو۔

و اخرج مسلم من حدیث ابی ھریرۃ انہٗ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قال فی الحسن و الحسین اللھم انی احبھما و احبّ من یحبھما۔

اور تفسیر الکشاف میں ہے اگرچہ ان روایات کی کوئی سند نہیں ہے، اکثر علماء نے ان کو ضعیف بلکہ موضوعات میں شمار کیا ہے چوں کہ یہ روایات سنی وشیعہ ہر دو فریق کی کتب میں درج ہیں اس لیے بہ وجہ محبت درج کی جاتی ہیں:

من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مات شھیداً۔

الا و من مات علٰی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مات مغفورا لہ۔
الا و من مات علٰی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مات تائباً۔
الا و من مات علٰی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مات مومناً مستکمل الایمان۔
الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشرہ ملک الموت بالجنة ثم منکر و نکیر۔
الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ و سلم یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجھا۔
الا و من مات علی حب آل محمدصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنة۔
الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مات اھل السنة و الجماعة۔
الا و من مات علی بغض آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مات کافرا۔
الا و من مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحة الجنة۔ (نورالابصار صفحہ 268)

ترجمہ: جو شخص آل محمد ﷺ کی محبت پر مراوہ شہید ہے اور جو شخص آل محمد ﷺ کی محبت پر مراوہ بخشا ہوا ہے اس طرح اس کی توبہ قبول ہے اور وہ پکا مومن ہے ملک الموت اور منکر نکیر اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں ....اور جو آل محمد ﷺ کی محبت پر مراوہ اہل سنت و جماعت ہے اور جو کوئی آل محمد ﷺ کا بغض لے کر مراوہ کافر ہے، جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھے گا۔

باتیں اگر چہ صحیح ہیں لیکن روایتیں بالکل بے سند ہیں۔ یہی روایات شیعوں کی معتبر کتاب کشف الغمہ جلد اول صفحہ 107 پر بھی موجود ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے پتہ چلا کہ آل محمد کی محبت واجب ہے اور ان سے بغض وعناد سخت حرام ہے۔ اور امام

شافعی نے اس پر قطعی حکم لگایا۔ آپ فرماتے ہیں:

یا اهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القرآن انزله
یکفیکم من عظیم الفخر انکم
من لم یصل علیکم لاصلوة له

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ سے اور ان دونوں یعنی سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے اور ان کے والدین سے محبت کی وہ قیامت کے دن جنت میں میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

یاد رہے ساتھ ہونے سے برابری لازم نہیں آتی۔ ہاں قرب نبوی اعلیٰ درجہ کا نصیب ہوگا جیسے نوکر اور آقا دونوں کی کوئی ضیافت کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ دونوں ہمراہ جانے اور ایک مکان میں کھانا کھانے سے برابر نہیں ہوں گے۔ مگر ہم راہی نبوی اور ثواب کثیر کس قدر بڑی دولت ہے۔ سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت رسالت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ چیزوں میں شریک ہیں یہ نہیں کہ بالکل برابر ہیں۔

۱- نماز میں درود بھیجنے میں

۲- سلام میں

۳- طہارت میں

(آیت تطہیر کا مضمون جس میں ازواج مطہرات، سیدۃ النساء، حسنین کریمین اور خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم مراد ہیں)

۴- صدقہ کے حرام ہونے میں

۵- اور محبت کے واجب ہونے میں

عن حسن بن علی رضی الله عنه، قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم لکل شیء اساس و اساس الاسلام حب اصحاب رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم و حب اهل بیتی- اخرج البخاری فی تاریخه

ترجمہ: سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر شے کی ایک بنیاد ہے اور اسلام کی بنیاد اصحاب رسول اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یقول اول من یرد علی الحوض اھل بیتی۔

ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حوض کوثر پر سب سے پہلے میرے اہل بیت آئیں گے۔

اخرج الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم اثبتکم علی صراط اشدکم حبا لاھل بیتی و اصحابی۔

ترجمہ: دیلمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پل صراط پر تم میں سے وہی ثابت قدم رہے گا جو میرے اہل بیت اور صحابہ سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

اشتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی۔ اخرج الدیلمی عن ابی سعید۔

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ اللہ کا غضب اس پر ہوگا جس نے مجھے میری عترت کے بارے مجھے اذیت دی۔ دیلمی نے ابوسعید سے روایت کی۔

عن ابی سعید، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اھل بیتی و الانصار کرشی وعیبتی فاقبلوا من محسنھم و تجاوزوا عن میسئھم۔ اخرجہ الدیلمی

ترجمہ: دیلمی نے سیدنا ابوسعید سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت اور انصار میرے خالص دوست اور محل اعتبار راز دان ہیں پس قبول کرو ان میں سے ان کی نیکیاں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرو اور معاف کرو۔

عن علی قال قال رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من صنع الی احد من اھل بیتی یدًا کفیتہ علیھا یوم القیامۃ۔ اخرجہ ابن عساکر۔

ترجمہ: ابن عساکر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی مسلمان نے میری

اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ نیک سلوک کیا تو قیامت کے دن میں اس کا بدلہ دوں گا۔ اور دوسری روایت میں ہے جس کسی مسلمان نے اولاد عبدالمطلب سے کسی پر دین کیا قیامت کے دن میں اس کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔

عن ابی سعید، قال قال رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم و الذی نفسی بیده لا یبغضنا اهل البیت رجل الا ادخله الله النار۔

ترجمہ: سیدنا ابوسعید سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نہیں بغض رکھے گا کوئی انسان مجھ سے اور میری اہل بیت سے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ مجھ سے فقراء کے فضائل بیان فرما رہے تھے اور دولت مندوں پر فقراء کی فضیلت بیان کر رہے تھے، پس آپ کے کلام مبارک سے میں نے یہ یاد رکھا کہ آپ نے فرمایا: فقراء کی فضیلت میں تجھ کو یہ کافی ہے کہ عائشہ صدیقہ اپنے دور کے دولت مندوں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گی اور میری بیٹی فاطمہ عائشہ صدیقہ سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوگی اس لیے کہ اس نے اس دنیا سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی کم نفع اٹھایا۔

روایت میں ہے:

من سره ان یکتال بالمکیال الاوفٰی اذا صلی علینا اهل البیت فلیقل: اللهم صل علی محمد النبی و ازواجه امهات المؤمنین و ذریته و اهل بیته کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ پورے پیمانہ سے ناپے یعنی پورا پورا بدلہ درود شریف کا قیامت میں لینا چاہے تو اس کو اس طرح درود شریف پڑھنا چاہیے: اللهم صلی علی محمد النبی و ازواجه امهات المؤمنین و ذریته و اهل بیته کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید۔

یہ اہل بیت اطہار ہیں ان کے فضائل ان کے مناقب حساب وشمار سے باہر ہیں ان میں کچھ اہل بیت کے فضائل مشترک ہیں اور کچھ امام حسین، امام حسن، امام علی اور سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہم کے مخصوص ہیں لیکن یہاں پر صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرنا ہمارا مقصود ہے لہٰذا اس پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس (القرآن) کی تفسیر میں علمائے کرام کا بہت سا کلام ہے، وہ دوسرے مقامات پر مفصل منقول ہوگا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و ازواجہٖ و ذریّتہٖ کما صلیت علی سیدنا و مولٰنا ابراھیم و بارك علی سیدنا و مولٰنا محمد و ازواجہٖ و ذریّته کما بارکت علی اٰل سیدنا و مولٰنا ابراھیم انك حمید مجید۔

اللھم صل علی سیدنا و مولٰنا محمد و علی اٰلہٖ کما صلیت علی سیدنا و مولٰنا ابراھیم و بارك علی سیدنا و مولٰنا محمد و علی آل سیدنا و مولٰنا محمد کما بارکت علی اٰل سیدنا و مولٰنا ابراھیم فی العلمین انّك حمید مجید۔

اللھم صل وسلم و بارك علی سیدنا محمد النبی الامی و ازواجہٖ اُمھات المومنین و ذریّتہٖ و اھل بیتہٖ صلٰوۃ و سلاماً لا یحصٰی عددھما و لا یقطع مددھما۔



حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کا ذکر پاک

کیوں کہ از روئے قرآن حضور ﷺ کی ازواج پاک اہل بیت رسول ﷺ ہیں دیگر افراد اہل بیت از روئے حدیث اہل بیت میں شامل ہیں۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب اور عقیدہ ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تقریباً پورا رکوع حضور ﷺ کے اہل بیت یعنی امہات المومنین کے بارے میں نازل فرمایا۔ ان آیات میں سے ایک آیت کا حصہ یہ ہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً۔

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی ﷺ کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے ستھرا کر دے۔

آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بلکہ تم تمام جہاں کی اولین و آخرین عورتوں سے افضل، حضرت آدم علیہ السلام تا روز قیامت کوئی بی بی تمہاری ہم سر نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا ازواج مطہرات اولاد طیبہ طاہرہ سے افضل ہیں کیوں کہ نساسب کو شامل ہے یہ بھی معلوم ہوا جب حضور ﷺ کی ازواج کی مثل عالم میں کوئی عورت نہیں تو خود حضور ﷺ کی مثل بھی کوئی نہیں ہوسکتا۔

جو لوگ اپنے کو حضور ﷺ کی مثل کہتے ہیں وہ اس آیت میں غور کریں۔

چوں کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے اس لیے یہاں ضمیر مذکر لائی گئی اگر چہ اس میں خطاب ازواج سے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا:

فقال لاھلہ امکثوا۔

اور قرآن پاک کی یہ آیات:

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً۔

(پارہ 22 سورۃ الاحزاب آیت 33)

و اذ غدوت من اهلك۔ (پارہ 4 آل عمران آیت 121)

فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوًّا و حزناً۔ (پارہ 20 القصص آیت 8)

فلما قضٰى موسى الاجل و سار باهله آنس من جانب الطور ناراً قال لاهلهِ امكثوا انى انست ناراً لعلى اٰتيكم منها بخبرٍ او جذوة من النار لعلكم تصطلون۔ (پارہ 20 القصص آیت 29)

اذ راٰى ناراً فقال لاهله امكثو انى آنست ناراً لعلى آتيكم منها بقبسٍ او اجد على النار هدًى۔ (پارہ 16 طٰہٰ آیت 10)

فنجينٰه و اهله من الكرب العظيم۔ (پارہ 17 الانبیاء آیت 76)

قالوا ا تعجبين من امر اللّٰه رحمت اللّٰه و بركاته عليكم اهل البيت انهٗ حميد مجيد۔ (پارہ 12 ہود آیت 73)

ذلك لمن لم يكن اهله حاضرى المسجد الحرام۔ (پارہ 2 البقرہ 196)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ازواج پاک کو صیغۂ جمع مذکر حاضر اور ضمیر جمع مذکر حاضر سے مخاطب فرمایا ہے، کیوں کہ لعلکم میں ضمیر جمع مذکر حاضر اور تصطلون صیغہ جمع مذکر حاضر اور مراد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہیں اور قالوا ا تعجبین میں بھی علیکم اهل البيت سے تمام سنی وشیعہ زوجہ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔ اور ان تمام آیات میں مراد بیویاں ہیں اور لفظ اور ضمیر جمع مذکر حاضر کی استعمال ہوئی ہے، چوں کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے، لفظوں کا اعتبار کرتے ہوئے جمع مذکر کا صیغہ اور ضمیر لائی گئی۔

ان آیات کا نزول جمہور علماء مفسرین اولین وآخرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج پاک کے حق میں بیان فرماتے ہیں۔

اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے متعلق نازل ہوئی جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک اہل بیت اصل ہیں۔

عن عكرمة عن ابن عباس قوله تعالى:(انما يريد اللّٰه ليذهب عنكم الرجس

اهل البيت) قال: نزلت فى نساء النبى صلى الله عليه وسلم خاصة، و قال عكرمة: من باهلته انها نزلت فى شان نساء النبى صلى الله عليه وسلم۔

عن عكرمة، انه كان ينادى فى السوق (انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيراً) نزلت فى نساء النبى صلى الله عليه و آله و سلم خاصة و هكذا روى ابن ابى حاتم قال حدثنا على بن حرب الموصلى حدثنا زيد بن الحباب حدثنا حسين بن واقد عن يزيد النحوى۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے بارے میں خاص کر کے نازل ہوئی اور عکرمہ نے کہا: میں اس کے انکار کرنے والے سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

ابن جریر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ بے شک وہ یعنی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بازار میں با آواز بلند یہ آیت مقدسہ پڑھ کر فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے حق میں خاص کر نازل ہوئی۔ اور اسی طرح ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔

الغرض اگر کتب تفسیر کے حوالہ جات ایک ایک کر کے درج کئے جائیں تو ایک طویل فہرست بن جائے گی البتہ اتنی بات یقینی اور حتمی ہے کہ یہ آیت کریمہ صرف اور صرف امہات المومنین ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی اس لیے ہی سنی وشیعہ روایات میں موجود ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا، سیدنا حضرت علی، حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو چادر یا کمبل اوڑھا کر یہ دعا فرمائی:

اللهم هؤلاء اهل بيتى فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا۔

ترجمہ: اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت کے افراد ہیں پس ان سے رجس دور کر دے اور ان کو اچھی طرح صاف اور پاک کر دے۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ پہلے ہی آیت مقدسہ کے مصداق تھے اور آیت مقدسہ صرف ان ہی کے حق میں نازل ہوئی تھی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کرنے کی ضرورت کیوں کر پڑی جب کہ اللہ تعالیٰ اعلان کر

چکا ہے کہ میں نے ان کو پاک کر دیا ہے تو پھر کون سی کسر باقی رہ گئی تھی کہ سید الانبیاء ﷺ کو بارگاہ خداوندی میں دوبارہ عرض کرنا پڑی۔

سنی اور شیعہ کی کتب تفاسیر و احادث میں یہ روایات بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان مذکورہ افراد کو چادر کے نیچے چھپا لیا تو حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضور کیا میں بھی اس چادر میں آسکتی ہوں تو آپ نے فرمایا:

انت علی خیر۔

اور ایک روایت میں ہے:

انت من اھلی۔

جس کا صاف مطلب ہے تم تو از روئے قرآن پہلے ہی اہل بیت ہو، اب دوبارہ چادر میں آنے کی ضرورت نہیں اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر قابل غور بات ہے کہ خیر کے مقابل شر ہے اس کا معنی اور مفہوم یہ ہوگا تم تو خیر پر ہو اور یہ افراد خیر پر نہیں ہیں کیا پھر شر پر ہوں گے والہٰذا احدیث کا یہی مطلب اور مفہوم ہے کہ تم تو از روئے آیت اہل بیت ہو اور ان افراد کو میں اپنے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر کے اہل بیت میں شامل کروا رہا ہوں۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ مذکورہ افراد سیدہ فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی چادر مبارک میں آنے سے عظیم اور بلند مرتبہ پر فائز ہو کر طیب اور طاہر ہو گئے جس میں کوئی شک نہیں تو پھر سید الانبیاء ﷺ کی ازواج مطہرات کی شان کا کیا پوچھنا جنہوں نے ساری زندگی سید الانبیاء ﷺ کی چادر مبارک اور بستر میں گزاری ہے بلکہ شیعہ کی معتبر ترین کتاب مجمع البیان فی تفسیر القرآن جلد نمبر 8 صفحہ 157 پر موجود ہے جو چادر مبارک ان چار حضرات پر اوڑھائی گئی وہ چادر بھی سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ علاوہ ازیں جن روایات میں یہ موجود ہے کہ آیت مقدسہ صرف پنجتن پاک رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے وہ روایت صحیح نہیں ہے۔ مثلاً

حدثنا منزل عن الاعمش عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ ﷺ: نزلت ھذہ الآیۃ فی خنیسۃ؛ فیّ و فی علی و حسن، و حسین و فاطمۃ انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً۔

ترجمہ: منزل اعمش سے، اعمش عطیہ سے، عطیہ ابی سعید سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آیت مقدسہ ان پاک افراد کے حق میں نازل ہوئی؛ میرے، علی، حسن، حسین اور فاطمہ (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس کی سند پر بحث پڑھیے:

منزل ضعیف اور اس کا دماغی توازن درست نہ تھا اور اعمش کے متعلق بھی اسماء الرجال والوں نے بحث کی ہے اور عطیہ اتنا بے ایمان شیعہ ہے جو اصحاب رسول ﷺ کی زبردست گستاخیاں کیا کرتا تھا اور اس بے ایمان نے اپنے استاد بے ایمان محمد بن السائب کلبی کی کنیت ابوسعید رکھی ہوئی تھی تاکہ ابوسعید کے نام سے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دیا جائے جس کا اثر یہ ہوا کہ بڑے بڑے محدثین اور مفسرین بے سوچے سمجھے اس نام سے دھوکہ کھا گئے جس سے علامہ ابن کثیر جیسا محقق بھی نہ بچ سکا۔ علاوہ ازیں اس قسم کی روایات سند اور متن کے اعتبار سے مضطرب ہیں ان میں سند اور متن دونوں کے لحاظ سے شدید اضطراب پایا جاتا ہے الحاصل اہل سنت و جماعت کا مذہب اور مسلک یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج پاک اور ساری اولاد پاک اور پوری کی پوری عترت رسول ﷺ کے اہل بیت میں شامل اور داخل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اب آیئے شیعہ مفسرین امہات المومنین کی شان عظمت کس طرح اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں، چناں چہ:

ثم قال (یا نساء النبی لستن کاحد من النساء) انما قال: کاحد، و لم یقل کواحدة لان احدا نفی عام للمذکر و المؤنث و الواحد و الجماعة ای لا یشبهکن احد من النساء فی جلالة القدر و عظم المنزلة و لمکانکن من رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم۔ (التبیان جلد 8 صفحہ 257 شیخ طائفہ طوسی)

ترجمہ: پھر فرمایا: اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم دوسری عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح اللہ تعالیٰ نے احد فرمایا نہ مثل ایک کی فرمایا مذکر اور مؤنث نہیں فرمایا واحدۃ نہیں فرمایا کیوں کہ یہاں مطلق نفی کرنا مقصود ہے مذکر ہو یا مونث ایک ہو یا جماعت یعنی نہیں ہے تمہارے متشابہ اور مثل کوئی ایک ہی اور تم میں سے بزرگی کی جلالت میں اور بلند مرتبہ میں جو تمہیں حاصل ہے رسول اللہ ﷺ کے قرب کی وجہ سے۔

المعنى: ثم اظهر سبحانه فضيلتهن على سائر النسوان بقوله (يا نساء النبى لستن كاحد من النسا) قال الزجاج: لم يقل كواحدة من النساء، لان احدا للنفى العام، و قال ابن عباس: معناه ليس قدر كن عندى كقدر غيركن من النساء الصالحات، انتن اكرم على فانا بكن ارحم و ثوابكن اعظم لمكانكن من رسول الله۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا: معنی اس کا یہ ہے کہ تمھاری قدر و منزلت میرے نزدیک دوسری تمام نیک عورتوں سے بلند و بالا ہے، تمھارا مقام میرے نزدیک بہت زیادہ ہے، میں سب سے زیادہ تم پر رحم کرنے والا ہوں اور تمھیں جو نسبت اور مقام رسول اللہ ﷺ سے ہے اس کی وجہ سے تمھارا ثواب بہت بڑا ہے۔ (مجمع البیان صفحہ 155 جلد 8)

یہی ترجمہ اور معنی ان الفاظ کا منہاج الصادقین جلد 7 صفحہ 314 پر موجود ہے۔

ملا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر کبیر منہاج الصادقین میں واشگاف الفاظ میں تسلیم کرتا ہے کہ آیت مقدسہ ''انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس'' سے مراد حضور ﷺ کی ازواج پاک ہیں۔ چناں چہ حوالہ ملاحظہ ہو!

صاحب عین المعانی آوردہ کہ ظاہر آیہ اگر چہ دالست برآں کہ مراد از اہل البیت ازواجِ رسول باشد۔

(کتاب مذکور صفحہ 320)

یعنی اہل بیت سے مراد حضور ﷺ کی ازواج پاک ہیں۔

اور آگے لکھتا ہے کہ لیکن روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد یہ پانچ حضرات ہیں: سیدہ فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

افسوس کی بات یہ ہے کہ نص قرآنی کے مقابلہ میں روایت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ خود لکھتا ہے: آیت سے مراد تو ازواج رسول ﷺ ہیں اور روایت سے یہ حضرات مراد ہیں۔

گویہ کہ آیت کے مقابلہ میں روایت کو ترجیح دی جارہی ہے اور یہ روش اور طریقہ قرآن پاک سے انحراف اور رو گردانی کا ہے جو کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو قطعاً پسند نہیں بلکہ سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔

الخبیثٰت للخبیثین و الخبیثون للخبیثٰت و الطیبٰت للطیبین و الطیبون للطیبٰت اولٰئك مبرء ون مما یقولون لهم مغفرة و رزق کریم۔ (پارہ 18 سورۂ نور)

ترجمہ: گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ مفسر لکھتا ہے:

وابی مسلم و جبائی برایں وجہ تفسیر کردہ کہ زنان ناپاک برای مردان ناپاکند و مردان ناپاک راغب بدیشاں و زنان پاک برای مردان پاکند و مردان پاک مائل آند بدیشاں و بعد از آں گفتہ اند کہ ایں قول از ابی جعفر و ابی عبداللہ صلوٰۃ اللہ علیہما نیز منقول است۔

ترجمہ: ابومسلم اور جبائی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کی طرف مائل ہیں۔ یہی معنی اور تفسیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور محمد باقر رضی اللہ عنہ منقول ہیں۔

(منہاج الصادقین جلد 4 تفسیر سورۃ نور صفحہ 290)

اور یہی مصنف خلاصۃ المنہج کے صفحہ 373 جلد 3 پر تحریر کرتا ہے:

جبائی گفتہ کہ مراد آنست کہ زنان ناپاک برای مردان ناپاکند و مردان ناپاک راغب بدیشاں و زنان پاک برای مردان پاکند و مردان پاک مائل بدیشاں و ایں قول از ابوجعفر و ابوعبداللہ صلوۃ اللہ علیہما و علیٰ آبائہما نیز منقول است حاصل آیہ آنست کہ جنسیت سبب الفت و صحبت و چوں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاک ترین موجودات است پس ازواج او نیز البتہ پاک و پاکیزہ اند۔

ترجمہ: جبائی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ناپاک مردان ناپاک عورتوں کی طرف راغب ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مردان پاک عورتوں کی طرف مائل ہیں۔ یہ قول اور تفسیر حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ آیت کا حاصل یہ ہے جنسیت الفت اور محبت کی وجہ سے ہے اور جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات سے پاک تر ہیں آپ کے

ازواج بھی البتہ پاک اور پاکیزہ ہیں۔

صاحب کشاف گفتہ: و فی ھذا دلیل بیّن علٰی ان نساء النبی من اھل بیتہ۔ و بیضاوی گفتہ: و تخصیص الشیعۃ اھل البیت بفاطمۃ و علی و ابنیھما ضعیف ترین باشد۔

ترجمہ: صاحب کشاف نے کہا ہے اور اس میں نبی پاک ﷺ کی ازواج پاک کا اہل بیت ہونے پر بین اور واضح دلیل قاضی بیضاوی نے فرمایا شیعوں کا اہل بیت کو سیدہ فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور ان کے صاحب زادوں کے ساتھ خاص کرنا بہت ضعیف ہے۔ (منہاج الصادقین جلد 7 صفحہ 319)

نکتہ

اس آیت مقدسہ میں واقع لفظ رجس سے کیا مراد ہے جس سے اہل بیت اطہار کو پاک کر دیا گیا۔ انتہائی قابل توجہ اور قابل غور وفکر یہ بات ہے کہ جس رجس سے اہل بیت اطہار کو پاک کر دینے اور اسے اہل بیت سے دور کر دینے کا ذکر ہے اس سے مراد کیا ہے کوئی مفسر بیان کرتا ہے کہ اس سے شرعی احکام کی بجا آوری مراد ہے لیکن یہ بات اس لیے درست نہیں کیوں کہ اس کا مطالبہ ہر مسلمان سے ہے، ہر مسلمان اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ احکام شرعیہ بجالائے پھر یہ اہل بیت کا خاصہ کیوں کر ہوسکتا ہے اور کوئی مفسر بیان کرتا ہے اس سے مراد گندگی اور پلیدی ہے یہ بھی صحیح نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو پاک صاف اور ستھرا رہنے کی تلقین فرماتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

و اللّٰہ یحب المطھّرین۔

یعنی اللہ پاک لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

لا یمسہ الا المطھّرون۔

اور نہ ہاتھ لگائیں اس (قرآن مجید) کو مگر پاک لوگ۔

مسجد قبا شریف کے نمازیوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فیہ رجال یحبّون ان یتطھّروا و اللّٰہ یحب المطّھّرین۔

اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک اور ستھرے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

ولہذا کچھ مفسرین کی یہ تفسیر بھی صحیح نہیں کہ اس آیت تطہیر میں جس رجس کا ذکر ہے اس سے مراد پلیدی اور ناپا کی ہے۔شیعہ مفسرین یہ لکھتے ہیں:

اس سے مراد اہل بیت کا معصوم ہونا ہے، کیوں کہ وہ اس کا معنی گناہ کرتے ہیں یعنی اہل بیت اطہار کو ہر قسم کے گناہوں سے پاک کر دیا گیا ہے یعنی رجس کا معنی گناہ کا ہے یہ بھی درست نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کو گناہوں سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایھا الذین آمنو اتقوا اللّٰہ حق تقٰتہ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

اگر قرآن پاک کی وہ تمام آیات درج کی جائیں جن میں یہ حکم ہے تو یہ موضوع بہت طویل ہو جائے گا۔

و اللّٰہ یحب المطّھرین۔

اللہ تعالیٰ نیک کاروں کو پسند کرتا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ نیک وہی لوگ ہوں گے جو گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں۔

نیز علمائے شیعہ اس آیت مقدسہ سے سیدنا حضرت علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہم) اور بارہ اماموں کا معصوم ہونا ثابت کرتے اور مانتے ہیں مگر سوال یہ ہے اول تو ان کا نام اس آیت مقدسہ میں نہیں اور اس روایت میں بھی سوائے ان چار حضرات کے یعنی سیدنا حضرت علی سیدہ فاطمہ وحضرت حسن وحسین (رضی اللہ عنہم) کے کسی اور کا نام نہیں ہے تو یہ بارہ امام کس طرح اس آیت کا مصداق قرار پائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک جو سنی شیعہ ہر دو فریقین کی تفسیروں کے مطابق نیز قرآن پاک کے سیاق وسباق کے اعتبار سے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ کیوں کر معصوم نہیں دوسری بات یہ ہے اگر وہ اس سے سیدنا حضرت علی حضرت امام حسین اور جناب سیدہ فاطمہ الزہرا (رضی اللہ عنہم) کی اولاد پاک مراد لیتے ہوں، تو کیا وجہ ہے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد پاک یعنی آپ کے صاحب زادے اور صاحب زادیاں کیوں معصوم نہیں، وہ کون سی آیت مقدسہ یا نصِ قطعی ہے جس سے آپ کی حقیقی اولاد پاک عصمت سے محروم ہو نیز سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک معصوم کیوں نہیں جن کی تعداد تقریباً 32 یا 34 افراد پر مشتمل ہے۔اگر شیعہ کہیں کہ ہماری مراد صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا سیدہ کی ساری اولاد پاک مراد ہے یا

بعض اگر ساری ہے تو ان کی تعداد تو بہت زیادہ مثلاً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک تقریباً گیارہ صاحب زادے اور سات صاحب زادیاں ہیں جیسا کہ تاریخ الائمہ میں موجود ہے اور اولاد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تفسیر اس کتاب میں گیارہ صاحب زادے اور چھ صاحب زادیاں لکھی ہیں اور سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک بھی گیارہ صاحب زادے اور چھ صاحب زادیاں درج ہیں اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک پانچ صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں اور اولاد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تفصیل یہ ہے آپ کے نو صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں ہیں اور حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک کی تعداد تاریخ ائمہ والے نے 35 صاحب زادے اور 18 یا 32 صاحب زادیاں لکھی ہیں یہ تفصیل ہے اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور ان کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادوں یا دیگر اماموں کے صاحب زادے اور صاحب زادیوں کی اولاد اگر شمار کی جائے تو پھر بہت بڑی فہرست سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک کی ہو جائے گی یہ تو موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد تک ہے اور کیا آج کے سادات کرام جو دنیا میں موجود ہیں وہ جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہیں ہے یقیناً ہے تو پھر یہ معصوم کیوں نہیں کیا وجہ ہے تو بارہ معصوم کیوں ان کی معصومیت کے متعلق کون سی نص قطعی ہے اور وہ کون سی قرآن پاک کی آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے ان بارہ کے علاوہ دوسری اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی امامت اور معصومیت سے محروم ہے اگر کوئی آیت ہو تو پیش کی جائے پھر اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک جو جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تو معصوم ہوں تو سیدہ زینب بنت سیدنا علی اور سیدہ ام کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہم جو کہ جناب سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے ہے وہ کیوں معصوم نہیں بلکہ اس سے تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ان دونوں صاحب زادیوں کی توہین کا پہلو نکلتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے صاحب زادے تو معصوم ہیں، ان سے کسی قسم کا گناہ نہیں ہوسکتا اور آپ کی صاحب زادیاں اس فضیلت سے محروم ہوں یعنی ان سے گناہ سرزد ہوسکتا ہے، راقم الحروف کے نزدیک اس سے بڑھ کر سیدہ کی صاحب زادیوں کی توہین کیا ہوسکتی ہے۔

آج بھی لوگ بے دھڑک کسی کے لڑکوں کے کردار پر انگشت نمائی کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ بھائی آپ کے لڑکوں کا کردار مشکوک اور ناپسندیدہ ہے اور لڑکیوں کے بارے میں یہ کہنا گوارا نہیں کرتے تو پھر نتیجہ وہی نکلا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحب زادیوں کا قصور کیا ہے جس سے وہ معصومیت سے محروم ہوگئیں چوں کہ یہ سارے کا

سارا مسئلہ شیعوں کا من گھڑت اور موضوع ہے اس لیے یہ ساری مذکورہ خرابیاں پیدا ہوئیں اور الحمد للہ اہل سنت و جماعت سارے افراد اہل بیت کو اللہ کے فضل سے محفوظ جانتے اور مانتے ہیں نبیوں اور فرشتوں کے سوا کسی کو معصوم تسلیم نہیں کرتے اگر فرشتے اور انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم مانتے یا معصوم ہوتے تو یقیناً وہ لوگ معصوم ہوتے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان۔

ترجمہ: اور ناپسند کر دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے کفر فسق و فجور (یعنی گناہ) اور اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت سے ہی کفر گناہ اور نافرمانی کو دور کر دیا یعنی وہ طبعی طور پر ہی ہر قسم کے گناہ سے متنفر ہو چکے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کے بارے میں فرماتا ہے:

الزمھم کلمة التقوی و کانوا احق بھا و اھلھا۔

ترجمہ: اور ان کے لیے کلمہ تقویٰ لازم کر دیا اور وہ تھے بھی اس کے مستحق اور اس کے اہل۔

تو جب تقویٰ اور وہ حضرات لازم و ملزوم ہو گئے یعنی تقویٰ ان سے الگ ہو سکتا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ اس کے اہل اور حق دار تھے تو پھر ان سے گناہ کیسے ممکن ہے۔

بخاری اور مسلم میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سید الانبیاء ﷺ کا یہ ارشاد مبارک موجود ہے:

و الذی نفسی بیدہٖ ما لقیك الشیطان سالکا فجّا قط الا سلك فجّا غیر فجك۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ شیطان تم سے نہیں ملتا کسی راستہ میں چلتا ہوا، مگر وہ تیری ہیبت سے ڈر کر راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کی طرف بھاگ جاتا ہے۔

اور ترمذی شریف کی روایت ہے:

ان الشیطان لیخاف منك یا عمر۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

تو جب شیطان جو کہ انسان کا کھلم کھلا دشمن اور ہر قسم کے گناہ کروانے والا ہے وہی سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا

ہے تو پھر چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ معصوم ہوتے مگر اہل سنت سوائے انبیاء علیہم السلام کے انسانوں میں سے کسی کو معصوم نہیں مانتے۔

اس کے علاوہ بھی کئی آیات اور احادیث اس موضوع پر پیش کی جاسکتی ہیں تو جن کے متعلق یہ آیت مقدسہ اور اس میں کئی اور آیتیں نازل ہوئیں کہ ضرور بہ ضرور وہ معصوم ہونے چاہئیں لیکن ہم اہل سنت و جماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ سوائے نبیوں اور فرشتوں کے کسی کو معصوم نہیں مانتے البتہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے محفوظ اور مغفور ضرور مانتے ہیں۔آمدم برسر مطلب قابل غور یہ بات ہے کہ آخر آیت مقدسہ میں رجس سے مراد کیا ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ ہے کہ اس سے مراد حب دنیا اور مال دنیا سے جس کا مطالبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک نے کیا جیسا کہ ان آیات کے نزول کا سبب ہے یعنی مال دنیا اور متاع حیات دنیا، آیت پاک کا معنی اور مطلب یہ ہے کہ اے سیدالانبیاء کی ازواج اور بیویو! تمہارا مرتبہ اور مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت ہونے کی وجہ سے اس قدر بلند و بالا ہے کہ یہ دنیا کا مال جس کا تم مطالبہ کررہی ہو تمہارے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے وہ رجس اور پلید ہے اس دنیاوی مال ومتاع سے اللہ تعالی تمہیں پاک رکھنا چاہتا ہے۔ اللّٰہ و رسولہ اعلم بالصواب۔

چناں چہ مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:

ان کے لیے کلمہ تقویٰ لازم کردیا اور وہ تھے بھی اس کے مستحق اور اس کے اہل اور جب تقویٰ اور وہ لازم ملزوم ہوگئے۔ یعنی تقویٰ اُن سے الگ ہوسکتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ اس کے اہل اور حق دار تھے۔ تو پھر اُن سے گناہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔

جس سیاق وسباق میں یہ آیت وارد ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں اہل بیت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں کیوں کہ خطاب کا آغاز ہی یا نساء النبی کے الفاظ سے کیا گیا ہے اور ماقبل اور مابعد کی پوری تقریر میں وہی مخاطب ہیں علاوہ ازیں اہل بیت کا لفظ عربی زبان میں ٹھیک ان ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جس میں گھر والوں کا لفظ بولتے ہیں اور اس کے مفہوم میں آدمی کی بیوی اور اس کے بچے دونوں شامل ہوتے ہیں بیوی کو مستثنیٰ کر کے اہل خانہ کا لفظ کوئی نہیں بولتا۔

خود قرآن پاک میں بھی اس مقام کے سوا دو مزید مقامات پر لفظ آیا ہے اور دونوں جگہ اس کے مفہوم میں بیوی شامل بلکہ مقدم ہے۔

پس محاورہ، ورقرآن کے استعمالات اور خود اس آیت کا سیاق وسباق ہر چیز اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور آپ کی اولاد پاک بھی بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج پاک سے ہے اور اولاد پاک لفظ کے مفہوم کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہے اس بنا پر حضرت ابن عباس اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اس آیت میں اہل بیت کا لفظ صرف ازواج کے لیے استعمال ہوا ہے تو یہ بات بھی غلط ہوگی کیوں کہ بہت ساری روایات میں وارد ہوا ہے آپ ﷺ نے جناب سیدہ فاطمہ الزہرا اور امام حسین اور دیگر اپنے خاندان (رضی اللہ عنہم) کے بہت سارے افراد کو اہل بیت میں ذکر کیا ہے اس طرح ان لوگوں کی رائے بھی غلط ہے جو ان روایات اور احادیث کی بنیاد پر ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج ٹھہرانے ہیں اول تو جو چیز صراحۃً قرآن سے ثابت ہو اس کو کسی حدیث کے بل پر رد نہیں کیا جا سکتا دوسرے خود ان احادیث کا مطلب ہی وہ نہیں ہے جو ان سے نکالا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن: مولانا مودودی)



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ پاک کا مفصل بیان

پارہائے صحف غنچہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام

اہل ایمان کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

سیما پہلی ماں کہف امن و اماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پر تسلیم نازل ہوئی
اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

نام ونسب، نکاح واولاد

آپ خویلد بن اسد کی بیٹی ہیں، قریشیہ ہیں۔ پہلے ابوہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق ابن عائذ کے نکاح میں آئیں پھر آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا، اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ ہیں آپ کی زندگی میں حضور نے کسی اور بیوی سے نکاح نہیں کیا عورتوں میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ ایمان لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد آپ سے ہی ہے سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔

وفات

ہجرت سے تین سال پہلے آپ کی وفات ہوئی۔ بعد نبوت دس سال حضور کی خدمت میں رہیں۔ 65 سال عمر پائی۔ پچیس سال حضور کے ساتھ رہیں۔ مقام حجون میں قبر شریف ہے۔ اب اس جگہ کو جنت المعلّٰی کہتے ہیں۔ ان کی تدفین کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ذات خود قبر شریف میں اتر کر دعا خیر فرمائی اور اس وقت تک ابھی نماز جنازہ کی مشروعیت نہیں ہوئی تھی ان کی رحلت کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ محزون اور غم زدہ رہنے لگے۔ آپ کے وصال شریف کے سال کو حزن کا سال کہا گیا ہے۔

بشارت

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا تھا۔ آفتاب اور سورج ان کے گھر میں اترا ہے اور وہاں سے اس کا نور ہر طرف پھیل رہا ہے، حتیٰ کہ مکہ شریف کا ہر گھر اس نور کے

باعث چمک اٹھتا ہے جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں آپ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو اپنے خواب سے آگاہ کیا تو انہوں نے سن کر اس خواب کی تعبیر یوں فرمائی کہ تمہارا نکاح نبی آخر الزمان ﷺ سے ہوگا، سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہی وہ عورت ہیں جو اولین حقیقت اسلام سے آگاہ ہوئیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کی اور حضور ﷺ کی رضا کے مطابق اپنا تمام مال و زر حضور ﷺ اور اسلام پر قربان کر دیا، آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

فضائل وخصائص

آپ ﷺ کی ساری اولاد سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ ہی کے بطن اقدس سے پیدا ہوئی۔ آپ بہت بڑی عاقلہ فاضلہ تھیں حتیٰ کہ جب کفار قریش حضور پاک ﷺ کو جھٹلاتے اور تنگ کرتے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو بڑا رنج اور غم پہنچتا لیکن جب آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیتے آپ کے تمام غم اور دکھ دور ہو جاتے آپ اس قدر اونچے درجے کی سمجھدار اور عاقلہ خاتون تھیں کہ جب حضور ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو چوں کہ آپ ﷺ پر بہت بڑا بوجھ اور ذمہ داری ڈالی گئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ بہ تقاضائے بشریت گھبرا گئے اور گھبرا کر سیدہ خدیجہ الکبری سے فرمانے لگے کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ سے سن کر جو سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وہ آپ کی عقل و دانش اور سمجھ کا منہ بولتا ثبوت ہے چناں چہ آپ رضی اللہ عنہا نے کچھ ان الفاظ میں تسلی اور تشفی دی چناں چہ بخاری شریف میں آپ کے یہ ارشادات:

فقالت خديجة وكلا والله مايخزيك الله ابداً انك لتصل الرحم و تصدق الحديث و تحمل الكل و تقرى الضيف و تعين على نوائب الحق۔

ترجمہ: سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ہرگز نہیں، بہ خدا اللہ تعالی آپ کو کبھی پریشان و شرمندہ نہیں کرے گا آپ قرابت داروں کا خوب حق ادا کرتے ہیں بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں مسافروں کی میزبانی کرتے ہیں اور لوگوں کو راہ حق میں پیش آنے والے حوادث پر مدد دیتے ہیں۔

صحیحین میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! خدیجہ آپ کے پاس کھانا لے کر حاضر ہو رہی ہیں جب آپ کے پاس پہنچیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام فرمائیں اور میری طرف سے بھی نیز انہیں خوش خبری دے دیں ان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنت میں قصب کا محل تیار کر رکھا ہے جس میں کوئی شور وغل اور رنج اور مشقت نہیں ہے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سوائے سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک میں سے کسی کی محبت پر رشک نہیں کرتی تھیں آپ پر مجھے رشک آتا تھا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کے بعد اکثر ان کا ذکر کیا کرتے تھے اور ان کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے ان کی دعوت فرماتے اور کبھی جانور ذبح کر کے گوشت ان کے گھروں میں بھیجا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن سلوک کو دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہمیشہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے رہتے ہیں حالاں کہ اس سے بہتر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازواج عطا فرمائی ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

قال: ما ابدلنی اللّٰہ عزوجل خیراً منھا قد آمنت بی اذ کفر بی الناس و صدقتنی اذ کذبنی الناس و واستنی بمالھا اذ حرمنی الناس و رزقنی اللّٰہ عزوجل ولدھا اذ حرمنی اولاد النساء۔

و لما سئل (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عنھا بعد وفاتھا قال ابصرتھا علی نھر من الجنۃ فی بیت من قصب لا صخب فیہ و لا نصب۔

ترجمہ: فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر کوئی بیوی عطا نہیں فرمائی، بے شک مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب کہ لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا، اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور اس نے اس وقت میری مالی مدد کی جب کہ لوگوں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی وفات کے بعد سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو جنت کی نہر کے کنارے پر موتیوں کے محل میں دیکھا جس میں نہ کوئی شور ہے اور نہ کوئی تھکاوٹ۔

جناب سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کی شان میں بے شمار احادیث اور روایات آئی ہیں ان تمام کا احاطہ کرنے سے راقم الحروف قاصر ہے۔

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے مناقب وفضائل

پہلا نکاح

یہ اپنے خاوند سکران ابن عمرو کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے آئیں آپ پہلے اپنے چچازاد سکران ابن عمرو کے نکاح میں تھیں، حبشہ میں جب یہ افواہ پھیلی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی صلح ہو چکی ہے، آپ اپنے خاوند کے ساتھ مکہ چلی آئیں تھیں۔ سکران ابن عمرو اور سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہما دونوں خاوند بیوی کے اسلام قبول کرنے اور ہجرت کا زمانہ ایک ہے، سکران نے مکہ میں وفات پائی عدت گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ نکاح سیدنا حاطب بن عمر بن عبدالشمس کی ولایت میں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا پہلی خوش قسمت خاتون ہیں جن کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ام المومنین کا شرف حاصل ہوا، اس کی تفصیل مؤرخین نے یوں بیان کی ہے کہ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان دنوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی پریشان اور غم زدہ تھے، سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدیجہ کی وفات سے میں آپ کو بہت ملول ومحزون دیکھتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے کیوں کہ خدیجہ نے میرے ساتھ بے مثال حسن سلوک کیا جو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تو سیدنا خولہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو میں آپ کا نکاح کسی پاکیزہ اور نیک عورت سے کروا دوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمالیا۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو خوش خبری سنائی، سیدہ سودہ نے خوش ہو کر اپنے مقدر پر فخر کرتے ہوئے قبول فرمالیا۔ آپ کا عقد نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن ہجرت سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہوا۔

اس نکاح کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبداللہ بن زمعہ جو اس وقت کافر تھا جب اس کو اس نکاح کا علم ہوا بہت

زیادہ غصہ ہوا اور سر پر خاک ڈال لی۔ اسلام لانے کے بعد جب وہ اپنی اس حرکت پر خیال کرتے تھے تو ان کو بہت زیادہ افسوس ہوتا تھا۔

سیرت اور کتب تواریخ میں لکھا ہوا ہے جس زمانہ میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے پاس تھیں انہوں نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے آپ نے اپنے پاؤں سودہ کی گردن پر رکھ دیے سودہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بہ خدا اگر تو نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں مر جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نکاح کریں گے۔ دوبارہ پھر خواب دیکھا کہ میں تکیہ کے سہارے لیٹی ہوں چاند آسمان سے پھٹ کر مجھ پر گر پڑا اس کا ذکر سکران سے کیا سکران نے کہا میں عن قریب مر جاؤں گا تم میرے بعد نکاح کرو گی اس دن سکران بیمار ہوا اور مر گیا۔

اخلاق

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسب معمول سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیلی میں کچھ درہم بھیجے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا: درہم ہیں جو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں آپ نے وہ درہم فوری طور پر سب میں تقسیم کر دیے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے اور نہ سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کی نسبت میری یہ تمنا ہوئی کاش کہ میری روح اس کے قالب میں ہوتی۔

ایک خواہش

جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا پر بڑھاپا غالب آیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اس بات سے آگاہ ہوئیں تو رات کے وقت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گزرگاہ یا آپ کے دروازے پر آکر بیٹھ گئیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور بارگاہ رسالت میں رو کر عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اور کوئی خواہش نہیں ہے صرف یہی چاہتی ہوں قیامت کے دن آپ کی ازواج مطہرات میں میرا حشر ہو میں اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں تو ان کی یہ آرزو سن کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حال پر رحم آگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ ترک فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

و ان امراۃٌ خافت من بعلها نشوزاً او اعراضاً فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا و الصلح خیر۔

وفات

جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ رات کو اٹھانے کا حکم دیا کیوں کہ آپ کا قد مبارک بھی لمبا تھا، جسم مبارک قدرے فربہ اور جسیم تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ پڑھایا، حضرت اسما نے اسی طرح ڈولی اور مسہری بنائی جس طرح کہ اس سے قبل انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر کیا تھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو دیکھ کر سیدنا اسما کے حق میں دعا دی۔ فرمایا: تم نے ان کا ستر قائم کیا اللہ تعالیٰ تمہارا ستر قائم فرمائے۔



سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

بنت صدیق آرامِ جان نبی
اُس حریم براءت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۃ النور جن کی گواہ
اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام
جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
اُن سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

نام ونسب وکنیت

سیدہ عائشہ صدیقہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں اور آپ کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں۔ام عبداللہ آپ کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کی نسبت سے آپ کی کنیت تھی۔آیت روایت کے مطابق یوں ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی پیدائش کے موقع پر سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تحنیک فرمائی ان یعنی عبداللہ کے منہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا یہ عبداللہ ہیں اور تم ام عبداللہ ہو۔

نکاح

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے سنہ 2ھ کو مدینہ میں رخصتی ہوئی،آپ کے سوا کسی کنواری خاتون سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔

علمیت

آپ بے مثال عالمہ فقیہہ فصیحہ فاضلہ تھیں۔حضور پاک ﷺ سے بہت سی احادیث روایت فرمائیں۔تاریخ عرب میں بڑی باخبر تھیں۔اشعار عرب پر گہری نظر تھی۔

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں 174 متفق علیہ ہیں۔عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔

وفات

مدینہ منورہ میں سنہ 57ھ 17 رمضان منگل کی رات وفات ہوئی۔وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جائے۔آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔آپ پر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے حاکم تھے۔امیر معاویہ کا زمانۂ خلافت تھا۔

عمومی فضائل

سیدنا جبرائیل علیہ السلام آپ کو سلام کرتے تھے آپ پر بہتان لگا تو سورۃ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ کی برات میں نازل ہوئیں۔یعنی سیدہ مریم اور سیدنا یوسف علیہما السلام پر بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین پر بہتان لگا تو خود رب تعالی گواہ۔

یعنی ہے سورۂ نور جس کی گواہ
ان کی پرنور صورت پر لاکھوں سلام

و عن ابی سلمه ان عائشة قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله و سلم یا عائشة هذا جبرائیل یقرئك السلام قالت و علیه السلام و رحمة اللّٰه قالت و هو یریٰ مالا اریٰ۔ متفق علیه

ترجمہ: سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبرائیل ہیں، تم کو سلام کہتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور بولیں حضور ﷺ

وہ دیکھتے تھے جو میں نہ دیکھتی تھی۔

و عن عائشة قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ و سلم اریتك فی المنام ثلٰث لیال یجیء بك الملك فی خرقة من حریر فقال لی هذهٖ امراتك فکشفت عن وجهك الثوب فاذا انت هی فقلت ان یکن هذا من عند الله یمضهٖ۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے تین رات خواب میں دکھائی گئی تھیں تمہیں فرشتہ ریشمی ٹکڑے میں لاتا تھا مجھ سے کہتا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں میں نے کپڑا اہٹایا تو تم تھیں میں نے کہا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے جاری (پورا) فرمادے گا۔

و عنها قالت ان الناس کانوا یتحرّون بهدایا هم یوم عائشة یبتغون بذلك مرضاة رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ و سلم وقالت ان نساء رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ و سلم کن حزبین فحزبٌ فیه عائشة و حفصة و صفیة و سودة و الحزب الاخر ام سلمة و سائرة نساء رسول صلی الله علیه و آلهٖ و سلم فکلم حزب ام سلمة فقلن لها رسول الله صلی الله علیه وسلم یکلم الناس فیقول من اراد ان یهدی الی الرسول الله صلی الله علیه و سلم فلیهدهٖ الیه حیث کان فکلّمته فقال لها لا تؤذِینی فی عائشة فان الوحی لم یاتنی وانا فی ثوب امراة الا عائشة قالت اتوب الی الله من اذاك یا رسول الله ثم انهن دعون فاطمة فارسلن الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فکلّمته فقال یا بنیّة الا تحبّین ما احبّ قالت بلی قال فاحبّی هذه۔ (متفق علیه)

عن انس، ان النبی صلی الله علیه وسلم قال حسبك من النساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجة بنت خویلد۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے تحفوں ہدیوں کے لیے جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دن تلاش

کرتے تھے اس سے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مرضی چاہتے تھے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں دو گروہ تھیں ایک گروہ وہ جس میں جناب عائشہ اور حفصہ اور صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسری جماعت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی باقی بیویاں تو ام سلمہ کے گروہ نے گفتگو کی ان سے کہا تم رسول اللہ ﷺ سے کلام کرو کہ آپ لوگوں سے فرمادیں جو بھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپ کو ہدیہ بھیج دیا کریں۔ حضور جہاں بھی ہوں چناں چہ ام سلمہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ حضور انور ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیوں کہ سوائے عائشہ کے کوئی بیوی نہیں جس کے بستر پر میں ہوں اور وحی آئے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کی ایذا رسائی سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں پھر تمام بیویوں نے جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اے بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔ تو بولیں کیوں نہیں یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ان سے محبت کر۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے کیوں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنا اظہر من الشمس ہے جیسا کہ کتب احادیث اور تواریخ میں موجود ہے تو ظاہر ہے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالا تو گھر میں کفر شرک کا نام ونشان نہ تھا بلکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر توحید ورسالت کے نور سے چمک رہا تھا جیسا کہ سیدہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا تو ان کو توحید ورسالت کا ذکر اور پرچار کرتے پایا۔ آپ کی تعلیم وتربیت سید الانبیاء ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد مکمل ہوئی کیوں کہ آپ بہت زیادہ فہم وذکا اور حد درجہ کی ذہانت کی مالکہ تھیں تو خود اندازہ لگائیں کہ آپ کے علم وفضل کا کیا حال ہوگا۔

فقیہ ومجتہد صحابیہ

ایک روایت میں موجود ہے کہ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا دو حصے دین کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیکھو نیز آپ ہی کی بدولت اس امت مسلمہ کو تیمم جیسی نعمت عطا ہوئی اور سورۃ نور اللہ تعالی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بدولت اس امت

کو عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا قدرتی فلسفیانہ اور مجتہدانہ ذہن اور دماغ رکھتی تھیں، اجتہاد اور طریقہ تنقید واقعات کا ضبط روایت اور درایت میں زبردست مہارت اور اصابت رائے میں آپ کا مرتبہ عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ اور فائق تھا، آپ جو کچھ فرماتیں اور جو توجیہ کرتی تھیں وہ بالکل عقل کے مطابق ہوتی، بہت مشکل سے کوئی روایت آپ کی ایسی ملے گی جسے باور کرنے اور سمجھنے کے لیے عقل انسانی کو دور دراز کار تاویلوں سے کام لینا پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور چاہیے تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کو ہمیشہ جائز قرار دے دیتیں، لیکن چوں کہ آپ اچھی طرح حالات سے واقف تھیں اور جانتی تھیں کہ یہ اجازت کس وقت تک اور کن حالات میں دی جا سکتی ہے، اس لیے جب آپ سے صحابیات رضی اللہ عنہن نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ ہم کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم مسجد میں باجماعت نماز ادا کیا کرتی تھیں، تو آپ نے فرمایا: جو حالات اب ہو گئے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی منع فرما دیتے۔

کمل من الرجال کثیر، و لم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیة امراة فرعون، فضل عائشه علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں سے بہت لوگ مکمل ہیں لیکن عورتوں سے سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح کہ ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خوش قسمت زوجہ ہیں جن کی پاک دامنی اور براءت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہو کر قرآن پاک کی صورت میں سامنے آئی اور نص قطعی کا درجہ قرار پائی۔ آپ صرف صحابیات کی معلّمہ نہیں، بلکہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے علمی فیضان حاصل کرنے والے ہیں۔ یعنی آپ سے کثیر التعداد صحابہ وصحابیات نے قرآن حدیث کا علم اخذ کیا، جیسا کہ جلیل القدر صحابی سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن ابی موسیٰ، قال ما اشتکل علینا اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آلہ

و سلم حدیث قط فسالنا عائشۃ الا و جدنا عندھا منہ علماً۔ رواہ الترمذی

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جب بھی کوئی مشکل پیش آئی یعنی مشکل سے مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو ہم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آتے اور اس کا حل آپ کے پاس پاتے۔

محبوبہ محبوبِ ربّ العالمین

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج پاک اور تمام عورتوں سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری اور محبوبہ تھیں آپ کی براءت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی۔ آپ صدیقہ بنت صدیق قریشیہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری تمام ازواج پاک سے سوائے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زیادہ محبوب اور پیاری تھیں۔ آپ عظیم معلمہ تھیں حتیٰ کہ صحابیات کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرام آپ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے۔ آپ اس قدر صابرہ تھیں کہ بعض اوقات دو دو مہینے مسلسل سید الانبیاء کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی بعض مرتبہ فاقہ رہا کرتا تھا اسی حالت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف پانی اور کھجور پر گزارا کرتیں۔

حدیث مقدسہ میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ رسالت میں بھیجا جب سیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر آرام فرما رہے تھے جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنے کا مقصد بیان کیا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری بیٹی کیا اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں، جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے محبت کر (یعنی عائشہ سے) تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر امہات المومنین کے پاس واپس جا کر ان کو اس کی خبر دی، امہات المومنین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا تو دوبارہ جا کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا مطالبہ عرض کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمارے برابر خیال فرمائیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس بارے میں میں آپ سے کبھی کلام نہیں کروں گی، پھر سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دوسری ازواج پاک کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرنے کے لیے آئیں یہ آپ کی وہ زوجہ ہیں جن سے آپ کو بہت پیار تھا اس میں دیگر ازواج پاک سے بڑھ کر ہمدردی تھی۔ نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر دین میں کسی عورت کو بہتر نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والی اور بہت سچی بات کرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی جو محنت کر کے صدقہ کرنے والی تھیں اور رب کی بارگاہ میں

قرب حاصل کرنے والی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لی اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بستر پر تشریف رکھتے تھے جیسا کہ اس سے قبل فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس حالت میں دیکھا تھا، تو عرض کی: یارسول اللہ! بے شک آپ کی ازواج پاک نے مجھے اس لیے آپ کے پاس بھیجا کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے برابر حقوق دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد ہم دونوں میں تکرار ہوا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس بات کا انتظار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف سے کچھ جواب دیتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل خاموش ہیں تو میں نے زینب رضی اللہ عنہا کو ایسے طریقے سے گفتگو کی کہ وہ لاجواب ہوگئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: یہ ابوبکر صدیق کی بیٹی ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو محبت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے اس کا اندازہ لگائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا کیسا لحاظ رکھا اور کیوں نہ ہوتا جب کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تھی کہ یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔

1- لقد نزل جبریل بصورتی حتی امر رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم ان یتزوجنی۔

ترجمہ: بے شک جبرائیل علیہ السلام میری تصویر لے کر نازل ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ مجھ یعنی عائشہ سے نکاح کریں۔

2- و لقد تزوجنی بکرا، و ما تزوج بکراً غیرها۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

3- و لقد قبض و راسه فی حجری۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف اس حالت میں ہوا کہ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

4- و لقد قبره فی بیتی۔

ترجمہ: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میرے گھر میں بنی۔

5- و لقد حفت الملائکة بیتی۔

ترجمہ: بے شک تحقیق رحمت کے فرشتوں نے میرے گھر کو قیامت تک ڈھانپ لیا۔

6- و انی لابنة خلیفته و صدیقه۔

ترجمہ: بے شک میں آپ کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔

7- و لقد نزل عذری من السماء۔

ترجمہ: بے شک تحقیق میری براءت اللہ تعالی نے آسمان سے نازل کی۔

8- و لقد خلقت طیبة عند طیب۔

ترجمہ: بے شک تحقیق میں طیبہ اور طیب کے لیے پیدا کی گئی۔

9- و لقد وعدت مغفرةا و رزقاً کریماً۔

ترجمہ: اور بے شک تحقیق مجھے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ دیا گیا۔ (موسوعہ اہل بیت النبی صفحہ 578)

قال موسی بن طلحة، قال: ما رایت احداً افصح من عائشة۔ رواه الترمذی

ترجمہ: سیدنا موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح اور بلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔

عن مسروق انه قیل له: هل کانت عائشة تحسن الفرائض؟ قال: والله لقد رایت اصحاب محمد صلی الله علیه و آله و سلم اکابر یسالونها عن الفرائض۔ (موسوعہ اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: سیدنا مسروق سے روایت ہے بے شک ان سے کہا گیا کیا سیدہ عائشہ علم فرائض بھی اچھی طرح جانتی تھیں، انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم فرائض کے بارے میں سوال کرتے ہوئے دیکھا۔

و قال الامام الزهری رحمه الله لو جمع علم عائشة الی علم جمیع النساء لکان علم عائشة افضل و ازید۔ (موسوعہ اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: امام زہری فرماتے ہیں: اگر تمام دنیا کی عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو ان سب کے علم سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم زیادہ اور افضل ہے۔

و قال عطا: کانت عائشة افقه الناس، و احسن الناس رایاً فی العامة۔ و ذاکره ابو عمر ابن عبد البر: انها کانت وحیدة خصوصاً فی ثلاثة علوم؛ علم الفقه، و علم الطب، و علم الشعر۔ (موسوعہ اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: عطا نے کہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ اور سب سے اچھی رائے والی تھیں۔ ابوعمر ابن عبدالبر نے ذکر کیا بے شک آپ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تین علموں میں یکساں اور بے مثال تھیں؛ علم فقہ، علم طب، علم شعر۔

و عن عروة بن الزبیر، قال: ما رایت احداً اعلم بفقه و لا بطب و لا بشعر من عائشة۔ (موسوعہ اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فقیہ اور طبیب اور شاعر ہو۔

فقد کانت قویة فی دین الله تعالی، تامر بالمعروف و تنهی عن المنکر و تغضب من اجل الله عزوجل، تقول ام علقمة بنت علقمة: رایت حفصة بنت عبد الرحمن بن ابی بکر دخلت علی عائشه و علیها خمار رقیق یشف عن جبینها، فشقته عائشة علیها، و قالت: اما تعلمین ما انزل الله فی سورة النور ثم دعت بخمار فکستها۔ (موسوعہ اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: بے شک آپ رضی اللہ عنہا دین میں بہت مضبوط اور سخت تھیں، لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمایا کرتی تھیں اور اللہ کے لیے سخت ناراض ہو جاتیں، ام علقمہ بنت ابی علقمہ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی ان پر باریک اوڑھنا لیا ہوا تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کھینچ کر پھاڑ دیا اور فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں کیا احکام اتارے ہیں، پھر آپ نے ایک موٹا دوپٹہ اوڑھا دیا۔

خصوصیت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے اور آغوش سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اچانک میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں سبز (تازہ) مسواک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کی طرف دیکھنے لگے میں سمجھ گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک پسند فرمارہے ہیں۔ یہ بھی آپ کا علم مبارک ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں کو سمجھ جایا کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا میں آپ کے لیے عبدالرحمٰن سے مسواک لےلوں؟ آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ لےلو! میں نے وہ مسواک لی اور اس کو اپنے منہ میں چبایا اور ارادہ کیا کہ میں دھوکر آپ کی خدمت میں پیش کروں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں مجھ سے مسواک پکڑی اور خوب استعمال فرمائی۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت عیاں ہوتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ کرم فرمایا ہے کہ جب اللہ کے رسول اور محبوب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو میرا اور ان کا تھوک ملا ہوا تھا۔

اسی طرح ایک حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک استعمال فرما کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی کہ وہ دھوکر مجھے دوبارہ دے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسواک لے کر دھونے سے قبل خود استعمال کی۔

آپ اپنی تعریف کو پسند نہیں فرماتی تھیں، چناں چہ مرضِ وصال شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی آپ جانتی تھیں کہ وہ آکر میری تعریف کریں گے، اس لیے آپ نے منع فرمادیا مگر آپ کے بھانجوں نے ضد اور اصرار کیا اور انہوں نے کہا چوں کہ آپ ام المومنین ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سلام عرض کرنے اور آپ کو رخصت کرنے کے لیے آئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو بلالو، حضرت عبداللہ بن عباس بلائے گئے تو جیسا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا ویسا ہی ہوا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیٹھتے ہی آپ کی تعریف شروع کردی اور کہنے لگے اے ام المومنین! آپ کو بشارت اور مبارک ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو ملنے میں اتنا ہی وقفہ اور دیر ہے جتنا کہ آپ کی روح مبارک بدن سے جدا ہونے میں ہے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ ہیں اور آپ کے ہی متعلق سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عائشہ کی ہتھیلی کو جنت میں دیکھا تو میری جان کنی آسان ہوگئی۔ آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تیمّم جیسی نعمت عطا فرمائی اور آپ کی براءت اللہ تعالیٰ نے

ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اتاری جو قیامت تک ہر مسجد اور محراب پر پڑھی جائے گی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مزید آپ کے مناقب بیان کرنا چاہتے تھے مگر سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن عباس! مجھے معاف رکھو اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تو چاہتی تھی کہ میں معدوم محض ہوتی۔

وفات

آپ نے وصال شریف سے قبل ارشاد فرمایا میں نے تدفین کے لیے جگہ اپنے حجرہ مبارک میں رکھی ہوئی تھی لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے الگ میری تعریف کی جائے تو لہذا میرا جنازہ پڑھنے کے بعد مجھے بھی دیگر امہات المومنین کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

آپ نے چھ شنبہ کی رات بہ تاریخ 17 رمضان المبارک 57ھ کو وفات پائی۔ اس وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ جس رات کو آپ نے وفات پائی بہت زیادہ مشعلیں روشن کی گئیں، کیوں کہ مردوں اور عورتوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔

ان کے انتقال سے تمام مسلمانوں خاص کر اہل مدینہ کو بہت زیادہ اور انتہائی صدمہ ہوا۔ طبقات میں موجود ہے کہ سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر اسلام میں بین سیاپا اور ماتم حرام نہ ہوتا تو میں سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر ماتم کرتا۔

سیدنا عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے کس کس کو رنج اور صدمہ ہوا؟ تو اس نے جواب دیا: جس جس کی وہ ماں تھی اسی کو ان کا غم تھا۔

آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق رات کو ہی دفن کر دیا گیا، اس رات کو جنت البقیع میں اس کثرت سے لوگوں کا ہجوم تھا کہ اس سے پہلے اور بعد میں نہ دیکھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بھتیجوں اور بھانجوں نے آپ کو قبر میں اتارا یعنی عبداللہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ۔



اُمّ المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

نام ونسب

آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں، آپ کی ماں کا نام زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہے حضور انور سے پہلے خنیس ابن خذیفہ سہمی کے نکاح میں تھیں ان کے ساتھ ہی ہجرت کی غزوہ بدر کے بعد خنیس رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ہی کہا کیوں کہ اس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول کا انتقال ہو چکا تھا انہوں نے جواب دیا کہ ابھی میرا نکاح کرنے کا ارادہ نہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوکر اس کا ذکر کیا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہو جائے جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کو ایسی بیوی نہ مل جائے جو حفصہ سے بہتر ہو لہٰذا آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حفصہ کا پیغام دے کر اپنے حبالہ عقد میں قبول فرمالیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحب زادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا عطا فرمادی۔

فضائل اور کمالات

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت سمجھ دار تھیں ان کو تعلیم اور تفہیم کا بڑا شوق تھا، عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ، حارثہ بن وہیب، عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم وغیرہ مردوں میں اور صفیہ رضی اللہ عنہا ابی عبید ام مبشر انصاریہ عورتوں میں ان کے دائرۂ تلامذہ میں داخل تھیں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے 40 حدیثیں منقول ہیں جو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنی۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اصحاب بدر اور اصحاب حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔

اخلاق وعادات

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار اور مذہب کی پابند تھیں، قائم اللیل اور صائم النہار تھیں۔ آخر وقت تک اُنھوں

نے روزہ نہ چھوڑا۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب تھا آپ کی جائیداد تھی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نگرانی میں دے دی تھی تو آپ نے اپنے بھائی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے بعد اس جائیداد کو فروخت کر کے صدقہ کر دینا۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو حصول علم کا بہت شوق تھا اس لیے سرور کائنات نے ان کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سیدنا شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا نے ان کو لکھنا سکھایا اور چیونٹی کے کاٹنے کا دم بھی سکھایا، ام المومنین کو دین کے تفقہ میں بھی خاص مقام حاصل تھا۔

تدوین حدیث میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا بڑا ہاتھ تھا۔ سیدنا عمرو بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مکہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لیے مصحف لکھا کرتا تھا۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت شدہ قرآن مجید کے اجزا جمع کر کے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیے تھے جو تازندگی آپ کے پاس رہے یہ وہ اعزاز ہے جو کسی ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حصہ میں نہیں آیا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی جو نقلیں تیار کروائیں وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخے کو دیکھ کر تیار کی گئی تھیں۔ آخری وقت میں جوں جوں آپ نے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا فیض اٹھایا، مزاج میں تیزی نرمی اور حلم میں بدل گئی اسی طرح یہ محبت رسول کا گداز تھا جس سے اپنے والد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے تیز مزاج اور بلند لہجہ میں گفتگو کرنے والی کو صحبت رسول نے سراپا غم زدہ بنا دیا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رجعی طلاق دے دی تھی اس بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ کو بہت دکھ ہوا بعد ازاں سیدنا جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور وحی لائے کہ اللہ تعالی کا حکم ہے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیا جائے کیوں کہ وہ بہت روزہ رکھنے والی اور رات کو جاگنے والی اور جنت میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک ہیں۔

وفات

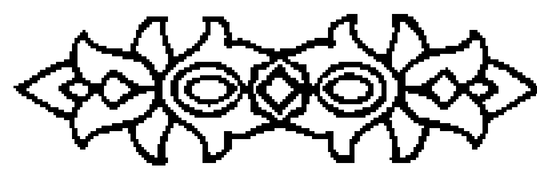
سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان سنہ 45ھ میں وفات پائی۔ مروان عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدنا ابو ہریرہ ان کا جنازہ مغیرہ کے گھر سے مدفن تک لے گئے۔ عبداللہ بن عمر، عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم عبداللہ اور

حمزہ (رضی اللہ عنہما) نے قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

و عن عکرمة قال قیل لابن عباس ماتت فلانة بعض ازواج النبی صلی الله علیه وسلم فخرساجدا فقیل له تسجد فی هذه الساعة فقال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رایتم آیة فاسجدوا و ای آیة اعظم من ذهاب ازواج النبی صلی الله علیه وسلم۔ (مشکوۃ شریف صفحہ 130)

آپ کی وفات کی خبر سن کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سجدہ میں گر پڑے۔ تو ان سے پوچھا گیا یہ وقت کس سجدے کا ہے؟ تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے تشریف لے جانے سے یعنی فوت ہو جانے سے بڑی کون سی نشانی ہے۔

سیدنا ابوبکر حضرت عمر سے ملے اور فرمایا کہ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں میں نے اس وقت اس واسطے آپ کو جواب نہ دیا کہ میں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف مائل دیکھا تھا اور میں نے اس وقت یہ راز فاش کرنا نہ چاہا اگر آپ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہ فرماتے تو شاید میں اپنی زوجیت میں لیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح دیا، چناں چہ 3ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دے دی تھی، مگر پھر رجوع فرمالیا، کیوں کہ وحی الٰہی آئی کہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ ہیں اور جنت میں بھی وہ بہت نمازی، قائم اللیل ہیں آپ سے جماعت صحابہ کی تحسین سے روایت ہے۔ شعبان 45ھ کو وفات ہوئی اور مدینہ منورہ میں قبر انور ہے۔



سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب

اُمّ المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہلالیہ عامریہ ہیں ان کو ام المساکین کہا جاتا ہے کیوں کہ مساکین کو وہ کھانا کھلایا کرتی تھیں اور ان پر بڑی مہربانی فرمایا کرتی تھیں یہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ان کی شہادت احد میں ہوئی۔ بعض علماء اس طرح بھی کہتے ہیں عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں جو سیدہ کے چچازاد تھے ان کی شہادت غزوہ بدر میں ہو چکی تھی بعض کا قول یہ ہے کہ یہ پہلے طفیل بن الحارث کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تھی تو عبیدہ بن الحارث نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور ایک قول اس طرح وارد ہوا ہے ان کی طرف سیدنا عبد اللہ بن جحش اسدی نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا کچھ ارباب سیر اس کو ترجیح دیتے ہیں جس طرح روضۃ الاحباب میں مذکور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے تیسرے سال میں ان کے ساتھ نکاح فرمالیا اور یہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بڑا تھوڑا عرصہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں زندہ رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی مبارک میں ان کا وصال ہو گیا، کچھ مؤرخین لکھتے ہیں صرف دو ماہ کا عرصہ رہیں بعض نے چھ ماہ کا ذکر کیا اور بعض آٹھ ماہ کا مواہب اللدنیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل میں لکھا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات شریف چوتھے سال ربیع الآخر کے مہینہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، جنت البقیع میں ایک قبہ موجود ہے، اس کو قبہ ازواج نبی کہتے ہیں۔ یہ تمام مزارات نجدی سعودیوں نے زبردستی گرادیے تھے اور قبہ بھی منہدم کرادیا تھا۔

بعض لوگ حدیث ''اولکن لحوقاً بی اطولکن یداً'' اور دوسری روایت میں ''اسرعکن لحوقاً بی اطولکن یداً'' کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں بتاتے ہیں کیوں کہ آپ بھی بہت صدقہ دیا کرتی تھیں اور مساکین پر بہت مہربان تھیں یہ روایت غلط ہے صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ حدیث سیدہ زینب بنت جحش کے متعلق ہے جن کا انتقال سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام ازواج سے پہلے ہوا سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو بہ اتفاق محدثین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وفات پاچکی تھیں کیوں کہ آپ کو بہت کم عرصہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا موقعہ ملا، اس لیے دیگر ازواج پاک امہات المومنین کی طرح ان کے فضائل میں زیادہ تر احادیث وارد نہیں ہوئیں، البتہ یہ کوئی کم شرف ہے اُمّ المومنین ہونے میں آپ کو دیگر ازواج مطہرات کی طرح شرف حاصل ہے اور سورۃ احزاب کی آیات جو امہات المومنین کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان میں آپ بھی شامل اور داخل ہیں۔

اُمّ المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب

نام ونسب

آپ کا نام مبارک ہند بنت ابی امیہ تھا۔ آپ بھی قریشیہ مخزومیہ ہیں۔ آپ کی کنیت مشہور ہے۔

نکاح

آپ پہلے اپنے چچا کے لڑکے ابی سلمہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ ہی آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی آپ سب سے پہلے ہودج میں بیٹھنے والی ہیں کیوں کہ آپ اونٹ پر سوار ہو کر حبشہ سے مدینہ پاک آئیں جب ان کا خاوند عبداللہ بن اسد فوت ہو گئے تو ان سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور آپ کا وصال سنہ 41ھ کو ہوا۔

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا پڑھے:

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیراً الا اخلف اللّٰہ لہ خیراً منھا۔

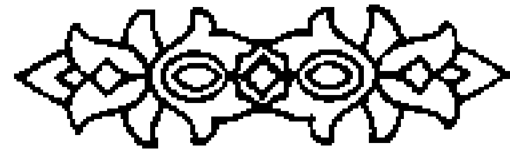
جو یہ دعا پڑھے اللہ تعالی اس کو بہتر عطا فرماتا ہے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میرے شوہر سیدنا ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا میرے خاوند ابوسلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوسکتا ہے کیوں کہ انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک پر عمل کرتے ہوئے یہ دعا پڑھی، تو فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں سمجھ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون ہوسکتا ہے، لہذا آپ کا فرمان مبارک بالکل سچ اور برحق ثابت ہوا، نیز فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام مجھے حاطب بن ابی

بلتعه رضی اللہ عنہ کے ذریعے پہنچا تو میں نے عرض کی: میں عیال دار اور غیرت مند ہوں، پس پہلے خاوند سے میری اولاد ہے تو سید الانبیاء نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تیری اولاد کو وہ تجھ سے بے پروا کردے گا اور یہ بھی دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تیری بے جا غیرت کو لے جائے۔

ام المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا جب کہ وہ سیدنا دحیہ کی شکل میں آئے۔ حدیث میں موجود ہے کہ سلیمان تیمی نے کہا میں نے اپنے باپ ابی عثمان سے سنا کہ جبرائیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ کے پاس سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی موجود تھیں، جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کررہے تھے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ کون ہے، سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ دحیہ ہیں، جب جبرائیل اٹھ کر چلے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے۔

وصال شریف

آپ رضی اللہ عنہا اُمہات المومنین میں سب سے آخر میں وصال پانے والی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال شریف سنہ 59 ہجری میں ہوا تھا۔ اور آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔



سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے مناقب اور فضائل

نام ونسب

آپ کا نام برہ تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر زینب رکھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی ہیں۔

نکاح

پہلے زید ابن حارثہ کے نکاح میں تھیں، انہوں نے طلاق دے دی، تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، یہ نکاح سنہ 5 نبوی میں ہوا۔ انہیں کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا:

فلما قضی زید منها وطراً زوجناکها۔

تمام لڑکیوں کے نکاح ان کے ماں باپ کرتے ہیں اور ان کا نکاح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے خود کیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر متقی پرہیز گار سچی زبان والی کوئی بی بی نہیں دیکھی آپ بڑی سخی صلہ رحمی کرنے والی اپنے ہاتھ سے روزی حاصل کر کے صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں یعنی پہلے آپ کی وفات ہوئی۔ 53 سال عمر پائی۔ 21 یا 20ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں۔ آپ سیدنا زید سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتی تھیں، تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی:

و ما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذ قضی الله و رسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم و من یعص الله و رسوله فقد ضل ضلالا مبیناً۔ (سورۃ الاحزاب)

تو آپ نے یہ آیت مقدسہ نازل ہونے پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے اپنے ارادے اور مرضی کو ترک کر دیا۔

قال انس لو کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کاتماً شیئاً لکتم ھذا قال فکانت زینب تفخر علی ازواج النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم تقول زوجکن اھالیکن و زوجنی اللہ تعالی من فوق سبع سمٰوات۔ و فی بعض الروایات تقول: انا اکرمکن ولیًّا و اکرمکن سفیراً زوجکن اھلکن و زوجنی اللہ من فوق سبع سمٰوات۔ (موسوعۃ اہل بیت صفحہ 593)

سیدہ زینب دیگر ازواج نبوی کے مقابلہ میں اس بات پر فخر کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح سیدالانبیاء ﷺ سے اللہ تعالی نے ساتوں آسمانوں کے اوپر پڑھایا۔

قالت عائشہ فی شان زینب ھی التی کانت تسامینی منھن فی المنزلۃ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، و لم ار امراۃ قط خیراً فی الدین من زینب و اتقی اللہ و اصدق حدیثا و اوصل للرحم و اعظم صدقۃ و اشد ابتذالاً لنفسھا فی العمل الذی تصدق بہ و تقرب بہ الی اللہ تعالیٰ ماعدا سورۃ من حد کانت تسرع منھا الفیئۃ۔ (موسوعۃ اہل بیت صفحہ 593)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی دیگر ازواج میں سے میری زیادہ ہمدرد تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جو میری منزلت اور قدر تھی اس میں وہ میری سب سے زیادہ ہمدرد تھیں اور سچی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور میں نے اتنی زیادہ صدقہ دینے والی نہیں دیکھی۔ آپ خود اپنے ہاتھ سے مال کما کر صدقہ کرتیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو میری والدہ سیدنا ام سلیم نے حیس تیار کیا یہ ایک قسم کا خاص حلوہ ہوتا ہے تو اس کو برتن میں ڈال کر مجھے فرمایا: اے انس! یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ اور جا کر عرض کرو: یارسول اللہ! میری امی جان آپ کو سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہ قلیل سا تحفہ قبول فرمائیے۔ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو میں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میری امی جان آپ کو سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہ آپ کے لیے تھوڑا سا ہدیہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو رکھ دو

اور فلاں فلاح لوگوں کو بلا لاؤ۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جن جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا ان کو اور جو بھی مجھے ملے ان سب کو میں بلا لایا۔ راوی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا ان کی تعداد کتنی ہوگی تو سیدنا انس نے فرمایا: تقریباً تین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے انس! لو اور ان سب کو کھلاؤ تو فرماتے ہیں ان سب نے سیر ہو کر کھایا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہا: اے انس! اب کھانے کا برتن اٹھا لو تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ جب میں نے وہ برتن لوگوں کے سامنے کھانے کو رکھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اسے اٹھایا۔

سبحان اللہ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور دعوت ولیمہ تھا۔ آپ کا لقب ام مساکین تھا' اس لیے کہ آپ اپنے ہاتھ کی کمائی مسکینوں پر صدقہ کر دیتی تھیں اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طول الید کا لقب عطا فرمایا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب سے جلد مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ایک گھر میں جمع ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں تو جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو ہمیں سمجھ آئی کہ لمبے ہاتھ سے مراد کیا ہے۔ ہم پہچان گئیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان طول الید کا مطلب زیادہ صدقہ ہے۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا روزے رکھنے والی رات اور دن کو بہت نمازیں پڑھنے اور قیام کرنے والی تھیں اور اپنی نماز میں بہت زیادہ عاجزی کرنے والی خاتون تھیں' چناں چہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر سنی تو فرمایا بہت اچھی صفات کی مالکہ اور عبادت کرنے والی اور یتیم اور بے سہارا عورتوں کو پالنے والی اس جہاں سے رخصت ہو گئی ہیں۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال شریف 20ھ میں ہوا اور آپ نے وصال شریف کے وقت وصیت فرمائی میں نے اپنا کفن خود تیار کیا ہے اور ہو سکتا ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرے لیے کفن بھیجیں' اگر وہ کفن بھیجیں ان دونوں میں سے جو قیمتی ہو اس کو فروخت کر کے غرباء' یتیموں' مسکینوں پر خرچ کر دیں اور میری چادر کو بھی ساتھ ہی فروخت کر کے خرچ کر دینا۔ اللہ اکبر۔ آپ کا کس قدر بلند و بالا مقام ہے کہ آپ موت کے وقت بھی صدقہ خیرات کرنا نہیں بھولیں۔

رضی اللہ عنہا و جزاهم اللہ منا و جمیع اولادہ من امۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

نام ونسب

آپ کا نام رملہ ہے۔ابوسفیان ابن صخر ابن حرب کی بیٹی ہیں والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص ہے۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی' لہٰذا آپ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔

نکاح

اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کب اور کہاں ہوا۔قوی بات یہ ہے سنہ 6ھ میں نجاشی شاہ حبش نے زمین حبشہ میں آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جب کہ حضور مدینہ منورہ میں تھے۔چارسو دینار یا چار لاکھ درہم مہر اپنے پاس سے دیا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرحبیل بن حسنہ کو بھیجا۔وہ آپ کو مدینہ منورہ حضور کے پاس لائے۔بعض نے کہا مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نکاح ہوا۔سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا سنہ 44ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔آپ سے بہت سے حضرات نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

مما حظیت به رضی الله عنها انها کانت ممن هاجر فی الله الهجرة الثانية الى ارض الحبشة فارة بدينها رضى الله عنها و ارضاها فقد روى ابن سعد والحاكم عن اسماعيل بن عمرو بن سعيد بن العاص قال: قالت ام حبيبة رايت فى النوم عبيدالله بن جحش زوجى باسوا صورة و اشوهه ففزعت فقلت تغيرت والله حاله فاذا هو يقول حيث اصبح يا ام حبيبة انى نظرت فى الدين فلم ار ديناً خيراً من النصر انية و كنت قد دنت ثم دخلت فى دين محمد ثم قدر رجعت الى النصرانية، فقلت والله ماخير لك و اخرته بالرؤياالتى

رایت له فلم یحفل بها و اکب علی الخمرحتی مات فاری فی النوم کان آتیاً یقول یا ام المؤمنین ففزعت فاولتها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتزوجنی قالت فما هو الا ان انقضت عدتی فما شعرت الا برسول النجاشی علی بابی یستاذن فاذا جاریة له یقال لها ابرهة کانت تقوم علی ثیابه ودهنه فدخلت علی فقالت ان الملك یقول لك: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کتب الی ان ازواجکه فقالت بشرك الله بخیر قالت یقول لك الملك وکلی من یزوجد فارسلت الی خالد بن سعید بن العاص فوکلته۔

(موسوعۃ اہل بیت، صفحہ 599,600)

ترجمہ: سیدنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کر کے گئی تو آپ نے خواب دیکھا کہ میرا خاوند عبداللہ بن جحش بہت بری صورت اور حالت میں ہے تو آپ گھبرا گئیں' فرماتی ہیں کہ میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ میرے خاوند کی دینی حالت خراب ہوگئی ہے اور عنقریب مرتد ہو جائے گا' چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ صبح کے وقت ان کے خاوند عبیداللہ بن جحش نے کہا کہ میں نے اسلام میں کوئی خوبی نہیں دیکھی اور عیسائیوں کا دین اس سے بہتر ہے۔ اس لیے میں عیسائی ہوتا ہوں۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر عبیداللہ بن جحش کو بہت ملامت کی اور اپنا خواب بھی بیان کیا' مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا' وہ آخر تک عیسائی رہا اور شراب خوری کے عالم میں مر گیا۔ (طبقات ابن سعد)

فی هذا بیان فضیلة ظاهرة لام حبیبة رضی الله عنها وهی انها کانت ممن شرف بالهجرة الی ارض الحبشة۔ (موسوعۃ اہل بیت صفحہ 600)

ترجمہ: اس میں سیدہ ام حبیبہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئیں اور باوجود اپنے خاوند کے مرتد ہو جانے کے آپ دین اسلام پر قائم رہیں۔

فقد روی الحاکم باسناده الی جعفر بن محمد بن علی عن ابیه قال: بعث رسول الله صلی الله علیه و سلم عمرو بن امیة الضمری الی النجاشی

یخطب علیه ام حبیبةبنت ابی سفیان و کانت تحت عبید الله بن جحش فزوجها اياه و اصدقها النجاشی اربع مائة دینار۔ (موسوعۃ اہل بیت صفحہ 600)

ترجمہ: حاکم نے اپنی سند سے روایت کیا جعفر بن محمد بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر بن امیہ ضمری کو نجاشی کی طرف ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا وہ اس وقت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں تو اس نے آپ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا اور نجاشی نے 400 دینار حق مہر اپنے پاس سے ادا کیا۔

روی ابو عبد اللّٰہ الحاکم باسناده الی ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سال عائشة زوج النبی صلی الله علیه و سلم کم اصدق رسول الله صلی الله علیه و سلم ازواجه قالت کان صداقه لازواجه اثنتی عشرة اوقیة ونصفاً فذلك خمس مائة درهم فهذا صداق رسول الله صلی الله علیه و سلم لازواجه۔ قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الاسناد و علیه العمل و انما اصدق النجاشی ام حبیبة اربع مائة دینار استعمالا لاخلاق الملوك فی المبالغة فی الصنائع لاستعانة النبی صلی الله علیه و سلم به فی ذلك۔ (موسوعۃ اہل بیت صفحہ 600)

ترجمہ: حاکم نے اپنی سند سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک کا حق مہر کتنا تھا؟ تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا ان کی مقدار پانچ سو درہم بنتی ہے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک کا حق مہر تھا۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس پر ہی عمل ہے اور نجاشی نے جو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر چار سو دینار دیا وہ بادشاہوں کے اخلاق میں سے ہے جو کہ وہ اپنے ایسے کاروبار میں اضافہ کرتے رہتے ہیں، علاوہ ازیں اس نے اس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی مدد اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا احترام کیا۔

قال الذهبی: و هی من بنات عم الرسول صلی الله علیه وسلم و لیس فی ازواجه من هی اقرب نسباً الیه منها و لا فی نسائه من اکثر صداقاً منها من

تزوج بها و هی نائية الدار ابعد منها عقد له صلی الله علیه و سلم علیها بالحبشة و اصدقها عنه صاحب الحبشة اربع مائة دینار وجهزها باشیاء۔

(موسوعۃ اہل بیت صفحہ 601)

ترجمہ: امام ذہبی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کی بیٹیوں میں سے تھیں، رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک میں نسبی لحاظ سے ان سے زیادہ قریبی کوئی نہ تھی، اوران کا حق مہر بھی ان سب سے زیادہ تھا، اور یہ گھر کے اعتبار سے ان سب سے دور تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے عقد کیا تو وہ حبشہ میں تھیں اور ان کا حق مہر صاحب حبشہ یعنی نجاشی نے چار سو درہم دیا علاوہ ازیں مختلف اشیا بہ طور جہیز عطا کیں۔

خاوند کے مرتد ہو جانے کے بعد آپ اکیلی اور تنہا رہ گئیں' چناں چہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کوئی مجھے ام المومنین کہہ کر آواز دے رہا ہے۔ تو میں نے خود اس کی تعبیر یہ کی کہ ضرور بہ ضرور سید الانبیاء ﷺ مجھے اپنی زوجیت کا شرف بخشیں گے۔ چناں چہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام دینے کے لیے عمرو بن امیہ کو نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا' ان کے یہ سوچتے ہی اپنی لونڈی ابرہ کے ذریعے سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا نیز یہ بھی کہلا بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لیے لکھا ہے' تم اپنا کوئی وکیل مقرر کردو تاکہ یہ تقریب انجام پائے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوش ہو کر اس کے صلہ میں دو چاندی کے کنگن اور پاؤں کا زیور اور ہاتھ کی انگوٹھیاں اس لونڈی کو عطا کردیں۔ آپ نے خالد بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کردیا۔ چناں چہ نجاشی نے مسلمان مہاجرین جن میں خضر بن ابی طالب بھی موجود تھے کی موجودگی میں نکاح پڑھایا اور چار سو دینار مہر کی رقم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے پاس سے خالد بن سعید کو ادا کردیئے اور ایک پرتکلف کھانے کی مجلس منعقد کی۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج پاک میں سب سے زیادہ سب کے لحاظ سے سیدنا ام حبیبہ نبی پاک ﷺ کے ازواج پاک سے سب سے قریب ہیں۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج پاک میں سے سب سے زیادہ حق مہر آپ کا ہی ادا کیا گیا۔ اس کے علاوہ نجاشی شاہ حبش نے اپنی طرف سے بہت سے تحفے تحائف نذر کیے تھے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی زندگی مبارک کا یہ بے مثل واقعہ ہے۔ جب ابوسفیان مدینہ منورہ میں بحالی معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تو وہ اپنی صاحب زادی

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ملنے کے لیے ان کے گھر گیا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو اس کی حقیقی بیٹی تھی نے کوئی پروانہ کی۔ جب ابوسفیان نے یہ اپنے ساتھ اپنی بیٹی کا رویہ اور سلوک دیکھا تو حیران رہ گیا اور خود بستر پر بیٹھنے کی کوشش کی۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلد از جلد بستر کو لپیٹ لیا۔ ابوسفیان کے پوچھنے پر جواب دیا کہ تو مشرک اور نجس ہے۔ یہ بستر خدا کے محبوب سید المطہرین کا ہے' اس لیے تو اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں' اس کے علاوہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کوئی بات نہیں کی۔ آپ بہت بڑی عابدہ زاہدہ اور متقیہ تھیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت نفل نماز روزانہ پڑھے گا اس کا جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ آپ کے فرمان کی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس قدر پابند تھیں خود فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کے بعد میں نے کہا میں نے نماز کبھی نہیں چھوڑی بلکہ ہمیشہ پڑھتی' جب ان کے باپ ابوسفیان کا انتقال ہوا تو خوشبو منگوا کر اپنے رخساروں اور بازوؤں پر ملی اور فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی' مگر میں نے یہ عمل اس لیے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ ایمان دار عورت کے لیے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں بجز شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار ماہ اور دس دن ہے۔

قال سمعت عائشة تقول دعتنی ام حبیبة زوج النبی صلی الله علیه و سلم عند موتها فقالت قد کان یکون بیننا مایکون بین الضرائر فغفر الله لی و لك ما کان من ذلك فقلت غفرالله لك ذلك کله و تجاوز و حللك من ذلك فقالت سررتینی سرك الله، و ارسلت الی ام سلمة فقالت لها مثل ذلك و توفیت سنة اربع و اربعین فی خلافة معاویة بن ابی سفیان۔ (موسوعۃ اہل بیت صفحہ 601)

بے شک آپ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی، عبادت کرنے والی اور متقیہ تھیں۔ ابن سعد اور حاکم نے عوف بن حارث سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ مجھے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی موت کے وقت بلایا اور فرمانے لگیں کہ چوں کہ ہم ایک دوسرے کی سوکنیں ہیں تو جو کچھ ہمارے درمیان بات ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو معاف فرمائے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس قسم کی تمام باتیں یا معاملات معاف فرمادے اور درگزر فرمائے اور وہ سب آپ کے لیے حلال کرے تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سن کر فرمایا: تو نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش کرے اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف

بھی اسی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

وفات

آپ کی وفات سنہ 44ھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ 73 سال کی عمر میں وفات پائی اور مدینہ منورہ جنت بقیع میں دفن ہوئیں۔ وصال سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھ میں اور آپ میں سوکنوں کے تعلقات تھے' اگر کوئی لغزش مجھ سے ہوئی ہو تو آپ مجھے اللہ کے لیے معاف کر دیجئے اور میرے لیے دعائے مغفرت بھی کیجیے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بلندی درجات کی دعا کی۔ آپ بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں: اے عائشہ! آپ نے مجھے خوش کیا' اللہ آپ کو خوش کرے۔

مختصر سیرت

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی عالمہ فاضلہ اور اوصاف کاملہ کی حاملہ عورت تھیں۔ حدیث کے فن میں آپ کے کافی تعداد میں شاگرد تھے۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد 65 کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے۔ آپ سے بہت سارے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم روایت کرنے والے ہیں۔ آپ بہت بڑی عابدہ زاہدہ اور سید الانبیاء سے حد درجہ محبت کرنے والی تھیں۔



سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے مناقب وفضائل

سنہ 5 ھ میں غزوہ مریسیع میں جسے غزوہ مصطلق بھی کہتے ہیں گرفتار ہو کر آئیں اور سیدنا ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کتابت کا روپیہ ادا کر کے آپ کو آزاد کر کے آپ سے نکاح کر لیا، لہٰذا آپ اُمّ المومنین ہیں۔ آپ کا پہلا نام برہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ نام رکھا۔ آپ نے 65 سال کی عمر پائی۔ ربیع الاول 56 ھ میں وفات پائی۔ آپ کے بہت سے فضائل ومناقب ہیں۔

اخلاق وعادات اور فضائل

آپ عورتوں میں بڑی فاضلہ ہیں اور ان کی سردار ہیں۔ آپ کا دل مبارک اور باطن بالکل صاف اور پاکیزہ تھا۔ اپنی قوم کے حق میں بہت برکت والی ثابت ہوئیں۔ آپ بہت عقل مند اور دانش مند عورت تھیں اور موافق رائے والی بڑی قناعت پسند، ذاکرہ' شاعرہ اور پرہیز گار متقیہ خاتون تھیں، بڑی عالمہ اور حدیث کو روایت کرنے والی ہیں۔ آپ کی روایت کردہ احادیث سنن کی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ کے والد حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے مصطلق کے بڑے سردار تھے۔ جن کی زیرنگرانی آپ نے پرورش پائی۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے صغرسنی میں مصافع بن صفوان مصطلقی سے نکاح کیا' جو کہ بنوخزاعہ کا معزز نوجوان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو صغرسنی میں ہی بہت اچھی صفات اور اخلاق سے مزین فرمایا تھا۔ انتہائی مہربان' عزت والی عورتوں میں شمار ہوتا۔ آپ بہت اچھے اخلاق اور حسن ادب میں مشہور تھیں۔ علاوہ ازیں آپ کے محاسن اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ آگے چل کر آپ کو شجر نبوت کا سایہ بھی نصیب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو امہات المومنین میں شامل ہونے کا شرف بخشا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت بن گئیں۔

اسلام میں آپ کا بہت بڑا مقام ہے۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں کس طرح شامل ہو کر حضور کی محبوب ترین زوجہ بن گئیں اور امہات المومنین میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب نورِ اسلام نے دنیا کو منور کیا اور اس کی روشنی جزیرہ عرب میں پھیل گئی تو بنی مصطلق ابھی جہالت کی رسم ورواج اور کفر میں تھے اور مسلمان اور مشرکین کے درمیان جو غزوات اور جنگیں ہوئیں وہ کفار کے لیے اس بات کا اعلان تھا کہ دین اسلام پوری دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ آخر کار عرب کے سارے خاندان اور قبائل یا تو مسلمانوں سے زبردست ہزیمت

اور شکست اٹھائی یا حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

ان حروب اور جنگوں میں سے غزوہ بنی مصطلق بھی ہے۔ چناں چہ غزوہ مصطلق سنہ 5 ھ میں بہ قول دیگر سنہ 6 ھ میں ہوا۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اس جنگ کی غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ جب غنیمت کے مال کی تقسیم ہوئی تو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سیدنا ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں' کیوں کہ آپ کا تعلق اونچے خاندان سے تھا اور عظیم سردار کی بیٹی تھیں' اس لیے آپ نازک مزاج' انتہائی خوب صورت تھیں۔ سردارِ قبیلہ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے لونڈی بن کر رہنا آپ کو ناگوار گزرا۔ لہٰذا آپ نے ثابت بن قیس سے مکاتبہ ہونے کی درخواست کی جو کہ انہوں نے منظور کر لی۔ اس کے بعد سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں مبتلائے مصیبت ہوں اور مکاتبہ ہو چکی ہوں۔ آپ سے فریاد کرتی ہوں کہ آپ میری مالی مدد فرما کر آزادی بخشیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہوگا تمہارا مال کتابت ادا کر دوں اور عین اپنی زوجیت کا شرف بخشوں۔ یہ سن کر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی مسرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ عرض کیا اس سے بہتر میرے ساتھ حسن سلوک کیا ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرما لیا' جب یہ حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا تو انہوں نے بنی مصطلق کے سارے قیدی یہ کہہ کر آزاد کر دیئے چوں کہ آپ بنی مصطلق والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار اور قریبی بن چکے ہیں۔ لہٰذا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا کوئی رشتہ دار بھی ہماری قید یا غلامی میں نہیں رہنا چاہیے۔ سبحان اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس ادب رسول کا نظارہ کرو اور اس سے ان لوگوں کو بھی غیرت کرنی چاہیے اگر ہو تو جو اپنی گمراہی اور بے دینی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرتے ہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق دبائے اور انہیں تنگ کیا۔ العیاذ باللہ

کتابوں میں تو یہ لکھا ہے اس وجہ سے بنی مصطلق کے سو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اس خصوصیت پر مستحق تحسین قرار پاتی ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مارایت امراۃ اعظم برکتہ منہا لقومہ۔

یعنی میں نے کسی عورت کو جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے باعث برکت نہیں دیکھا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے اس قدر بابرکت اور باعزت ثابت ہوئیں' خود ام المومنین بن کر ان پاک خواتین میں شامل ہو گئیں' جن کو امہات المومنین کا شرف حاصل ہے۔ اس کی بدولت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا والد حارث

بن ابی ضرار اور اس کی ساری قوم قبیلہ نے مسلمان ہو کر افواج دین میں شامل ہو کر مجاہدین اولین کا شرف حاصل کر لیا اور ان لوگوں میں شامل ہو گئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لیے چن لیا۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتیں یا اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتیں تو اس کو اچھی طرح سمجھ لیتیں اور مکمل عاملہ ہو جاتیں۔ آپ بہت بڑی متقیہ، عابدہ، فقیہہ اور پرہیزگار، نرم دل، عقل مند، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والی اور امت کی بہتری چاہنے والی تھیں۔

آپ سے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث روایت کرتے ہیں۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کے وظائف مقرر کیے تو سوائے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور جویریہ کے بارہ بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا، ان کا چھ ہزار درہم مقرر کیا۔ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا اے عمر! دوسروں کے بارہ بارہ ہزار اور ہمارے لیے چھ چھ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اتنا تفاوت اور فرق، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کا یہ اعتراض سن کر پہلے تو فرمایا ان کی ہجرت کی وجہ سے ان کا وظیفہ دگنا کیا گیا، جب اس پر بھی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے اعتراض کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی دیگر امہات المومنین کے برابر وظیفہ جاری کر دیا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی زندگی مبارک علم و عمل، ذکر و فکر اور دعا و تسبیح اور تعلیم و تعلم سے بھری پڑی ہے۔ یہ وہ علم تھا جو انہوں نے اس عظیم مدرسہ سے حاصل کیا، جس کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قائم کیا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سید الانبیاء کی سیرت طیبہ آپ کی ازواج پاک میں سے بہت اچھے طریقے سے بیان فرمایا کرتی تھیں۔ (نساء اہل بیت مصنفہ احمد خلیل جمعہ، مطبوعہ بیروت)

آپ کے مزید فضائل و مناقب اور تمام خوبیوں کا تذکرہ طوالت کی وجہ سے یہاں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا، مزید تفصیل کے لیے کتاب نساء اہل بیت کا مطالعہ کیجیے۔

وفات

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے بہ عمر 65 سال سنہ 50 ھ میں وفات پائی اور بہ روایت محمد بن عمران آپ کی وفات سنہ 56 ھ میں ہوئی۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا معاویہ کے عہد خلافت میں ربیع الاول میں انتقال ہوا۔ مروان بن حکم جو اس وقت مدینہ پاک کا والی تھا اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مناقب اور فضائل

سیدہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ عامریہ ہیں۔ بعض نے فرمایا آپ کا نام برہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ نام رکھا۔ آپ پہلے مسعود ابن عمرو ثقفی کے نکاح میں تھیں' اس نے آپ کو طلاق دے دی' بعد میں آپ سے ابورحم نے نکاح کیا' اس کی وفات کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے مشرف ہوئیں۔ حضور نے آپ سے نکاح ذی قعدہ سنہ 7 ھ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مقام سرف میں کیا' جو مکہ معظمہ سے دس میل ہے۔ وہاں ہی آپ کی وفات سنہ 41 ھ یا سنہ 51 ھ میں ہوئی۔ وہاں ہی آپ دفن ہوئیں بلکہ عین نکاح کی جگہ ہی آپ کی قبر شریف ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

آپ ام فضل زوجہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ پاک ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں آپ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے اور صلہ رحم کرنے والی تھیں۔

اخلاق و عادات

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ ایک عورت نے بیماری کی حالت میں منت مانی تھی کہ شفا ہوئی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھوں گی اللہ نے اسے شفا دی۔ شفایابی پر سیدہ میمونہ سے رخصت لینے آئی سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مسجد نبوی میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے، پس تم مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو۔

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الاخوات مومنات ميمونة زوج النبى صلى الله عليه و سلم و اختها ام الفضل بنت الحارث و اختها سلمة بنت الحارث امراة حمزة، و اسماء بنت عميس اختهن لامهن۔

(موسوعۃ آل بیت النبی الاطہار صفحہ 609)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن بہنیں، میمونہ نبی پاک ﷺ کی زوجہ اوران کی بہن ام فضل بنت حارث اور ان کی بہن سلمٰی بنت حارث زوجہ حمزہ، اور اسماء بنت عمیس کی ماں جائی بہنیں ہیں۔

بے شک، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ان دوصفتوں کی گواہی دی جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کی صفات میں سے ہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر یہ دوصفات اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ہیں جو کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا میں پائی جاتی ہیں اور صلہ رحمی جو ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ محترمہ سید الانبیاء ﷺ اور ان کی حقیقی بہن سیدہ لبابہ رضی اللہ عنہا سیدنا عباس کی پھوپھی ہیں ان کی تیسری حقیقی بہن سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں' ان کی چوتھی بہن سیدنا جعفر بن ابی طالب کی زوجہ ہیں اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ ان کے وصال کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور یہ سیدہ میمونہ حبر امت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی خالہ ہیں۔

صلہ رحمی اور عدم قطع رحمی اخلاقِ کریمہ کا ایک عظیم اصول ہے' جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا۔

فضائل وکمالات

ایک مرتبہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پراگندہ سر آئے تو بولیں بیٹا اس کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا: ام عمار (یعنی میری بیوی) نسوانی امراض میں مبتلا ہے، وہ میرے کنگھا کرتی تھیں۔ بولیں: کیا خوب! رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج پاک کی گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن شریف پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں چٹائی اٹھا کر مسجد میں رکھ آتی تھیں' بیٹا کہیں ہاتھ میں بھی مرض ہوتا ہے!

آپ اوامر ونواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں' اس بارے بہت سخت تھیں۔ ایک دفعہ ان کا ایک رشتہ دار ان کے پاس آیا اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی' انہوں نے اس کو سختی سے جھڑک دیا اور کہا کہ آئندہ کبھی میرے ہاں نہ آنا!

وفات

جس مقام پر آپ کی رسم عروس ادا ہوئی وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ یعنی مقام صرف میں دفن ہوئیں۔ سنہ **51** ھ میں وفات ہوئی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی' جس وقت میت اٹھائی جانے لگی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی بیوی ہیں' جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو' آہستہ لے چلو۔

حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے مناقب وفضائل

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں' بنی اسرائیل میں سے ہیں' سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ کنانہ ابن ابی حقیق کے نکاح میں تھیں جو جنگ خندق میں مارا گیا۔ محرم سن 7ھ میں آپ قید ہو کر آئیں اور اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض انہیں خرید کر آزاد فرما کر خود ان سے نکاح فرمالیا۔ ام المومنین نے سن 50ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ سے سیدنا انس اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

انس بن مالك، قال بلغ صفية ان حفصة قالت بنت يهودى فبكت فدخل عليها النبى صلى الله عليه وسلم و هى تبكى فقال ما يبكيك؟ قالت: قالت لى حفصة انى ابنة يهودى فقال النبى صلى الله عليه و سلم و انك لابنة نبى، و ان عمك لنبى و انك لتحت نبى ففيم تفخر عليك؟ ثم قال: اتقى الله ياحفصة۔ (موسوعۃ اہل بیت، صفحہ 605)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب صفیہ کو خبر پہنچی کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا تو وہ روئیں' ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ وہ رو رہی تھیں، فرمایا: کیوں روتی ہو آپ بولیں کہ مجھے حفصہ نے کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نبی کی بیٹی ہو تمہارے چچا نبی ہیں اور تم نبی کی بیوی ہو تو تم پر حفصہ رضی اللہ عنہا کیسے فخر کرتی ہیں' پھر فرمایا: اے حفصہ! اللہ سے ڈرو!

جب خیبر فتح ہوا یہودی اپنے تمام اہل وعیال جن میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں قید ہو گئے۔ یہ لڑائی یہودیوں کے لیے ایسی تباہ کن تھی کہ ان کی سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔ آئندہ وہ مسلمانوں سے لڑنے کے قابل نہ رہے۔ کیوں کہ اس جنگ میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے' جن میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور بھائی بھی تھے' اس لیے

اسیران جنگ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی حالت بہت زیادہ قابل رحم تھی' جب اموال غنیمت کی تقسیم ہونے لگی اور تمام قیدی اس مقصد سے جمع ہوئے تو دحیہ کلبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے ایک لونڈی کی ضرورت ہے عطا فرمائی جائے' آپ نے اس کو انتخاب کی اجازت دی' یعنی جو پسند ہوا سے لے لو۔ سیدنا دحیہ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو پسند کرلیا' کیوں کہ آپ نسبت عزت اور وقار کی حاملہ تھیں اس حیثیت سے ان کا احترام دوسرے قیدیوں سے زیادہ تھا۔ اگر آپ سیدنا دحیہ کلبی کے حصہ میں آتیں تو ان کے ساتھ عام عورتوں جیسا برتاؤ کیا جاتا ان کی شان کے خلاف تھا' اس خیال سے بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ صفیہ بنی نضیر اور بنی قریظہ کی رئیسہ اور سردار ہیں وہ آپ ہی کے لیے مناسب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ قبول فرمایا۔ دحیہ کو دوسری لونڈی عطا کر کے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کرلیا۔ یہ سنہ 7 ھ کا واقعہ ہے۔

نکاح کے بعد خیبر سے روانگی ہوئی مقام صبا میں رسم عروسی ادا کی گئی اور اسی جگہ دعوت ولیمہ ہوئی۔ آپ نے جہاد سے چلنے کے لیے انہیں اونٹ پر سوار کیا' خود اپنی قبا سے ان پر پردہ کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں داخل ہوگئی ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن جمال بھی عطا فرمایا تھا۔ اس لیے جب انصار کی عورتوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن جمال کا حال سنا ان کو دیکھنے کے لیے آئیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب رکھتیں اور پیار کرتی تھیں۔ روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے اور تمام ازواج پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھیں تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسرت سے کہا یارسول اللہ! کاش آپ کی تمام تکلیفیں اور مصیبتیں مجھے مل جائیں اور آپ کو کچھ نہ ہو۔ یہ سن کر امہات المومنین آپ کی طرف دیکھنے لگیں تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ سچ کہتی ہیں۔ ایک بار سفر میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج پاک کے ہمراہ تھیں، اتفاق سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا' آپ بہت گھبرائیں اور بے اختیار رونے لگیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو خود تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے آنسو پوچھنے لگے' مگر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی گریہ زاری بند ہونے کے بجائے مزید بڑھ گئی۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے ساتھ اتر پڑے' جب شام ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش کو فرمایا اے زینب! تم صفیہ کو ایک اونٹ دے دو۔ سیدہ زینب بولیں کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں' یہ کلمہ آپ کو بہت ناگوار گزرا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب سے اس قدر ناراض ہوگئے۔ آپ

نے دو تین ماہ تک سیدہ زینب سے بات نہ کی' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ زینب کو معافی دلائی۔
آپ میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا فطری جذبہ پایا جاتا تھا۔ چناں چہ جب سنہ 35ھ میں سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے اور بلوائیوں نے آپ کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا، تا کہ کوئی آپ سے نہ مل سکے، اس وقت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام کے ساتھ پانی کا مشکیزہ لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف تشریف لے چلیں' مگر مالک اشترنخعی خبیث ملعون نے دیکھا تو خچر کو مارنے لگا' خطرے کے پیش نظر آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچ سکیں اور واپس آ گئیں۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں:

كانت صفية حليمة عاقلة فاضلة، كانت عاقلة من عقلاء النساء۔

ترجمہ: صفیہ عاقلہ اور حلیمہ تھیں اور تمام عورتوں سے زیادہ عقل مند تھیں۔ آپ عورتوں میں نہایت عقل مند عورت تھیں۔

فضل وکمال

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا دیگر ازواج کی طرح علمی خصوصیات کا بھی مخزن تھیں' اکثر لوگ مسائل پوچھتے اور اطمینان حاصل کرتے کوفہ کی عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لیے ان کے پاس بیٹھی ہوتیں' آپ سب کے سوالات کا جواب نہایت احترام کے ساتھ دیتیں۔

وفات

سنہ 50ھ میں جب آپ کی عمر 60 سال تھی وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ وفات سے قبل وصیت کی تھی میری متروکہ املاک کا ثلث میرے بھانجے کو دے دیا جائے۔



ذکر اولاد امجاد سید الانبیاء ﷺ

حضور ﷺ کے تین صاحب زادے، بہ روایت دیگر چار صاحب زادے اور چار ہی صاحب زادیاں ہیں۔ صاحب زادوں میں مؤرخین کا قدرے اختلاف ہے۔ اکثر علماء کرام اور مؤرخین نے تین صاحب زادوں کا ذکر کیا ہے، مگر راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق آپ کے صاحب زادے بھی چار ہی ہیں، جن کی تفصیل آگے بیان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن آپ کی صاحب زادیوں کے چار ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ چناں چہ کتب اہل سنت اور شیعہ اس سے بھری پڑی ہیں، جس کا ذکر ان شاء اللہ ابھی ہوگا۔

یا ایھا النبی قل لازواجك و بناتك و نساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن، ذلك ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین و کان اللّٰه غفورًا رحیمًا۔

(پارہ 22 سورۃ الاحزاب آیت 59)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے یہ کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے قرین عقل ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ترجمہ مقبول شیعہ: اے نبی! اپنی بیبیوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور گردنوں پر اپنی چادروں کا گھونگھٹ لٹکا لیا کرو، یہ ان کی شرافت کی پہچان کے واسطے بہت مناسب ہے، تو انہیں کوئی چھیڑے گا نہیں تو خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ از فرمان علی شیعہ)

و تزوج خدیجة و ھو ابن بضع و عشرین سنة فولد له منھا قبل مبعثه صلی اللہ علیه و سلم القاسم و رقیة وزینب و ام کلثوم و ولد له بعد المبعث الطیب و الطاھر و فاطمة۔ (اصول کافی صفحہ 500 جلد اول طبع جدید ایران)

قال حدثنی جعفر بن محمد عن ابیه قال ولد لرسول الله صلی الله علیه و آله و سلم من خدیجة القاسم و الطاهر و ام کلثوم و رقیة و فاطمة و زینب۔

(قرب الاسناد صفحہ 6)

یاد رہے کہ یہ کتاب سیدنا امام حسن عسکری کے شاگرد خاص ابی العباس عبداللہ بن جعفر القمی کی تصنیف کردہ ہے۔

و ان خدیجة رحمها الله ولدت منی طاهراً و هو عبد الله و هو المطهر و ولدت منی القاسم و فاطمه و رقیه و ام کلثوم و زینب۔

(کتاب الخصال جلد 2 صفحہ 405 شیخ الصدوق علی بن الحسین القمی متوفی 381 مطبوعہ تہران)

از سیدنا صادق علیہ السلام روایت شدہ است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ (منتہی الآمال جلد اول صفحہ 79 مصنف شیخ العباس قمی)

بہ سند معتبر از سیدنا صادق روایت کردہ است کہ از برای رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ 718 مصنفہ ملا باقر مجلسی)

ان تمام عبارات کا ترجمہ یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے شکم پاک سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد پاک سیدنا طاہر' سیدنا عبداللہ' سیدہ فاطمہ' سیدہ رقیہ' سیدہ ام کلثوم' سیدہ زینب رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئے۔

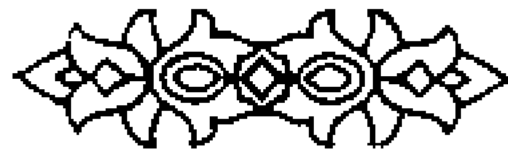
اسی مضمون کی بے شمار روایات سنی اور شیعہ کتب میں موجود ہیں۔ اس جگہ چوں کہ صرف اہل بیت کا ذکر مطلوب ہے۔ اس لیے دیگر حوالہ جات کی ضرورت نہیں' کیوں کہ سید الانبیاء علیہ السلام کی ساری اولاد پاک طیب و طاہر اور آپ کی اہل بیت ہیں۔

افسوس ہے کہ روافض زبانی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اولادِ رسول یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں، مگر سرے سے آپ کی اولاد مبارک کے بہت اہم افراد جو کہ حقیقی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلب مبارک میں سے ہیں ان کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ مرض اور بیماری پاک و ہند کے روافض میں پائی جاتی ہے، جب کہ پوری دنیا کے اہل سنت اور شیعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحب زادیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ چناں چہ آج بھی ایرانی شیعہ حج اور عمرہ کے موقع پر جو دعائیں اور آدابِ حرمین شریفین پر مشتمل کتابچے ساتھ لاتے ہیں ان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحب زادیوں کا ذکر ہے اور وہ ان پر سلام پڑھتے ہیں۔

مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صاحب زادوں کی تعداد کتنی ہے؟ تین، چار، چھ۔ صاحب دلائل الخیرات کے نزدیک آپ کے صاحب زادوں کی تعداد چار ہے اور زیادہ تر تین بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑے سیدنا عبداللہ ہیں۔

سیدنا قاسم' سیدنا عبداللہ' سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان میں بڑے صاحب زادے کون ہیں۔

بعض علماء کے نزدیک سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ بڑے صاحب زادے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کی ولادت اعلان نبوت سے پہلے ہوئی۔ یہ اپنے پاؤں سے چلنے کی عمر تک زندہ رہے تھے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سواری پر سوار ہونے کی عمر تک زندہ رہے۔ اس کے بارے میں اور بھی اقوال ملتے ہیں۔ آپ اعلان نبوت سے پہلے ہی وصال پا گئے تھے۔



عبداللہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صاحب زادے سیدنا عبداللہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ان ہی کا لقب بعض کے نزدیک طیب اور طاہر ہے۔مکہ شریف میں اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔بچپن کی حالت میں مکہ پاک میں رحلت فرمائی اوران دونوں صاحب زادوں کی قبریں ان کی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے پاس ہی ہے۔ان کے وصال شریف کی خبر سن کر عاص بن وائل نے یہ بکواس کیا تھا کہ محمد بن عبداللہ کے دونوں صاحب زادے یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) ابتر یعنی بے نسل ہوگئے ہیں۔اس موقع پر سورۃ کوثر کا نزول ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان شانئك هو الابتر۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہی ابتر ہے۔اس لیے کہ اس کا نام دنیا اور آخرت میں کوئی نہیں لے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بلند مرتبہ اور اونچے مقام پر فائز ہیں کہ آپ کا ذکر اور نام مبارک ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔تمام جہان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہے۔خصوصاً آپ کی امت مشرق اور مغرب تک پھیل جائے گی، قیامت تک کروڑوں مسلمان آپ کی اولاد اور عقب میں ہوں گے۔



سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ

آپ کے تیسرے صاحب زادے سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ کی پیدائش 8ھ ذوالحج کے مہینے میں مدینہ میں ہوئی۔ ان کی والدہ ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں انکو مصر کے بادشاہ مقوقس نے بہ طور ہدیہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مصر سے بھیجا تھا حضور سید الانبیاء ﷺ کے بندگان میں ان کا ذکر ہے جہاں پر سلاطین وملوک کی طرف حضور ﷺ کے مکتوبات کا ذکر ہے۔ 8ھ میں اور رسول اللہ ﷺ کے مولی ابو رافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ سلمٰی ان کی دایہ تھیں، سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابو رافع کو سیدہ ماریہ قبطیہ کے گھر پیدائش کی خبر دی اور ابو رافع رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی نبی پاک ﷺ اس خبر پر ابو رافع رضی اللہ عنہ آزاد کر دیا، سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو ابا ابراہیم کی کنیت سے مخاطب کیا، اور خوشی سے آپ کے لیے دو بھیڑوں کو عقیقہ میں ذبح کیا، دوسرے قول میں ایک بکری سے عقیقہ کیا اور ان کا سر منڈوایا پھر نام رکھا ایک قول میں نام پہلے رکھ لیا، ن بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: آج رات صاحب زادے کی پیدائش پر اس کا نام اپنے جد امجد کے نام پر ابراہیم رکھا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے مسکینوں پر صدقہ فرمایا، اور زمین میں سر کے بالوں کو دفن کر دیا اس کے بعد سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لیے ام سیف رضی اللہ عنہا ایک آہن گر کی بیوی کے سپرد فرمایا، اور ان کا نام ابو سیف رضی اللہ عنہ ہے اور حضور اکرم ﷺ سیدنا ابراہیم کو دیکھنے کے لیے ابو سیف کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے کسی کو اپنے عیال پر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مہربانی فرماتے نہ دیکھا، سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ عوالی مدینہ میں دودھ پیتے تھے جب حضور اکرم ﷺ تشریف لے جاتے تو ہم حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہم بھی گھر میں داخل ہو جایا کرتے تھے، آپ ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لے لیتے اور اُن سے پیار کرتے تھے۔ ابو سیف کے گھر بھٹی میں آگ جلانے کی وجہ سے دھواں ہوتا تو ہم اس کو پیشتر اطلاع کر دیتے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ عوالی مدینہ میں سیدہ ماریہ

قبطیہ کے لیے ایک گھر بنایا تھا' آج وہ مقام موضع مشربہ ام ابراہیم کہا جاتا ہے۔لوگ اس مقام کی زیارت کرتے اور برکتیں حاصل کرتے ہیں۔

حدیث جابر میں وارد ہے۔جس وقت رسول اللہ ﷺ کو سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے نزع کے عالم میں اطلاع دی اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس تھے آپ ﷺ ان کے ساتھ چل پڑے اور سیدنا ابراہیم کے سرہانے تشریف فرما ہوگئے۔نزع کی حالت میں آپ نے اپنی آغوش میں لے لیا۔آنسو بہنے لگے، فرمایا: اے ابراہیم! ہم تمہارے فراق میں غم زدہ ہیں۔ ہماری آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں جلن ہے۔ابوداؤد بیان کرتے ہیں سیدنا ابراہیم ستر دنوں کی عمر سے تھے۔دیگر ایک روایت میں سولہ ماہ اور آٹھ یوم مذکور ہے۔بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک سال دو ماہ اور چھ یوم کے تھے۔سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔آپ نے میت پر رونے کی ممانعت فرمائی ہے۔نبی پاک ﷺ نے فرمایا اے ابن عوف جو حالت دیکھ رہے ہو یہ میت پر رحم اور شفقت کے اظہار میں سے ہے۔میری طرف سے ممانعت دو قسم کی ہے۔ایک تو گانے بجانے لہو ولعب شیطانی مزامیر کی آواز ہے اور دوسری منہ نوچنے، کپڑے پھاڑنے، چہرہ پیٹنے اور بین کرنے کی آواز ہے۔آنکھوں سے آنسو جاری ہونا رحمت اور شفقت کا سبب ہے۔(مدارج النبوت)

عن انس قال دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ ابى سيف القين و كان ظئراً لابراهيم فاخذ رسول الله صلى الله عليه و سلم ابراهيم فقبله و شمّه ثم دخلنا عليه بعد ذلك و ابراهيم يجود بنفسه فجعلت عينا رسول الله صلى الله عليه و سلم تذر فان فقال له عبد الرحمن بن عوف وانت يا رسول اللّٰه فقال يا ابن عوف انها رحمة ثم اتبعها باخرىٰ فقال ان العين تدمع و القلب يحزن و لا نقول الا ما يرضىٰ ربنا و انا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔ متفق عليه (مشکوٰۃ شریف صفحہ 150-149)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوسیف لوہار کے گھر گئے۔ جو سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا کچھ عرصہ بعد ہم پھر

وہاں گئے۔ جب کہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہنے لگیں۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خدمت عالیہ میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بھی؟ تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے۔ پھر دوبارہ آنسو بہائے اور فرمایا آنکھیں روتی اور آنسو بہاتی ہیں۔ دل غمگین ہے مگر ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ان کی دایہ نے غسل دیا' دیگر روایت سیدنا عقیل بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا جب کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے جاتے' اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے۔ بعد ازاں چھوٹے تختہ پر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا۔

نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قبرستان میں دفن کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر شریف میں خود سیدنا ابراہیم کو اتارا۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو عثمان بن مظعون کے قریب دفن کیا اور ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا اور ان کی قبر کے اوپر نشان بھی لگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس سیدنا ابراہیم کی قبر انور میں داخل ہوئے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے صاحب زادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لحد میں رکھا اور اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نیز فرمایا اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔

و عن البراء قال لما توفی ابراهيم قال رسول الله صلى الله عليه وآله و سلم ان له مرضعة في الجنة۔

نیز فرمایا: ابراہیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں دودھ پلانے والی مقرر فرما دی ہے۔

سورج گرہن

جس دن سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وصال پایا سورج گرہن واقع ہوا' ان کا وصال محرم شریف کی دس تاریخ کو یا دس ربیع الاول کو ہوا تھا۔ لوگ کہنے لگے یہ سورج سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت کے سبب سے ہے۔ کسی عظیم وفات یا حادثہ کی صورت سورج اور چاند گہناتے ہیں پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند اور سورج اللہ کی علامات ہیں۔ وہ کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہناتے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

ان کی والدہ محترمہ بھی سیدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں میں سے پہلی اور بڑی صاحب زادی ہیں۔ آپ واقعہ فیل اعلان نبوت سے کچھ دن پہلے پیدا ہوئیں اور اپنے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع سے آپ کی شادی ہوئی۔ سیرت نگاروں نے کہا ہے کہ سیدنا ابوالعاص کو بھی قریش نے ترغیب دی تھی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے سے جدا کر دیں، لیکن انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم میں ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کو اپنے سے جدا نہ کروں گا اور نہ ہی ان کے بجائے مجھے قریش کی کوئی دوسری عورت پسند ہے۔

آپ کے خاوند ابوالعاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد بن اسد ہیں جو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی اور سگی بہن ہیں۔ سیدنا ابوالعاص کی اولاد سیدہ زینب کے بطن سے علی رضی اللہ عنہ اور دختر امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ آپ کے صاحب زادے علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بالغ ہونے سے قبل انتقال کر گئے۔ فتح مکہ کے روز ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ردیف بنایا اور بعض علماء نے فرمایا ہے: فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ سے بت اتارنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

صحیح حدیث میں موجود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں ہوتے تو سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا آپ کے کندھوں پر سوار ہو جاتیں تو سید الانبیاء بہ دستور نماز ادا فرماتے رہتے جب رکوع یا سجدہ کرتے تو ان کو آہستہ سے اتار دیتے اور کھڑے ہوتے وقت کندھوں پر اٹھا لیتے۔

جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال شریف کے بعد ان کی وصیت کے مطابق سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ امامہ سے نکاح کر لیا اور ان کے شکم اطہر سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک صاحب زادہ محمد اوسط پیدا ہوا۔

ابوالعاص اسیران بدر میں شامل تھے مکہ والوں نے اپنے اپنے عزیز قیدیوں کا فدیہ مدینہ شریف بھیجا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار اتار کر بھیجا یہ ہار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہار دیکھا محبت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آئی آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور رو پڑے اور فرمایا یہ وہ ہار ہے جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صاحب زادی زینب رضی اللہ عنہا کو بہ طور جہیز عطا فرمایا اور یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نشانی ہے۔ میرے صحابہ اگر چاہو تو میں اس ہار کو

اپنی صاحب زادی زینب رضی اللہ عنہا کو واپس کردوں۔ تو صحابہ نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! جو آپ کی رضا ہے اُس طرح کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ سیدہ زینب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے یہ بات تسلیم کرلی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور دیگر ایک شخص انصار سے مکہ بھیجا تا کہ وہ سیدہ زینب کو مکہ سے مدینہ شریف لے کر آئیں، ان کو ہدایت کی تم مکہ میں داخل نہ ہونا بلکہ تم وادی ناجح کے بطن میں قیام کرنا۔ یہ مقام مسجد عائشہ کے بالمقابل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمادیا زینب کو جب تمہارے سپرد کردیں گے تو تم انہیں اپنے ساتھ مدینہ شریف لے آنا۔ جب ابوالعاص نے حسب وعدہ سید زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ہودج میں بٹھا کر جوان کے لیے تیار کیا گیا تھا ان کو مدینہ شریف کی طرف روانہ کیا، اس بات کا علم ہبار بن الاسود کو ہوا تو قریش کے اوباش قسم کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا راستہ روک لیا، آپ کو پتھر مارے اور آپ کی سواری کا اونٹ ڈر کر دوڑا، جس کی وجہ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا گر کر شدید زخمی ہوگئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ کو اس قدر اذیت اور تکلیف پہنچی۔

و کان رسول الله یقول هی خیربناتی اصیبت فیّ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری تمام صاحب زادیوں سے بہتر اور افضل صاحب زادی ہے جس نے میری وجہ سے تکلیف اٹھائی۔ (موسوعہ آل بیت النبی صفحہ 415)

و وقع فی روایة ابن اسحاق: ان وجدتم هبار بن الاسود الرجل الذی سبق منه الی زینب ماسبق فاحرقوهما بالنار۔

ترجمہ: ابن اسحاق کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم پاؤ ہبار بن الاسود اور اس شخص کو جس نے میری صاحب زادی زینب کو تکلیف پہنچائی ہے تو ان دونوں کو آگ میں جلادو!

فقال ان لقیتم هبار بن الاسود و نافع بن عبد عمروٗ فاحرقوهما، و کانا نخسا بزینب بنت رسول الله حین خرجت فلم تزل ضبنة حتی ماتت۔

ترجمہ: فرمایا: اگر تم ہبار بن الاسود اور نافع بن عبد عمرو دونوں کو پاؤ تو ان کو آگ میں جلادو چوں کہ ان دونوں نے زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے وقت ستایا تھا۔

اور فتح مکہ کے دن جن لوگوں کے متعلق حکم فرمایا کہ وہ جہاں بھی ہوں ان کو قتل کردو۔ ان میں یہ بدبخت بھی تھا۔ اور بعض کتب تواریخ میں لکھا ہوا کہ یہ بھی فتح مکہ کے روز مسلمان ہوکر حاضر خدمت ہوا اور معافی چاہی تو سید الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد معافی عطا فرمادی۔

اس واقعہ کو اڑھائی سال کا عرصہ گزرا کہ ابوالعاص مکہ سے تجارت کے لیے نکلا، ان کے ساتھ دیگر مکہ والوں کا تجارتی مال بھی تھا، جب یہ قافلہ واپس مکہ آرہا تھا تو صحابہ رسول اس جستجو میں تھے انہوں نے قافلہ کو قابو کرلیا اور چاہتے تھے ان کے مال پر خود قابض ہوجائیں اور ابوالعاص کا سراڑادیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ہوئی' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ کیا مسلمان کو یہ حق حاصل ہے وہ کسی کو عہد وامان میں لے لے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ سیدہ کہنے لگی یارسول اللہ! آپ گواہ رہیں کہ میں ابوالعاص کو امان دیتی ہوں۔ صحابہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے ابوالعاص سے کہا تم مسلمان ہوجاؤ' اس طرح یہ مشرکین کا سب مال واسباب تمہارے لیے مال غنیمت بن جائے گا۔ ابوالعاص کہنے لگے اس ناپاک مال سے اپنے دین کو پلید کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ جب ابوالعاص مکہ کی طرف روانہ ہوگئے وہاں مال اس کے مالکوں کے حوالے جیسے جیسے کسی کا تھا کردیا۔ پھر فرمایا: اہل مکہ کیا تمہارا مال میں نے واپس کردیا ہے' کیا تم مجھے مال کی ذمہ داری سے آزاد گردانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو ابوالعاص نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں گواہ رہنا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور ہجرت فرما ہو کر مدینہ شریف میں آگئے' نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو دوبارہ ان کے سپرد کردیا۔

وفات

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں سنہ 8ھ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رحلت فرمائی۔ ان کو غسل دینے میں سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ ام سلمہ، سیدہ ام ایمن اور ام عطیہ رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین بار غسل دیا جائے۔ اور ایک روایت میں کہ سات بار غسل دیا جائے۔ اگر تین مرتبہ غسل دینے سے نظافت و پاکیزگی میسر آجائے تو یہ بھی مشروع ہے ورنہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دیں۔

علاوہ ازیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا۔ پانی خالص ہو اور اس میں بیری کے پتے بھی ملائے ہوئے ہوں' اس پانی سے غسل دیں اور جب آخری غسل کی باری ہو کافور ملایا جائے' دیگر روایت میں مشک مروی ہے، فرمایا: جب تم غسل دے لو' تو مجھے خبر دینا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند شریف ارسال فرمایا اور اس میں اُن کی تکفین کی گئی۔ کفن بدن کے ساتھ چپکا ہوا ہو۔ نماز جنازہ پڑھی گئی' پھر تدفین کی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ذات خود ان کو قبر میں اتارا۔

سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور مناقب

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صاحب زادی ہیں جن کو ذات الہجرتین یعنی دو ہجرتوں والی کہتے ہیں۔ پہلی ہجرت میں اپنے شوہر سیدنا امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئیں اور پھر حبشہ سے مدینہ طیبہ اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کر کے آئیں۔ ان کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام کے بعد خدا کی طرف ہجرت کرنے والا یہ پہلا جوڑا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جس بلند مرتبہ اور جمال کے حامل ہیں وہ سب کو معلوم ہے اور مدارج النبوت میں نقل کیا گیا ہے۔ جب سیدہ رقیہ کا وصال شریف ہوا تو مسلمان عورتوں نے رونا شروع کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ کیا۔ سیدہ رقیہ کی قبر کے سرہانے کی طرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف بیٹھی رو رہی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردا مبارک کے پلو سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو صاف کر رہے تھے۔

مذکورہ بالا روایت تب صحیح ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت موجود ہوں، لیکن یہ بات درست نہیں۔

صحیح روایت میں موجود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی جانب تشریف لے جانے لگے تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا علیل اور بیمار تھیں' ان کی دیکھ بھال اور تیمارداری کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں چھوڑا اور فرمایا کہ آپ اپنی اہلیہ اور میری صاحب زادی کی خدمت کریں' آپ کو بدری صحابہ کے برابر اجر و ثواب ملے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ کرام میں شامل اور انہیں بدر کی غنیمتوں میں سے دیگر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر حصہ عطا فرمایا۔

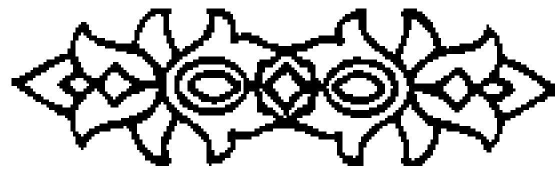
مزید آپ کے فضائل و مناقب کے لیے سیر اعلام النبلاء اور نساء اہل بیت کتب وغیرہ مطالعہ کریں!

مروی ہے کہ حبشہ میں حضرت رقیہ کے بطن سے ایک صاحب زادہ عبداللہ پیدا ہوا۔ عبداللہ کے نام سے سیدنا

عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ اس ولادت سے قبل ہجرت اولیٰ میں ایک حمل ساقط ہو چکا تھا۔ عبداللہ کی ہنوز چھ سال کی عمر تھی کہ ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماردی جس سے تمام چہرہ متورّم ہو گیا، گویا نظام جسم میں فساد پیدا ہو گیا۔ اس صدمہ سے جمادی الاول سنہ 4ھ میں انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ اس کے بعد سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وفات

رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ہجرت کو ایک سال سات مہینے گزر چکے تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ عین اس وقت قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی زید بن حارثہ فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ میں داخل ہوئے' اس لحاظ سے آپ کی وفات سنہ 2ھ میں ہوئی۔



سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل پیدا ہوئیں۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا چوں کہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں تھیں، اس سے ان کی صاحب زادیاں اور صاحب زادے سب کے سب اہل ایمان اور مسلمان تھے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ بہت بڑی صابرہ، اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں بردار اور محبت کرنے والی تھیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو میں وہ زوجہ عطا فرماؤں گا جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دیا اور فرمایا:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لام کلثوم: زوجك من یحبه الله و رسوله و یحب الله و رسوله۔ (تاریخ دمشق ودیگر کتب)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں نے تیری شادی اس سے کی جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

آپ سنہ 9ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی فوت ہوگئیں اور جنت بقیع میں دفن ہوئیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے رشتہ تزویج میں منسلک کرتا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کے عقد میں دے دیتا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے میری سولڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگر عثمان کے عقد میں دے دیتا۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب زادیاں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ابولہب کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ یاد رہے اس وقت تک کفار سے رشتہ لینے دینے اور نکاح کرنے کی ممانعت نہ تھی۔

جب سورۃ "تبت یدا ابی لهب و تب" نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگرتم میرے بیٹے ہو تو محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔ ان میں عتبہ بد بخت نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس طرح بے ادبی کی۔

عتبہ کی بے ادبی اور اس کا انجام

عتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر یوں گویا ہوا میں آپ کے دین سے کافر ہوں۔ مجھے آپ کا دین پسند نہیں اور

نہ ہی مجھے آپ پسند ہیں۔علاوہ ازیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص پاک پھاڑ دی' وہ کہنے لگا:

هو یکفر و بالذی دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی۔

یہ بالکل عیاں ہے سورۃ نجم کے الفاظ اس نے استعمال کئے تھے' کیوں کہ اس وقت تک مکہ شریف میں سورۃ کا نزول ہو چکا تھا،سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس لعنتی نے اپنے پلید منہ کا لعاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکا تھا اور کہا تھا کہ میں نے رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی ہے۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللهم سلط علیه کلبا من کلابك۔

اس وقت ابوطالب بھی مجلس میں حاضر تھے۔انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں رسول اللہ کی دعا سے تجھے کوئی بچا سکے گا؟

عتبہ کی موت

یہی ملعون تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف سفر کر رہا تھا،دوران سفر ایک مقام پر اس نے قیام کیا،وہ درندوں کا علاقہ تھا۔ابولہب نے اہل قافلہ سے کہا کہ آج رات میرے ساتھ تم لوگ تعاون کرو،خدشہ ہے محمد کی دعا میرے بیٹے پر اثر نہ کر جائے،سامان اکٹھا کر کے نیچے اوپر رکھ کر اوپر عتبہ کے لیے سونے کی جگہ تیار کی' اس جگہ کو گھیرے میں لیے بیٹھ گئے،اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کا ایسا غلبہ کر دیا،اس دوران ایک شیر آ گیا' باری باری سب کو سونگھتا رہا' کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچایا،چھلانگ لگا کر عتبہ پر کودا اور پنجہ کی ضرب لگائی،اس کا سینہ چاک کر دیا۔دوسری روایت ہے کہ عتبہ کی گردن دبوچ لی۔

وصال شریف

آخر وقت تک مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا قیام رہا،شادی کے پانچ سال گزرنے کے بعد شعبان سنہ 9ھ میں آپ کا انتقال ہوا،انصار کی عورتوں نے غسل دیا،اس میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، سیدنا ابوطلحہ سیدنا علی بن ابوطالب سیدنا فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے قبر شریف میں اتارا۔

(مدارج النبوت،سیر اعلام النبلاء،موسوعۃ اہل بیت النبی،طبقات ابن سعد،نساء اہل بیت)

و صلی اللّٰه علی سیدنا محمد و علی اٰلهٖ الطّیبین و ذریّته المبارکین و صحابته الاکرمین و ازواجهٖ اُمّهات المؤمنین صلٰوة موصولة تتردّد الی یوم الدین۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پسندیدہ درود

جو آپ خود پڑھتی تھیں

اللھم صل علی محمد و اھل بیته الطیبین و علی اصحابهٖ المنتجبین و علی ازواجه المطهرات و علی ذریة محمد و علی کل نبی بشر محمد و علی کل نبی ولد محمداً و علی کل امراة صالحة کفلت محمداً و علی کل ملك هبط الی محمد و علی کل من فی صلوتك علیه رضیً لك۔

(ناسخ التواریخ صفحہ 468 زندگانی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)



سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب

نسب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحب زادی کا نام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ ان کی ولادت مبارک سنہ 41 نبوی میں ہوئی تھی۔ اہل سیر نے ابوبکر رازی کا قول نقل کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کے بارے میں جو ابن اسحاق کا قول مروی ہے وہ اس کے متضاد ہے۔ سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ اولاد پاک کی ولادت قبل از نبوت ہوئی تھی اور ابوبکر رازی کے قول کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت پاک اظہار نبوت سے ایک سال بعد معلوم ہوتی ہے اور ابن جوزی کا قول ہے کہ نبوت کے ظہور سے پانچ سال پیش تر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تھی۔ یہی روایت سب سے زیادہ مشہور ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدۃ النساء الصالحین اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ ہیں۔ آپ کے نام فاطمہ کا سبب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے سیدہ کو اور آپ سے محبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے اور آپ کا نام بتول اس لیے ہے آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہ لحاظ فضیلت دین اور حسن جمال منفرد تھیں۔ آپ ماسوی اللہ سے بالکل بے نیاز تھیں۔ آپ کا نام زہرا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بہجت اور حسن و جمال میں کمال پر تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے القاب زکیہ اور راضیہ بھی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں چند احادیث تحریر کی جاتی ہیں۔ پڑھیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجیے!

و عن عائشه قالت كنا ازواج النبى صلى الله عليه وسلم عندهٗ فاقبلت فاطمة ماتخفىٰ مشيتها من مشية رسول الله فلما راها قال مرحبا بابنتى ثم اجلسها سارها فبكت بكاء شديداً فلما رآى حزنها سارها الثانية فاذا هى تضحك فلما قام رسول الله صلى الله عليه وسلم سالتها عما سارك قالت ما كنت لا افشى

علی رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم سره فلما توفی قلت عزمت علیك بما لی علیك من الحق اخبرتنی قالت اما الآن فنعم اما حین سارنی فی الامرالاول فانه اخبرنی ان جبرئیل کان یعارضنی القرآن کل سنة مرة و انه عارضنی العام مرتین و لا اری الاجل الا قداقترب فاتقی الله و اصبری فانی نعم السلف انا لك فبکیت فلما رای جزعی سارنی الثانیة قال یا فاطمة الا ترضین ان تکونی سیدة نساء اهل الجنة او نساء المومنین- و فی روایة: فسارنی فاخبرنی انه یقبض فی وجعه فبکیت ثم سارنی فاخبرنی انی اول اهل بیته اتبعه فضحکت۔ متفق علیه

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کے پاس تھیں' جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں آپ کی چال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے مختلف نہ تھی، تو جب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا خوش آمدید اے میری بچی' پھر انہیں بٹھالیا' پھران سے کچھ سرگوشی کی' آپ بہت سخت روئیں تو جب ان کا رنج ملاحظہ فرمایا تو ان سے دوبارہ سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑیں' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو میں نے ان سے سرگوشی کے متعلق پوچھا۔ آپ بولیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرسکتی' پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے کہا کہ میں تم کو اس کی وجہ سے جو میرا مہر تم پر ہے قسم دیتی ہوں کہ تم مجھے بتادو آپ بولیں لیکن اب تو ہاں ضرور جس وقت حضور نے پہلی بار مجھ سے یہ سرگوشی کی تو آپ نے مجھے خبر دی سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ پر قرآن مجید ایک بار پیش کیا کرتے اور انہوں نے اس سال مجھ پر دوبار پیش کیا میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ میری وفات قریب ہے تم اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں تو میں رونے لگی' تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گھبراہٹ دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی کہ اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی لوگوں کی بیویوں یا مومنوں کی بیویوں کی سردار ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کی کہ اس بیماری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں روئی' پھر مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی' مجھے خبر دی کہ میں ان کے

گھر والوں میں پہلی ہوں گی جوان کے پیچھے پہنچوں گی تو میں ہنس پڑی۔

و عن المسور بن مخرمة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی۔ و فی روایة: یریبنی ما اری بها و یوذینی ما اذاها۔ متفق علیه

ترجمہ: سیدنا مسور ابن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے انہیں ناراض کیا' اس نے مجھے ناراض کیا۔ ایک روایت میں ہے جو چیز انہیں پریشان کرے مجھے بھی کرتی ہے جو چیز انہیں تکلیف دے وہ مجھے بھی دیتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے صفحہ 572 پر حدیث ہے:

و عن اسامة قال کنت جالساً اذ جاء علی و العبّاس یستاذنان فقالا لاسامة استاذن لنا علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فقلت یا رسول اللّٰه علیٌّ و العبّاس یستاذنان فقال اتدری ما جاء بهما قلت لا قال لکنّی ادری ائذن لهما فدخلا فقالا یا رسول اللّٰه جئناك نسئلك ای اهلك احبّ الیك قال فاطمة بنت محمّد قالا ما جئناك نسالك عن اهلك قال احبّ اهلی الیّ من قد انعم اللّٰه علیه و انعمت علیه اسامة بن زید قالا ثم من قال ثم علی بن ابی طالب فقال العبّاس یا رسول اللّٰه جعلت عمّك اخرهم قال انّ علیّا سبقك بالهجرة۔

ترجمہ: سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں بحیثیت دربان بیٹھا ہوا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ دونوں آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ ہمارے لیے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کریں۔ چناں چہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ وہ کس لیے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں اور انہیں آنے کی اجازت دے دو! وہ دونوں حاضر

خدمت ہوئے اور عرض کی: ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ سے پوچھیں کہ آپ کی اہل بیت میں سب سے زیادہ پیارا آپ کو کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ۔ وہ بولے: ہم آپ کے اہل بیت کے متعلق پوچھنے نہیں آئے ہیں۔ فرمایا: میرے گھر والوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے بھی یعنی اُسامہ بن زید۔ وہ بولے: پھر کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب۔ تو جناب عباس نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو ان سب سے آخر کر دیا؟ فرمایا: علی تم سے ہجرت میں سبقت کر گئے ہیں۔

علی بن حسین ان المسور بن مخرمة اخبره ان علی ابن ابی طالب خطب بنت ابی جهل وعنده فاطمه بنت النبی صلی الله علیه وآلہٖ و سلم فلما سمعت بذلك فاطمه اتت النبی صلی الله علیه و سلم فقالت له ان قومك یتحدثون انك لا تغضب لبناتك و هذا علی ناکحا ابنة ابی جهل قال المسور فقام النبی صلی الله علیه وسلم فسمعته حین تشهد ۔ثم قال اما بعد فالی انکحت ابا العاص ابن الربیع فحدثنی و صدقنی و ان فاطمة بنت محمد بضعة منی و انما اکره ان یفتنوها و انها و الله لا تجتمع بنت رسول الله و بنت عدو الله عند رجل و احد ابدا قال فترك علی الخطبة۔

(مسلم شریف جلد دوم صفحہ 290، بخاری شریف جلد اول صفحہ 438)

ترجمہ: ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا جب کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ان کے نکاح میں تھیں تو جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کی آپ کی قوم کہتی ہے یا ان کا یہ خیال ہے کہ آپ کو اپنی صاحب زادیوں کے بارے میں غصہ نہیں آتا اور یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں۔ راوی حدیث میسور کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کھڑے ہو گئے' آپ ﷺ نے کلمہ پڑھ کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ واضح ہو کہ میں نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص بن ربیع سے نکاح کیا' اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا سچ کہا ہے بے شک فاطمہ بنت محمد میرے جسم کا جز ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں اُس کو آزمائش میں مبتلا کر دیں اور اپنا دین خراب

کرلیں۔ اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک شخص کے ہاں کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتیں۔
راویِ حدیث سیدنا میسور کہتے ہیں: پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام ترک کر دیا۔

ان المسور بن مخرمة حدثه انه سمع رسول الله صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ و سلم علی المنبر و هو یقول ان بنی هشام بن المغیرة استاذنونی ان ینکحوا بنتهم علی بن ابی طالب فلا اذن لهم ثم لا اٰذن لهم ثم لا اٰذن لهم الا ان یحب ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتهم فانما ابنتی بضعة منی یریبنی ما رابها و یوذینی ما اٰذاها۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ 438، مسلم شریف جلد دوم صفحہ 290، موسوعہ اہل بیت النبی صفحہ 625)

ترجمہ: سیدنا مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منبر پر سنا کہ بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا' میں اس کی اجازت نہیں دیتا' میں اس کی اجازت نہیں دیتا' میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں، اگر ابن ابی طالب کو پسند ہو تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹیوں سے شادی کرتا پھرے کیوں کہ میری بیٹی میرے جسم کا جز ہے' جو چیز اسے بے چین کرتی ہے وہ مجھے بھی بے چین کرتی ہے کہ جو چیز اس کو ایذا دے وہ مجھے بھی ایذا دیتی ہے۔

بعینہٖ یہی حدیث جامع ترمذی صفحہ 225 پر موجود ہے۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول اللّه صلی الله علیه و سلم ان فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذریتها علی النار۔ اخرج البزار و ابویعلی

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عزت کی حفاظت کی' پس اللہ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم لفاطمة ان الله غیر معذبك و لا ولدك۔ اخرج الطبرانی

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ سے بے شک اللہ تعالیٰ عذاب نہ دے گا تجھ اور نہ تیری اولاد کو۔

المسور بن مخرمة رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: انما فاطمة شجنة منى يبسطنى ما يبسطها و يقبضنى ما يقبضها.

(موسوعہ اہل بیت النبی صفحہ 625)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ مجھے خوش کرتی ہے وہ چیز جو اسے خوش کرتی ہے۔ مجھے ناراض کرتی ہے وہ چیز جو اسے ناراض کرتی ہے۔

افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد وفاطمة بنت محمد و مريم بنت عمران و آسية امراة فرعون حسبك من نساء العالمين مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلد فاطمة بنت محمد و آسية امراة فرعون.

(متعدد کتب نیز موسوعہ اہل بیت النبی صفحہ 624)

ترجمہ: افضل ترین جنت کی عورتوں میں سے خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔

سیدہ طیبہ طاہرہ زاہرہ سید الانبیاء کی نور نظر و لخت جگر رضی اللہ عنہا کے متعلق بندہ کے پاس کثیر مواد موجود ہے۔ اگر تمام کو زیر قلم لایا جائے تو یہ مستقل باب سیدہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور مناقب میں اچھا خاصا طویل ہوسکتا ہے اور یہی مستقل کتاب کی صورت اختیار کر جائے گا۔

فقر

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے' دیکھا کہ آپ ملول اور غمگین بیٹھی رو رہی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے دریافت کیا کہ کس وجہ سے غمگین اور پریشان ہو؟ عرض کیا کہ اس وجہ سے روتی ہوں کہ تین دن سے ہمارے گھر میں کوئی کھانے والی چیز نہیں ہے۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بہ وجہ بچپن صبر اور قرار نہیں آتا' بھوک کی شدت سے روتے تھے۔ ان کے رونے سے مجھے بھی رونا آیا اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی بچوں کی تنگی اور مشقت حد سے بڑھ چکی

ہے۔آج میں نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے بے قراری کی‘ ایک بات سن کر مجھے بھی قرار نہ رہا‘ وہ بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ امی جان! کیا کوئی ہماری طرح اس قدر سخت بھوک اور سخت تنگی جو ہمارے گھر میں ہے کسی اور گھر میں بھی ہے؟ کیا کسی اور کے بچے ہماری طرح بھوکے ہیں؟ تو اس وجہ سے میں روتی ہوں۔ یہ سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آب دیدہ ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد جبرائیل علیہ السلام آئے تو عرض کیا: یا رسول اللہ! اٹھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرائیل! کیا ہوا ہے؟ تو جبرائیل نے عرض کیا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے نے فرشتوں کو بے چین کر دیا۔ ان کو تسلی وتسکین دیجیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دیکھا کہ سیدہ اس قدر بے چین ہیں اور سجدے کی حالت میں اس قدر رورہی ہیں کہ ان کے آنسو رکنے کو نہیں آتے اور وہ بے ہوش ہورہی ہیں۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت مقدسہ پڑھنے کی تلقین فرمائی:

نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیٰوة الدنیا و رفعنا بعضهم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضهم بعض سخریًّا و رحمة ربك خیر مما یجمعون۔

ترجمہ: ہم نے تقسیم کی ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں اور ان میں سے بعض کے بعض برادری کے اعتبار سے درجے بلند کئے تاکہ بعض ان کے بعض کو مذاق ٹھہرائیں اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اے بیٹی! اللہ تعالیٰ کو رزق تقسیم کرنے والا سمجھو تاکہ تجھ پر دنیا کی مشقتیں آسان ہوجائیں‘ کیوں کہ جب انسان سمجھ لے کہ سب کچھ اللہ کے حکم اور ارادہ سے ہوتا ہے تو دل کو تسکین اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور رضا پر راضی ہوگا تو تمام غم ورنج ہیچ خیال کرنے لگے گا اور سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے سینہ مبارک پر رکھا اور دعا کی اے خدا! فاطمہ کو بھوک سے بے نیاز کردے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی بھوک محسوس نہیں کی۔ (الطاف احمدیہ صفحہ 89)

عن نافع عن ابن عمر قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم بیت فاطمة فلم یدخل علیها و جاء علی فذکرت له ذلك فذکره للنبی صلی الله علیه و سلم فقال انی رایت علی بابها ستراً موشیاً فقال مالی وللدنیا فاتاها علی فذکر

ذلك لها فقالت ليا مرنی فیه بما شاء قال ترسل به الٰی فلان اهل بیت بهم حاجة۔ (بخاری شریف صفحہ 356، الطاف الاحمد یہ صفحہ 96)

ترجمہ: سیدنا نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے' لیکن اندر داخل نہ ہوئے اور واپس چلے گئے تو جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے اس کا ذکر کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر دھاری دار پردہ دیکھا تو میں نے کہا کہ کیا ہے؟ میرے لیے اور دنیا کے لیے یعنی مجھے دنیا کی زینت سے کیا مطلب پھر میری اہل بیت یہ دنیا کا ساز و سامان کیوں رکھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ ذکر کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں اس پردہ کے بارے میں حکم فرمادیں میں اس پر عمل کروں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہرگز گوارہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں گھر والے جو حاجت مند ہیں ان کو یہ پردہ بھیج دو' وہ اپنے ضروری کام میں صرف کرلیں گے۔ (بخاری شریف صفحہ 356)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنی غربت یاد کر کے رو پڑیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا فاطمة اصبری علٰی مرارة الدنیا۔ رواه الحاکم

ترجمہ: اے فاطمہ! دنیا کی تلخی پر صبر کر۔

الحدیث و عن سفیة ان رجلا ضاف علی بن ابی طالب فصنع له طعاماً فقالت فاطمة لو دعونا رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم فیاکل معنا فدعوه فجاء فوضع یده علی عصادتی الباب فارانی القام قد ضرب فی ناحیة البیت فرجع قالت فاطمه فتبعتته فقلت یا رسول الله ماردك قال انه لیس لی او نبی ان یدخل بیت مزوقا۔ رواه احمد و ابن ماجه

ترجمہ: سیدنا سفیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوا' آپ نے اس کے لیے

کھانا تیار کیا تو جناب فاطمہ نے کہا کہ کاش ہم رسول اللہ ﷺ کو بلاتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ کھاتے' چناں چہ آپ کو بلایا گیا' حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دروازے کی چوکھٹ پر رکھے' گھر کے ایک گوشہ میں پردہ دیکھا تو آپ واپس ہو گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے گئی' عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے واپس کیا' فرمانے لگے۔ میرے لیے (یا نبی کے لیے) یہ مناسب نہیں مزین گھر میں داخل ہوں۔

عن اسماء بنت عمیس قالت خطبنی علی بن ابی طالب رضی الله فبلغ ذالك فاطمة فاتت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان اسماء مستزوجة علی فقال لها ما كان لها ان توذی الله ورسوله۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 228)

ترجمہ: سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب عدت سے فارغ ہوئیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیغام دیا' جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے والی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائے۔

وصال شریف

آخر میں آپ کے وصال شریف کے ذکر کے ساتھ ہی اس مضمون کو منور کیا جاتا ہے۔

سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سہ شنبہ کی رات کو رمضان شریف میں رحلت کی۔ حضور ﷺ کی وصال مبارک کے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا' سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی قول کو مشہور اور صحیح قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور کئی اقوال بھی ہیں جو کہ صحیح صحت کو نہیں پہنچے۔

آپ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ اس میں بھی علماء کرام اور مورخین کے تین قول ہیں' بعض نے فرمایا کہ آپ کی نماز جنازہ عم رسول سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود پڑھائی' مگر سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ چناں چہ دلائل ملاحظہ ہوں۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ امامت نماز کے لیے اسلامی اصول کیا ہے۔ شریعت میں پنج گانہ نماز اور

نماز جنازہ کے لیے قانون یہ ہے کہ ان کی امامت کا اولیں حق دار امام وقت یا خلیفۂ وقت ہوتا ہے، اور وہ موجود نہ ہو تو اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص اس منصب کا حق دار ہے۔ اس قانون کے لیے شیعہ حضرات کی کتب سے ان کی تسلی کے لیے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

عن ابی عبیدة قال سالت ابا عبد اللّٰه علیه السلام عن القوم من اصحابنا یجتمعون فتحضر الصلٰوة فیقول بعضهم لبعض تقدم یا فلان فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یتقدم القوم اقراهم للقرآن فان کانوا فی القراء ة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاکبرهم سنا۔

(فروع کافی جلد 3 صفحہ 372 کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہماری قوم کے کچھ افراد جمع تھے۔ نماز کا وقت آ گیا۔ ایک دوسرے کو کہنے لگا تم آگے بڑھو اور ہمیں نماز پڑھاؤ۔ یعنی آپ فرمائیں اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے کہ لوگوں میں سے امامت کس کو کرانی چاہیے؟ تو امام موصوف نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لوگوں میں امامت کے لیے آگے وہ آئے جو ان میں قرآن کا زیادہ پڑھنے والا ہو۔ اگر سبھی قرآن پڑھنے میں برابر ہوں تو ان میں سے وہ جو ہجرت میں مقدم ہے آگے بڑھے۔ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو عمر میں بڑا شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

نیز بعینہ یہی عبارت امالی شیخ صدوق صفحہ 382 المجلس الثالث والتسعون میں بھی موجود ہے۔

اس اسلامی قانون کے لحاظ سے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی امامت کے سب سے زیادہ حق دار خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ کیوں کہ اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک حاضرین میں سے عمر کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ عمر والے تھے اور آپ بحیثیت خلیفہ مسجد نبوی کے امام تھے اور وہ تمام اوصاف جو کہ امام کے لیے ضروری ہیں وہ آپ میں بہ درجہ اتم پائے جاتے تھے جن کی موجودگی میں ولی میت بھی اولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ چناں چہ اسی قانون کو سنت سمجھتے ہوئے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا جنازہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حاکم وقت سے پڑھوایا۔

حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱- کشف الغمہ جلد اول صفحہ 586 طبع تبریز فی تذکرہ شہادت حسن

۲- مقاتل الطالبین

عن ابی حازم ان الحسین بن علی قدم سعید بن العاص للصلوٰۃ علی الحسن بن علی وقال تقدم فلو لا انها سنة ما قدمتك۔

(مقاتل الطالبین مصنفہ ابوفرج اصفہانی شیعی صفحہ 76 طبع بیروت ذکر حسین بن علی)

ترجمہ: بے شک امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن کے نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص کو آگے کیا اور کہا آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور فرمایا اگر اسی طرح دستور نہ ہوتا تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

۳- ابن حدید شرح نہج البلاغۃ:

قال ابو الفرج و قال جويرية بن سماء لما مات الحسن واخرجوا جنازته جاء مروان حتى دخل تحته فحمل سريره فقال له الحسين عليه السلام ا تحمل اليوم سريره و بالامس كنت تجرعه الغيظ قال مروان كنت افعل ذالك بمن يوازن حلمه الجبال قال وقدم الحسين عليه السلام للصلوٰة عليه سعيد بن العاص و هو يومئذ امير المدينة و قال تقدم فلولا سنة لما قدمتك۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد 4 صفحہ 18 فی فضل مارثی بہ الحسن و شرح الفاظ الفضل)

ترجمہ: جب امام حسن کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو مروان نے آ کر کندھا دیا یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے مروان کو کہا آج کندھا دے رہے ہو اور کل انہیں پانی کی طرح غصہ پلاتے تھے۔ مروان نے کہا میں یہ معاملہ اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو بردباری میں پہاڑ کی مانند تھا۔ امام حسین نے نماز جنازہ کے لیے سعید بن العاص گورنر مدینہ کو آگے کیا اور کہا نماز پڑھاؤ اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات نے اس بات کی واضح تصدیق کر دی کہ طبقات ابن سعد اور وہ تمام روایات جن میں سیدہ خاتون جنت کی نماز جنازہ کی امامت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کرائی وہ تمام کی تمام معتبر اور صحیح ہیں۔ کیوں کہ ائمہ اہل بیت کا یہی دستور رہا کہ اپنے افراد کی نمازِ جنازہ اُس سے پڑھواتے جو وقت کا حاکم ہوتا۔ (ماخوذ از شیعہ

مذہب المعروف تحفہ جعفریہ جلد سوم مصنف مناظر اسلام مولانا محمد علی صاحب)

تقدم فوالله لايصلى عليها غيرك فصلى عليها ابوبكر رضى الله عنهم اجمعين ودفنت ليلاً۔

مندرجہ بالا روایت کے راوی ائمہ اہل بیت ہیں' اس سے زیادہ مضبوط اور صحیح بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ معتبر کتاب الشافی فی الامامت شریف المرتضیٰ علی بن الحسین الموسوی المتوفی 436 صفحہ 110 تا 111 جلد 4 پر موجود ہے۔

فان امرالصلوة فقد روى ان ابابكر هوالذى صلى علىٰ فاطمة عليها سلام و كبر اربعاً۔

ترجمہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نماز جنازہ کا مسئلہ تو بے شک یہ تحقیقی روایت موجود ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

اور اثبت قول یہ ہے کہ سیدہ کے نماز جنازہ کی امامت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی' چناں چہ یہ قول عین طریقہ اور شرعی اصول کے مطابق ہے' کیوں کہ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کرواسکتا۔ دلائل ملاحظہ ہوں!

اصول سنی اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ جس کو خواہش ہو وہ فریقین کی حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھے۔

یہاں اس مسئلہ پر تحقیق سے لکھا جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کی امامت خلیفۃ الرسول خلیفہ برحق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کرائی۔ پوری سند کے ساتھ روایت موجود ہے۔

صلى ابوبكر صديق علىٰ فاطمة بنت رسول الله فكبر عليها اربعاً۔

ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 257)

اور مدارج النبوت میں موجود ہے کہ روضۃ الاحباب وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور ان کے علاوہ بھی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے' چوں کہ آپ خلیفہ تھے (خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آپ کا حق تھا) انہوں نے ہی نماز پڑھائی تھی۔

وروى عن ابى بكر الصديق صلى عليها۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 8 صفحہ 560، الاصابہ جلد 8 صفحہ 267)

و عن مالك بن جعفر بن محمد عن ابیه عن جدلا علی بن الحسین قال ماتت فاطمة بین المغرب و العشاء فحضرها ابوبکر و عمر و عثمان و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیها قال علی تقدم یا ابوبکر قال و انت شاهد یا ابا الحسن قال: نعیم تقدم فوالله لا یصلی علیها غیرك فصلی علیها ابو بکر رضی الله عنهم اجمعین و دفنت لیلاً۔ (تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ 509)

قارئین کرام! خوب غور کریں اور سوچیں کہ جن حضرات کی سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح تربیت فرمائی ہو ان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد معاذ اللہ حصولِ مال کے لیے در بہ در رات دن ایک کر کے چکر کاٹتی ہوں اور منگتوں کی طرح در بہ در فریاد کرتی پھرتی ہوں کس قدر شرم کی بات ہے!!

اس قسم کی تمام روایات یہودیوں کی اختراع کردہ ہیں' جو کہ بالکل جعلی اور سراسر بناوٹی ہیں' ان ظالموں نے ایک تیر سے کئی شکار کئے۔ یاد رہے فدک کا قصہ بالکل من گھڑت، اختراعی اور جعلی ہے۔ کیوں کہ اہل سنت اور روافض کی ام الکتاب یعنی بخاری شریف اور کافی میں یہ احادیث مقدسہ موجود ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث صرف اور صرف علم قرآن وحدیث ہے۔ وہ حضرات دنیا دار نہیں تھے اور نہ ہی مال دنیا جمع کرنا ان کی شایان شان ہے کہ جس میں احکام ومسائل جاری ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مقدسہ میں عرض کرتے:

اموال واحوال خود را از تو مضایقہ ندارم آں چہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برای فرزندان خود انکار فضل تو کسی نمی تواند کرد و حکم تو نافذ است در مال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نمی توانم کرد۔

ترجمہ: اے سیدہ! میرا سب کچھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے' اے پوری امت کی سردار جو چاہتی ہو جتنا چاہتی ہو لے لو' تمہارا حکم میرے مال پر نافذ ہے' لیکن مسلمانوں کے مال یعنی بیت المال کے بارے میں یا آپ کے پدر بزرگ وار یعنی رسول اللہ کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ (حق الیقین صفحہ 202)

و هذا هالی ومالی هی لك و بین یدیك لا تزوی عنك و لا ندخر دونك و انك سیدة امة ابیك و الشجرة الطیبة لبنیك لا ندفع مالك من فضلك و لا یوضع فی فرعك و اصلك حكمك نافذ فیما ملكت یدای فهل ترین ان اخالف فی ذلك اباك صلی الله علیه وسلم۔ (الاحتجاج للطبرسی صفحہ 142-144)

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام



اعمام یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کا بیان

آں رسولِ حق کہ خیر الناس بود
عم پاکش حمزہ و عباس بود

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

اُن کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غرانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

نسب

آپ کی کنیت ابوعمارہ، لقب سیّد الشہدا ہے۔

فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالی کے نزدیک ساتویں آسمان میں لکھا ہوا ہے:

حمزة اسد اللّٰه و اسد رسوله۔

یعنی حمزہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شیر ہے۔

آپ بعثت کے چھٹے سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے تین دن پہلے اسلام لائے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تھے، غزوہ بدر میں شامل تھے، انہوں نے اپنے مدمقابل عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا تھا، آپ کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز ابوجہل لعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچائی، آپ کو گالیاں دیں۔ ایک روایت کے مطابق زدوکوب بھی کیا، یہ منظر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی باندی دیکھ رہی تھیں، تو جب حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آئے تو ان کی باندی نے اور دیگر روایت میں آپ کی زوجہ کی باندی نے آپ کو سنایا اور ساتھ یہ بھی کہا:

ابوجہل نے یہ ناروا سلوک اس لیے کیا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ محمد ﷺ کا باپ فوت ہو چکا ہے، ان کا بھائی بھی کوئی نہیں، گویا وہ خیال کرتا ہے کہ مجھے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور غیظ و غضب میں آ کر ابوجہل کے پاس گئے اور اپنی کمان اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا آپ کی کمان خون آلودہ ہوگئی۔ آپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: اے میرے بھتیجے! خوش ہو جا! میں تمھارا انتقام لے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنی کمان حضور ﷺ کو دکھائی، یہ دیکھو کہ میں نے آپ کے دشمن سے اس طرح انتقام لے لیا، یہ سن کر سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: اے میرے چچا! میں اس طرح خوش نہیں ہوتا۔ انھوں نے عرض کیا: آپ کس طرح خوش ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے خوش کرنا ہے تو فوراً کلمہ پڑھ کر اللہ وحدہ لاشریک اور میری نبوت اور رسالت کی گواہی دو۔ چناں چہ رضی اللہ عنہ فوراً کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اِیمان لانے کا واقعہ

ایک روز رسول اللہ ﷺ کے سامنے ابوجہل آیا اور اس نے آپ کو تکلیف دی اور آپ کو گالیاں دیں اور اس قسم کے معائب بیان کیے جو دیانت کے خلاف تھے مگر رسول خدا ﷺ نے اس سے بات نہیں کی، عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی اپنے مکان میں کوہِ صفا پر اس کو سن رہی تھی، اس کے بعد ابوجہل لوٹ گیا اور قریش کی مجلس میں کعبہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی کمان لیے شکار سے واپس آ رہے تھے، کیوں کہ آپ بہت بڑے تیر انداز اور شکاری تھے اور شکار کھیلنے باہر نکل جایا کرتے تھے ان کی عادت تھی جب شکار کھیل کر لوٹتے تو گھر جانے سے پہلے کعبہ کا طواف کرتے اور اس حال میں اگر مجلس قریش پر ان کا گزر ہوتا تو ٹھہر جاتے ان کو سلام کرتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتے قریش میں یہ بہت بڑے باعزت اور سخت غیرت مند تھے اس وقت وہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے اور اس دستور اور عادت کے مطابق شکار کھیل کے جب لوٹے اور اس لونڈی پر گزر ہوا رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لا چکے تھے اس لونڈی نے ان سے کہا اے ابوعمارہ! کاش! تم اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی مصیبت کو دیکھتے اور اس حال کو دیکھتے جو ابوجہل نے ان کے ساتھ کیا انہیں ستایا اور بےہودہ گالیاں دیں اور ان میں عیب بیان کیے جن سے وہ بالکل بری اور پاک ہیں یہ سن کر حمزہ رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آ گیا، اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان کو بزرگی عنایت فرمائی جائے، چناں چہ فوراً اٹھے، کہیں نہیں ٹھہرے، نہ حسب عادت کعبہ کا طواف کیا، بس یہی ارادہ کر کے گئے کہ ابوجہل سے اس کا

بدلہ لوں گا، چناں چہ جب حرم شریف میں پہنچے تو ابوجہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا آپ سیدھا اس کی طرف چلے گئے اور جاتے ہی اس کے سر پر کمان ماری اور بہت زخمی کر دیا۔ قریش کے خاندان بنو مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے حمزہ! ہم سمجھتے ہیں کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ان کی سچائی معلوم ہو گئی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے۔ اللہ کی قسم میں اسے ہرگز نہیں چھوڑں گا، اگر تم لوگ مجھے روک سکتے ہو تو روک لو۔ اس کے بعد ابوجہل نے کہا: اسے کچھ نہ کہو، مجھ سے اس کے بھتیجے کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو قریش نے سمجھ لیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اور طاقت بڑھ گئی ہے اور دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو گئے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ ان کی طرف داری کریں گے کیوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کا دبدبہ اور رعب پورے مکہ پاک میں مشہور مانا جاتا تھا۔ اس کے بعد قریش مکہ اپنی بری حرکات سے باز آ گئے۔

آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، آپ ان باقسمت ہاشمی نوجوانوں میں سے تھے جو سب سے پہلے دشمنوں کے مقابلے میں نکلے، آپ کے مقابلہ میں شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس لڑنے کو نکلا، آپ نے اس کو قتل کیا اور عتبہ بن ربیعہ کے قتل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی۔ نیز آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے پرچم اسلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہی عطا کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے جھنڈے میں شتر مرغ کے پر لگایا کرتے تھے، انہوں نے غزوہ بدر میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر جنگ کی یعنی ہر ایک ہاتھ میں ایک ایک تلوار تھی جس کے ساتھ آپ لشکر کفار کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے جنگ بدر کے بعد جو کفار قیدی بنے تو انہوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ وہ کون سا شخص ہے جو اپنے جھنڈے میں شتر مرغ کے پر لگائے ہوئے تھے جواب دیا گیا کہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ کفار نے کہا: انہوں نے ہمارے اوپر اس قدر سخت حملے کیے کہ ہمارے تمام ساتھیوں پر ڈر اور خوف کے بادل چھا گئے تھے۔

و روى الحاكم ايضاً: باسناده الى سعد ابى وقاص قال كان حمزة بن عبد المطلب يقاتل يوم احد بين يدى رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم و يقول: انا اسد الله۔ (موسوعہ اہل بیت النبی صفحہ 114)

ترجمہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے احد کے دن لڑتے ہوئے فرما رہے تھے: میں اللہ کا شیر ہوں۔

شہیدوں کے سردار

اخبار المصطفی علیه الصلوۃ والسلام بانه سیدالشھداء عنداللہ تعالی یوم القیامة حمزة۔(موسوعہ آل بیت النبی الاطہار صفحہ 114)

ترجمہ: سید الانبیاء ﷺ کی خبروں یعنی حدیثوں میں سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن تمام شہیدوں کے سردار ہوں گے۔

آپ پر آپ کے دشمن نے چھپ کر حملہ کیا آپ کے دشمنوں کی اتنی طاقت اور بہادری نہیں تھی آپ کے سامنے آکر مقابلہ کرتا۔

و یقال: انه قتل باحد قبل ان یقتل اکثر من ثلاثین نفساً۔

ترجمہ: آپ نے شہید ہونے سے پہلے تیس سے زیادہ کافروں کو قتل کیا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ صفحہ 104)

جب آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مشرکہ عورتوں یعنی ہندہ اور اس کے ساتھ والیوں نے مسلمانوں کے ناک کان کاٹے، ان کا پیٹ چاک کیا اور ان کا جگر نکالا اس کو چبانے لگی مگر نگل نہ سکیں تو اس کو تھوک دیا، حضور ﷺ نے فرمایا: اگر حمزہ کے دل کا کوئی حصہ اس کے پیٹ میں پہنچ جاتا تو وہ ہرگز دوزخ میں نہ جاتی۔ بعض علماء نے یہ لکھا ہے: وہ نگل تو نہ سکی مگر آپ رضی اللہ عنہ کا جگر مبارک کو منہ میں رکھنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان نصیب فرما دیا۔

جب حضور ﷺ نے ان کی حالت ملاحظہ فرمائی تو آپ کو سخت صدمہ ہوا اور فرمایا: اگر قابو ملا تو میں کافروں کے ستر آدمیوں کے ساتھ مثلہ کروں گا۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به و لئن صبرتم لهو خیر للصابرین و اصبر و ما صبرك الا باللّٰه۔

ترجمہ: اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں دی گئی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے اور تمہارا صبر تو اللہ کی مدد سے ہے۔

مگر سید الانبیاء ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ فتح مکہ کے دن جس فوجی دستہ کے سالار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے قریش مکہ کے نوجوان نے ان پر حملہ کر دیا باوجود اس کے کہ حضور ﷺ نے جنگ

کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مجبور ہو کر ان سے لڑنا پڑا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جنگ کی خبر ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا خالد کو ہم نے جنگ سے منع کیا تھا، تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خالد رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر لڑائی کی ہے، کیوں کہ ان پر اچانک حملہ ہوا تھا تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب طلبی کے لیے ایک آدمی سیدنا خالد کے پاس بھیجا تو انہیں کہا:

ضع عنهم السيف۔

تلوار کو ان سے دور رکھ اور بچا یعنی جنگ نہ کر!

لیکن جب یہ قاصد وہاں گیا تو اس نے کہا:

ضع فيهم السيف۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں خوب تلوار رکھ!

تو جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاصد کو طلب فرمایا اور فرمایا میں نے تمہیں کیا کہا تھا قاصد نے کہا کہ جب میں آپ کی بارگاہ سے آپ کا حکم لے کر روانہ ہوا تو راستے میں ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا تھا، ہاتھ میں خنجر پکڑے ہوئے تھا اس نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا خالد سے کہنا "ضع عنهم السيف" ورنہ تم کو اس خنجر سے قتل کر دوں گا۔ مجبور ہو کر خالد رضی اللہ عنہ کو میں نے اسی طرح کہہ دیا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صدق الله و صدق رسول۔

اللہ تعالیٰ سچا ہے، اس کا رسول بھی سچا ہے۔

کیوں کہ احد کے دن جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے تو میں نے ان کی لاش کو دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ اگر میں قریش پر قابو پاؤں تو ان کے ستر آدمیوں کو قتل کروں گا اس روز اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے ممانعت فرمائی گئی تھی لیکن آج کے دن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میری زبان سے نکلی ہوئی بات کو پورا کر دکھائے یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ رونما ہوا کہ ستر اشخاص قریش کے مقتول ہوئے۔ (مدارج النبوت، ذکر فتح مکہ)

لمحہ فکریہ

سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کو اللہ تعالیٰ ہر صورت پورا فرماتا ہے۔ روافض اس سے عبرت پکڑیں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ ساری عمر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں ارشاد فرماتے رہے کہ میرے بعد خلیفہ بلافصل سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے جب کہ ایسا نہیں ہوا تو بقول ان کے نبی پاک ﷺ کے ارشادات سب کے سب رائیگاں گئے اور ایک بات بھی آپ کی سچی نہ ہوئی۔ معاذ اللہ!

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے دیکھا کہ ان کو مثلہ کیا گیا ہے تو آپ کے دل کو ایسا صدمہ پہنچا کہ آپ کی ساری زندگی میں آپ اس قدر مغموم نہ ہوئے تھے فرمایا اے چچا اللہ تم پر رحم کرے بے شک تم بہت صلہ رحمی کرنے والے اور بہت نیکی کرنے والے ہو۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی جب رسول خدا ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقتول دیکھا کہ آپ رو پڑے تو پھر جب آپ نے دیکھا کہ ان کو مثلہ کیا گیا تو آپ چلائے اور دھاڑ مار کر روئے فرمایا اگر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا (جو کہ حضور ﷺ کی پھوپھی اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں) کی فکر نہ ہوتی تو میں ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا تا کہ پرند درند ان کا گوشت کھائیں یہ پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے حشر کے دن نکلیں اور میں ان کی شہادت پر قیامت تک فخر کرتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے وہ کیفیت سنی جو حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی گئی تھی تو آپ ﷺ چلا اٹھے اور جب آپ ﷺ نے خود ان کی حالت ملاحظہ فرمائی تو چیخ اٹھے۔

جب نبی پاک ﷺ مدینہ لوٹ آئے تو آپ نے دیکھا کہ انصار کی عورتیں اپنے اپنے شہداء پر رو رہی ہیں تو آپ نے فرمایا حمزہ کو کوئی رونے والا نہیں جب انصار نے یہ سنا تو اپنی عورتوں سے جا کر کہنے لگیں کہ تم حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر حمزہ کے لیے روؤ! چناں چہ انصار کی عورتوں نے ایسا ہی کیا، مگر سید الانبیا ﷺ نے ان کو منع کر دیا اور شکریہ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ زنانِ انصار کا یہ طریقہ رہا کہ جب بھی ان کا کوئی شخص شہید ہوتا یا فوت ہوتا تو وہ مرثیوں میں حمزہ رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرتیں بعض پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ پڑھتیں اور اس کے بعد اپنے مقتولوں کا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت 15 شوال 3ھ کو ہوئی۔ شہادت کے دن اُن کی عمر انہتر سال تھی۔

حضور ﷺ کو آپ کی شہادت کا اس قدر صدمہ تھا کہ جب وحشی قاتل حمزہ مسلمان ہوا سید الانبیاء ﷺ نے اس کو فرمایا: تو میرے سامنے نہ آیا کر اور نہ ہی میرے سامنے بیٹھا کر، کیوں کہ تجھے دیکھ کر مجھے میرے چچا کی لاش یاد آجاتی ہے جس سے میرا غم تازہ ہوتا ہے۔

نیز آپ ﷺ کی حمزہ رضی اللہ عنہ سے محبت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کسی کی جنازہ کی نماز پڑھاتے تو چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پر آپ نے ستر تکبیریں پڑھیں۔

اور ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ پر سو مرتبہ نماز جنازہ پڑھی۔ (اسد الغابہ)

یاد رہے! اس سے تکرارِ جنازہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ یہ حضور ﷺ کا خاصہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفن میں صرف ایک چادر دی گئی تھی جو اتنی چھوٹی کہ اگر ان کے سر پر ڈالی جاتی تو آپ کے پاؤں کھل جاتے اگر پاؤں پر ڈالی جاتی تو آپ کا سر مبارک برہنہ ہو جاتا لہٰذا اس چادر سے آپ کا سر مبارک ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈالا گیا یہی آپ کا کفن تھا پھر آپ کو آپ کے بھانجے سیدنا عبداللہ بن جحش کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چوں کہ شہدائے احد کو میدانِ احد میں دفن کیا گیا تھا، آپ کی قبر انور بھی اس مقام پر موجود ہے، بعد میں آپ کی قبر انور پر بہت بڑا کتبہ یعنی گنبد تعمیر کیا گیا اور لکھا ہے کہ آپ کی زیارت ہر جمعرات کو ہوگی، مگر نجدیوں نے آپ کے کتبہ شریف مع قبر انور کو زمین کے ہموار کر دیا۔

علاوہ ازیں آپ کے فضائل و مناقب اور کرامات بہت زیادہ ہیں جن کی اس جگہ گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کو آپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ اٹھائے۔ آمین!



سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

نسب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔ آپ کی والدہ قاسط قبیلہ کی ایک بی بی تھیں آپ پہلی وہ بی بی ہیں جنہوں نے کعبہ معظمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہنائے کیوں کہ ایک بار سیدنا عباس رضی اللہ عنہ گم ہو گئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میرا بچہ مل جائے تو میں کعبہ کا بہترین غلاف بناؤں گی زمانہ جاہلیت میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ خادم کعبہ حجاج کو زم زم دینے والے اور کعبہ کو آباد کرنے والے تھے جو کوئی طواف کعبہ کرنے آتا اس سے تقویٰ وطہارت کا عہد لیتے۔

وفات

آپ نے اپنی وفات کے وقت سے پہلے 70 غلام آزاد کیے۔ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے۔ اٹھاسی سال عمر پائی۔ بارہ رجب جمعہ کے دن 32ھ کو وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔

ایمان لانے کا واقعہ

جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بدر کے قیدیوں میں قیدی ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو رہائی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل رضی اللہ عنہ اور نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ اور اپنے حلیف عقبہ بن جعدم کا فدیہ دو تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں تو مسلمان تھا مجھے مجبور کر کے لایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری حالت کو خوب جانتا ہے اگر تو اس میں سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے گا لیکن ظاہر اعتبار سے آپ کو فدیہ دینا پڑے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ دینے کا مطالبہ کیا جو بیس اوقیہ سونا تھا پہلے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مال تو لے لیا واقعہ یہ تھا دوسرے سرداران قریش کی طرح آپ کے ذمے بھی ایک دن کے کھانے کا ذمہ تھا، تو جس روز آپ نے لشکر کفار کو کھانا دینا تھا اس روز لڑائی ہو گئی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا مال بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا جس کا ذکر وہ

فرما رہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ تو ہمیں اللہ تعالی نے دیا ہے آپ کو فدیہ دینا ہی پڑے گا تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس کوئی مال نہیں ہے کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا چچا در بدر مانگتا پھرے، تو آپ نے فرمایا: اس کی کیا ضرورت ہے؟ وہ مال کہاں ہے جو آپ مکہ میں میری چچی ام فضل کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں؟ اور جو سیدنا عباس نے اپنی زوجہ سے آتے ہوئے باتیں کی تھیں حضور ﷺ نے وہ تمام بتا دیں تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں خوب جانتا ہوں آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء جلد سوم صفحہ 391)

آپ پہلے مسلمان ہو چکے تھے اپنا ایمان ظاہر نہ کیا بدر میں کفار جبراً آپ کو اپنے ساتھ لائے تھے حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں اور غزوہ میں ابو ولید کعب ابن عمرو نے آپ کو قید کر لیا تھا آپ فدیہ دے کر چھوٹے مکہ معظمہ کے لیے حضور واپس گئے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ آئے۔ مترجم کہتا ہے کہ فتح مکہ کے لیے حضور ﷺ مکہ جا رہے تھے اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ آ رہے تھے تو راہ میں ملاقات ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عباس خاتم المہاجرین یعنی آخر مہاجر ہیں جنت البقیع میں آپ کی قبر ہے جس رات میں انصار نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی یعنی بیعت عقبہ اسی شب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے انہوں نے ہی کہا تھا، اے انصار کے گروہ آپ کو یہ علم ہونا چاہیے محمد ﷺ لوگوں میں نہایت بزرگ اور عظمت والے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جو عہد تم باندھ رہے ہو بعد میں اسے توڑ دیں تم اچھی طرح سے غور فکر کر لو جس طرح مذکور ہے۔ نبی کریم ﷺ کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد تھا، اسیران بدر میں یہ تھے ان کے بعد جب بند سخت ہوئے تو ان کے آہ نالہ اور ان کی تکلیف کے باعث حضور پاک ﷺ سو نہ سکے۔ (مدارج النبوت جلد دوئم صفحہ 73-472)

و عن عبد المطلب بن ربيعة ان العباس دخل على رسول الله صلى الله عليه و آلہٖ و سلم مغضباً وانا عنده فقال ما اغضبك قال يارسول الله مالنا و لقريش اذ تلاقوا بينهم تلاقو بوجوه مبشرة و اذا لقونا لقونا بغير ذلك فغضب رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم حتى احمر وجهه ثم قال والذى نفسى بيده لا يدخل قلب رجل الايمان حتى يحبكم لله و لرسوله ثم قال: ايها الناس من

اذی عمی فقد آذانی فانما عم الرجل صنو ابیه۔ رواہ الترمذی
و فی المصابیح: عن المطلب۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا عبدالمطلب ابن ربیعہ سے کہ جناب عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت غصہ کی حالت میں آئے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا عرض کیا یارسول اللہ! ہم کو قریش سے کیا تعلق ہے کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہنسی خوشی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس کے سوا اور طریقے سے ملتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تم لوگوں سے محبت کرے۔ پھر فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھے ستایا کیوں کہ کسی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے۔

و عن ابن عباس، قال قال رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ و سلم: العباس منی و انا منه۔ رواہ الترمذی

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے اور میں عباس سے ہوں۔

عن دحیة الکلبی، قال: قدمت من الشام فاهدیت الی النبی صلی الله علیه و آلهٖ و سلم فاکهة یابسة من فستق و لوزوکعت فوضعته بین یدیه فقال: اللّٰهم ائتنی باحبّ اهلی الیك، اوقال: الیّ یاکل معی من هذا فطلع العباس فقال: ادن یاعم، فانّی سالت الله ان یاتینی باحب اهلی الیّ او الیه یاکل معی من هذا، فاتیت قال: فجلس فاکل۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 234)

ترجمہ: سیدنا دحیہ کلبی فرماتے ہیں میں شام سے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ خشک میوے ہدیہ کئے، میں نے وہ آپ کے سامنے رکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! وہ بندہ بھیج جو میری اہل بیت سے سب سے زیادہ محبوب ہو، جو میرے ساتھ یہ میوے کھائے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا میرے قریب آؤ بے شک میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ میری اہل بیت میں سے سب سے زیادہ محبوب میرے ساتھ آکر ان میووں کو کھائے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، انہوں نے کھایا۔

لا يبلغوا الخير، او قال الايمان حتى يحبوكم لله و لقرابتي اترجو سلهم حتى من مراد شفاعتي و لا ترجو بنو عبد المطلب شفاعتي۔ (تاریخ دمشق صفحہ 235 جلد 28)

ترجمہ: نہیں پہنچ سکتے نیکی کو یا ایمان کو یہاں تک محبت کریں تم اللہ کے لیے اور میری قرابت کی وجہ سے وہ لوگ میری شفاعت کی امید رکھتے ہیں اور بنوعبدالمطلب امید نہیں رکھتے ؟

قال قال رسول الله للعباس اذا كان غداة الا ثنين فاتني انت وولدك حتّى ادعو لكم بدعوة ينفعك الله بها و ولدك فغدا و غدونا معه و البسنا كساده ثم قال: اللهم اغفر للعباس و ولده مغفرة ظاهرة وباطنة لاتخادر ذنباً اللهم احفظه في ولده۔ رواه الترمذی

و زاد رزين: و اجعل الخلافة باقية في عقبه۔ (مشکوۃ صفحہ 570 مناقب اہل بیت)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا جب پیر کا سویرا ہو تو تم اور تمہارے فرزند میرے پاس آؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تم کو اور تمہارے فرزند کو نفع دے چناں چہ وہ اور ان کے ساتھ ہم سب سویرے ہی گئے، حضور اکرم ﷺ نے ہم کو کمبل اوڑھایا۔

پھر فرمایا: اللہ عباس اور ان کے بیٹوں کی ظاہری و باطنی بخشش کر جو کوئی گناہ نہ چھوڑے الٰہی ان کی حفاظت فرما اور ان کی اولاد میں رزین نے زیادہ کیا الٰہی ان کی اولاد میں خلافت مقرر فرما۔

ان النبي قال و احفظوني في العباس، فانه عمي و صنو ابي۔

(تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 220)

ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: عباس کے بارے میں میرا لحاظ رکھو کیوں کہ وہ میرا چچا ہے، میرے دادا سے ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: استوصوا بالعباس خيرا فانه عمي و صنو ابي۔

ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بہتری کی وصیت فرمائی۔

عن ابي اسيد الانصاري الخذري البدري ان رسول الله صلى الله عليه و آله و

سلم قال للعباس ابن عبدالمطلب: يا ابا الفضل لاترم منزلك غداً انت و بنوك فان لی فيكم حاجة فانتظروه فجاء فقال: السلام عليكم قالوا وعليك السلام ورحمة الله وبركاته، قال كيف اصبحتم؟ قالوا:بخيرنحمدالله كيف اصبحت انت يا رسول الله؟ قال: بخير احمد الله۔ فقال: تقاربوا ليزحف بعضكم الى بعض ثلاثاً فلما امكنوه اشتمل عليهم بملاته و قال هذا العباس عمی و صنو ابی، و هؤلاء اهل بيتی۔ اللهم استرهم من النار كستری یاهم بمللاتی هذه۔

(تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 218،شفاشریف ص 48)

ترجمہ: ابواسید خذری انصاری بدری سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالفضل! کل آپ اپنی اولاد کو اپنے گھر میں رکھیں مجھے آپ سے ضروری کام ہے، تو انہوں نے آپ کی انتظار کی۔ حضور ﷺ تشریف لائے فرمایا: السلام علیکم۔ انہوں نے جواباً عرض کیا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے صبح کس حالت میں کی؟ انھوں نے کہا: خیر و عافیت سے ہم اللہ کی حمد اور اس کا شکریہ ادا کرتے رہے عرض کی حضور ﷺ آپ نے صبح کیسے کی؟ تو آپ نے فرمایا: بہ خیر و عافیت سے میں اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم سب مل کر قریب قریب بیٹھ جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل جاؤ تین بار آپ ﷺ نے ایسا فرمایا پھر آپ ﷺ نے ان پر چادر اوڑھائی اور فرمایا یہ عباس میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے قائم مقام ہیں اور یہ لوگ میری اہل بیت میں اے اللہ ان کو آگ سے دور کر دے اور اپنی رحمت میں داخل کر دے جیسا کہ میں نے اپنی چادر سے ان کو ڈھانپ دیا ہے۔

عن ابی الحسن بن علی بن ابی طالب، قال: قال رسول صلى الله عليه و آلہٖ و سلم: احفظونی فی العباس فانه بقية آبائی۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 220)

ترجمہ: ابوالحسن سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس کے بارے میں میرا لحاظ رکھو کیوں کہ وہ میرے آباؤ اجداد کے بقیہ ہیں۔

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه و آلہٖ و سلم: لا تؤذوا العباس فتؤذونی من سب العباس فقد سبّنی ان عم الرجل صنو ابيه۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 221)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس کو تکلیف نہ دو اس سے مجھے اذیت پہنچتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم من اذى العباس فقد اذانی انما عمّ الرجل صنو ابيه۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 222)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عباس کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

قال رسول الله يقول: العباس عمّی و صنو ابی و بقية آبائی اللّٰهم اغفر له ذنبه و تقبل منه احسن ما عمل و تجاوز عنه شیء ما عمل و اصلح له فی ذريته۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 223)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس میرا چچا ہے میرے باپ کے قائم مقام ہے اے اللہ! ان کے گناہ بخش دے اور ان کے اچھے اعمال قبول فرما اور ان کی برائیوں سے درگزر فرما!

عن ابن عباس قال: جاء رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم الى العباس يعوده فدخل عليه و العباس على سرير له، فاخذ بيد النبی صلى الله عليه و آلہٖ و سلم فاقعده فی مكانة فقال له النبی صلى الله عليه و آلہٖ وسلم: رفعك اللّٰه يا عم۔ (تاریخ دمشق صفحہ 223 جلد 28)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے تو رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اپنی جگہ بٹھا دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میرے چچا کے مرتبہ کو بلند کر دے۔

عن ابی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه و آلہٖ و سلم: اللهم اغفر العباس و لولدا العباس و لمن احبهم۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 224)

ترجمہ: یا اللہ! سیدنا عباس اور ان کی اولاد کو بخش دے انہیں بھی بخش جو ان سے محبت کرے۔

قال ابو هريرة ثم رايت النبی صلی الله عليه و آله و سلم قد ضرب بيديه علی منكب العباس فقال يارب هذا عمی و صنو ابی اللهم لا تفجعنی به كما فجعتنی بعمی حمزة يوم احد و كان امرك يا رب قدرا مقدورا۔

(تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 224)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے فرما رہے تھے اے میرے رب یہ میرا چچا ہے اور میرے ماں باپ کی قائم مقام ہے اے اللہ! مجھے ان کے بارے میں پریشان نہ کرنا جیسا کہ تو نے مجھے حمزہ کے بارے میں احد میں کیا۔

سفر میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے لگے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے پردہ کیا تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف رخ انور کر کے فرمایا:

اللهم استر العباس و استر ولدا من النار۔ (تاریخ دمشق جلد ثانی 28 صفحہ 216)

ترجمہ: اے اللہ! عباس اور اس کی اولاد کو جہنم سے بچا اور اپنی رحمت میں اس طرح چھپا لے جس طرح اس نے اپنی چادر سے مجھے چھپایا۔

عن صهيب مولی العباس، قال: رايت عليًّا يقبل يد العباس و رجله و يقول يا عم ارض عنی۔ (تاریخ دمشق جلد ثانی 28 صفحہ 260)

ترجمہ: سیدنا صہیب مولا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہتے تھے اے چچا مجھ سے راضی ہو جا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں بیٹھے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشادات فرما رہے تھے لوگ سن رہے تھے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پر بٹھا لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرنے پر خوش ہوئے۔

سیدنا عباس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دلیل

جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بدری قیدیوں میں مدینہ پاک لائے گئے اور ان کی مشکیں باندھ دی گئیں اس رات میں

حضورﷺ کو نیند نہیں آئی تھی، آپ بار بار کروٹیں بدلتے تھے دریافت کرنے پر حضورﷺ نے فرمایا کہ میں کیسے آرام کروں میرے سامنے میرا چچا کراہ رہا ہے۔ چناں چہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بندیں ڈھیلی کر دیں جب حضورﷺ نے دیکھا کہ اب سیدنا عباس کراہ نہیں رہے تو اس کی وجہ پوچھنے پر صحابہ نے عرض کیا کہ حضور! ہم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو کھول دیا ہے یا اس کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہﷺ نے فرمایا: جاؤ سب کے ساتھ ایسا سلوک کرو!

یاد رہے! سیدنا عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے آپ نے اسلام لانے کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ روایت میں آتا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حضورﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی، حضورﷺ نے فرمایا کہ آپ کا مکہ پاک میں رہنا ہی مناسب ہے کیوں کہ مکہ پاک میں جو غریب اور کمزور مسلمان رہتے ہیں اور ہجرت کرنے پر قادر نہیں تھے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مکے میں رہ کر ان کی حمایت کرتے تھے نیز مکے کے حالات لکھ کر حضورﷺ کو بھیجتے رہتے اور آگاہ کرتے تھے اس لیے حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضورﷺ نے بدر کے موقعہ پر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرما دیا تھا اگر عباس رضی اللہ عنہ کسی سامنے آئے تو اسے قتل نہ کرنا، کیوں کہ وہ جبراً لائے گئے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خاصہ بھی ہے جب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور میدان میں لے جا کر ہاتھ پکڑ کر ان کا واسطہ دے کر بارگاہ خداوند میں بارش کی دعا کی، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے خوب پانی برسایا، تو اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ رسول اللہﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالی کی طرف پہنچانے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بہترین وسیلہ ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے جب بارش برسنے لگی تو لوگ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو مس کرتے تھے اور کہتے تھے مبارک ہو آپ کو اے ساقی حرمین چوں کہ آپ قبل از اسلام بھی ساقی حرمین تھے کیوں کہ خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کے پانی کا انتظام آپ ہی کے ذمہ تھا جو کہ اسلام لانے کے بعد بھی اس مبارک دینی فریضہ کے لیے سید الانبیاء ﷺ نے بحال رکھا۔

آپ نے اپنے وصال کے وقت ستر غلام آزاد کیے۔ آپ کا انتقال سیدنا عثمان ذوالنورین کے دورِ خلافت میں رجب سنہ 12-13ھ میں ہوا اور وصال کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھاسی یا اناسی برس تھی۔

عماتِ رسول یعنی آپ کی پھوپھی

سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

نام ونسب

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی ہیں۔ان کا نسب وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کی سگی بہن ہالہ بنت واحد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔زمانہ جہالت میں سیدنا ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث بن حرب سے آپ کی شادی ہوئی۔آپ اول ہجرت کرنے والی خواتین میں سے ہیں۔آپ شاعرہ اور ہاشمیہ ہیں۔حارث بن حرب بن امیہ کے فوت ہونے کے بعد آپ کا نکاح حزام بن خویلد الاسدی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے بھائی سے ہوا۔گویا کہ آپ سیدہ ام المومنین کی بھاوج ہیں۔سیدنا زبیر بن عوام جو عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں آپ کی والدہ ہیں۔ان کے علاوہ آپ کے دو صاحب زادے تائب اور عبدالعبد ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر فوراً اسلام قبول کرلیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبد مناف جن کو ابوطالب کہتے ہیں اور زبیر بن عبدالمطلب جن کی کنیت ابوالحارث اور سید الشہداء بن عبد المطلب اسد اللہ واسد رسول اور ابولہب وسیدنا عباس آپ کے حقیقی بھائی ہیں۔ان میں سے آپ کے چار بھائیوں نے زمانہ اسلام پایا۔ابولہب ابوطالب اور عباس وحمزہ ان میں صرف سید الشہداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔نیز آپ کو حوارِیِ رسول سیدنا زبیر بن عوام کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آپ کا اسلام لانا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب نزول آیت و انذر عشیرتك الاقربین کے وقت اپنے قرابت داروں کو بلایا' اس میں آپ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا دیگر افراد کے علاوہ حاضر ہوئیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔یہ آیت مقدسہ سنانے کے بعد انہیں دعوت اسلام دی اور فرمایا: اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! اگر تم ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں

تمہاری کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میں اپنا مال دے سکتا ہوں جتنا آپ چاہیں تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر مسلمان ہو گئیں۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا تو پہلے ہی اپنی والدہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور اپنی بہنوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اول ایمان لانے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں اور قرآن کی اتباع کرنے والوں میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے علاوہ بھی پھوپھیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام اروی' سیدنا عاطقہ ہیں۔ ان دونوں کے ایمان اور عدم ایمان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب

ہجرت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے صاحب زادے سیدنا زبیر کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ جنگ احد میں دیگر مجاہد عورتوں کے ساتھ مجاہدین کی خدمت کے لیے اور ان کو جہاد پر ابھارنے اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے لیے شامل ہوئیں۔ اس کے علاوہ آپ غزوہ خندق میں بھی تشریف فرما ہوئیں۔ اس جنگ میں آپ کی شجاعت اور بہادری کا عظیم کارنامہ ظاہر ہوا' جو کہ جرات اور شجاعت کی حیرت انگیز مثال ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوہ احزاب کی طرف تشریف لے گئے تو خواتین اسلام کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے آپ نے انہیں ایک قلعہ میں ٹھہرا دیا اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو نعت گو شاعر ہیں کو ان کی حفاظت کے لیے متعین کر دیا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا کہ عورتیں تنہا تھیں۔ اس لیے یہودیوں نے میدان خالی دیکھ کر مسلمانوں کی مشغولیت سے فائدہ اٹھانا چاہا' ایک یہودی کو انہوں نے قلعہ کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا۔ جب وہ یہودی قلعہ کے دروازے تک (جس میں صحابیات موجود تھیں) پہنچ گیا اور کان لگا کر باتیں سننے لگا تاکہ موقع پا کر حملہ کر دے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا' چوں کہ آپ طبعی طور پر بہت دلیر تھیں اس لیے سیدنا حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا آگے بڑھ کر اس کو قتل کر دو۔ انہوں نے جواب دیا، جیسا کہ آپ جانتی ہیں میرا یہ مشن نہیں ہے' یعنی میں مردِ میدان نہیں ہوں۔ میرا جو مشن ہے وہ آپ خوب جانتی ہیں' اگر چاہتی ہو تو مجھ سے کوئی اشعار سن لو یہ جہاد وغیرہ میرے بس کا روگ نہیں ہے مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا پہرہ دار مقرر کیا ہے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے مناسب زجر و توبیخ کے بعد خود خیموں میں سے کسی خیمہ کا بانس لے کر خود اس کے مقابلہ میں آ گئیں اور اس کو مار مار کر قتل کر دیا۔ تقریباً تاریخ اسلام میں یہ واحد خاتون ہیں جنہوں نے میدان جنگ میں کسی کافر مرد کو قتل کیا ہو اور غزوہ احد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت اور ظاہراً شکست ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتشر ہو گئے، تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میدان چھوڑنے والے مرد صحابہ کرام کے منہ اور چہروں پر پتھر مار رہی تھیں اور ان کو میدان سے بھاگنے پر شرم دلا رہی تھیں۔

محبت واطاعت رسول کااہم واقعہ

جب جنگ احد میں آپ کے بھائی سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر آپ نے سنی تو آپ تیزی سے احد کی طرف جارہی تھیں، آپ پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے ہیں کو فرمایا کہ جلد جا کر اپنی والدہ کو اُحد میں جانے سے روک دے، وجہ یہ تھی کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد مثلہ بنا دیا گیا تھا۔ یعنی آپ کے ناک، کان مبارک کاٹ دیئے گئے تھے تو سید الانبیاء نے یہ خیال فرما کر منع کیا، آخر صفیہ عورت ہیں اور عورتوں کے دل بہت زیادہ رقیق اور نرم ہوتے ہیں تو شاید یہ اپنے بھائی کی لاش مبارک دیکھ کر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، کیوں کہ بے صبری اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے۔ تو جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ امی جان آپ واپس چلی جائیں آگے نہیں جاسکتی ہیں، چناں چہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایک دلیر اور بہادر عورت تھیں اور دل میں بھائی کی شہادت کا رنج اور غم بھی موجود تھا، اس لیے اپنے بیٹے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو زور سے تھپڑ مارا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھا کہ شاید میری والدہ محترمہ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ میں نے اپنی طرف سے انہیں منع کیا ہے۔ چناں چہ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ امی جان میں منع کرنے والا نہیں ہوں مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنی والدہ کو احد جانے سے روک دو، جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا کہ مجھے روکنے والا خدا کا رسول اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے تو فوراً انہی قدموں پر رک گئیں۔ یہ ہے اطاعت رسول اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم چناں چہ آپ یہ بھی سمجھ گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کیوں منع کیا ہے تو فوراً فرمانے لگیں: اے میرے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میری طرف سے یہ پیغام لے کر حاضر ہو اور عرض کرنا: یارسول اللہ! میری والدہ آپ سے اپنے بھائی کی لاش پر جانے کی اجازت طلب کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ وعدہ کرتی ہے کہ جس بات کا آپکو خطرہ ہے وہ میں ہرگز نہیں کروں گی۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فراہم فرمادی۔ جناب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سید الشہداء کی لاش اور میت پر صبر کا جو مظاہرہ کیا دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہے۔

وفات

آپ نے 73 سال عمر میں سنہ 20ھ خلافت فاروقی میں وصال فرمایا۔ نماز جنازہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ قبر شریف جنت البقیع میں موجودہ دروازہ سے داخل ہوتے وقت بائیں ہاتھ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں۔ آپ ام المومنین میمونہ کی بہن ہیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو علم و حکمت کی دعائیں دیں۔ آپ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ نہایت حسین بڑے عالم فقیہ مجتہد تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا۔ ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ سنہ 68ھ میں طائف میں وفات پائی۔ 71 سال عمر ہوئی۔

هو عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد المناف بن قصی ابو العباس الهاشمی ابن عم رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ و سلم۔

حبر الامت وفقیہ العصر، امام التفسیر ابو العباس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی ولادت شعب بنی ہاشم ہجرت سے تین سال قبل ہوئی۔

بہ وقت ولادت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ 20 پر لکھتے ہیں کہ سیدہ ام فضل جو کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میرے شکم میں تھے میرا گزر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچی جان! آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہونے والا ہے، جب پیدا ہو جائے تو اس کو میرے پاس لانا، تو ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب

دہن ان کے منہ میں ڈالا اور ان کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا اے میری چچی جان! خلفا کے باپ کو لے جاؤ!

زبانِ نبوت سے دعائے علم وحکمت

آپ کو تقریباً اڑھائی سال سید الانبیاء ﷺ کی سنگت اور صحبت رہی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور میرے لیے حکمت کی دعا کی۔

آپ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو دیکھا کہ پانی کا برتن رکھا ہوا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ خدمت میں نے کی ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللھم علمه تاویل القرآن۔

یعنی اے اللہ! اس کو قرآن کا ماہر بنا دے!

دوسری روایت اس طرح ہے:

اللھم فقھه فی الدین و علمه تاویل القرآن۔

اے اللہ! ان کو دین کی سمجھ (فقہ) اور قرآن کا ترجمان بنا!

آپ سے ایک روایت اس طرح ہے:

دعا له ان یزیده الله فھماً و علماً۔

اے اللہ! اس کے علم اور فہم کو زیادہ فرما!

ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف التفات اور توجہ نہ فرمائی جب یہ آپ کی مجلس شریف سے اٹھ کر باہر آئے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے ہماری طرف کوئی توجہ اور دھیان نہیں دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے کہا آپ ﷺ کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ بات چیت فرما رہے تھے اس لیے ہماری طرف توجہ نہ فرمائی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا واقعی ان کے پاس کوئی شخص تھا؟ عرض کی ہاں، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ واپس آئے اور عرض کیا:

یارسول اللہ! کیا آپ کے پاس کوئی شخص تھا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تو نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جس نے مجھے آپ سے مشغول رکھا۔

انه رای جبرئیل مرتین و دعا له رسول اللّٰه صلی الله علیه وآلهٖ وسلم مرتین۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک میں نے جبرائیل کو دو مرتبہ دیکھا اور دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری لیے دعا فرمائی۔

و عنه، انه قال دعا لی رسول الله صلی الله علیه وآلهٖ وسلم ان یؤتینی الله الحکمة مرتین۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اللہ سے دو مرتبہ یہ دعا کی: یا اللہ! مجھے حکمت عطا فرما!

ما رواه البخاری باسنا ده الی ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وآلهٖ و سلم دخل الخلاء فوضعت له وضوء ا قال: من صنع هذا فاخبر فقال اللهم فقهه فی الدین۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں تشریف فرما ہوئے تو میں نے ان کے وضو کے لیے پانی رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا یہ کس نے کیا ہے یعنی پانی کس نے رکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی یہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما!

عن ابن عباس، قال ضمنی النبی صلی الله علیه وآلهٖ وسلم الی صدره قال: اللهم علمه الحکمة۔ (بخاری جلد اول صفحہ 531)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لگا کر دبایا اور فرمایا: اے اللہ! اس کو حکمت اور دانائی عطا فرما!

مندرجہ بالا احادیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علم و فضل اور حکمت اور دانش پر واضح ثبوت ہیں بے شک اللہ

تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں اس طرح قبول فرمایا کہ آپ علم وحکمت میں پوری امت کے امام تسلیم کیے گئے آپ نے احکام اسلام اوامر ونواھی اور حلال وحرام اور بے شمار شرعی احکام ومسائل پر علم کے دریا بہا دیے اور اسی دعا مبارک کا اثر تھا کہ علم تفسیر فقہ اور دینی احکام میں آپ کو حبر امت تسلیم کیا گیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں آخری رات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو میں پھر آپ کے پیچھے ہٹ گیا پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے فرمایا: تیرا کیا حال ہے؟ میں نے تجھے اپنے برابر کھڑا کیا تو پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں آپ کو اللہ تعالی نے بہت بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری اس بات سے متعجب ہوئے اور میرے لیے اللہ تعالی سے دعا فرمائی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے علم وفہم میں برکت فرمائے پھر میں نے دیکھا کہ آپ آرام فرما ہوئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے سونے کی حالت کی آواز سنی، پھر جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے حاضر ہوئے تو حضور کھڑے ہوئے آپ نے نماز پڑھائی اور وضو کا اعادہ نہ کیا۔

فقاہت وحکمت

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے فہم علم اور حلم کے لحاظ سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے جس پر بعض صحابہ کرام سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس رویہ پر اعتراض کیا کرتے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے بچوں اور بیٹوں کے برابر ہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں تو جب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک مشکل ترین مسئلہ سب کے سامنے پیش کیا جس کو سوائے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کوئی حل نہ کر سکا، اس پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے دیکھ لیا اس وجہ سے میں ان کو اپنے قریب بٹھاتا ہوں۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب کبھی کسی مشکل سے مشکل مسئلے کا حل مطلوب ہوتا تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بلاتے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آتے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے: مشکل کشا آ گیا اور آپ بدری صحابہ مہاجرین وانصار کے مقابلہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو فہم علم اور قوت گویائی عطا فرمائی تھی یہ ان کا خاصہ تھا اسی لیے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان پر کسی کو مقدم نہیں جانتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس کے وصال پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تاثرات

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا ایسی شخصیت کا وصال ہوا جو سب سے زیادہ عالم اور بردبار تھے اور بے شک اس امت کو مصیبت پہنچی ہے جس کا کوئی حل نہیں آج اس عظیم شخص کا وصال ہوا جس کے مشرق اور مغرب والے سارے ہی مسلمان محتاج تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان نے فرمایا اللہ کی قسم آج سب سے زیادہ فقیہ دنیا سے رخصت ہوا۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کتاب کے سب سے زیادہ عالم تھے جو اللہ نے اپنے محبوب پر نازل فرمائی۔

سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو کثرت علم کی وجہ سے بحر کہتے ہیں۔

سیدنا محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے وصال پر فرمایا آج کے دن اس امت کا امام ربانی فوت ہوا ہے۔ (موسوعہ آل بیت النبی الاطہار)



سیدنا عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

نام ونسب

یہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں، انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش اخلاقی سے ملے۔ یہ اپنے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے ہیں یہ بڑے سخی اور جواد تھے، ان کی سخاوت ضرب المثل تھی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کا والی اور حاکم بنایا تھا، نیز وہ سنہ 34ھ میں لوگوں کے امیر حجاج تھے اوران کی عمراس وقت 37 سال تھی، یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یمن کے حاکم رہے، ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ہر روز ایک اونٹ ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کرتے ان کے بھائی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا تو یہ اپنی سخاوت سے باز نہ آئے بلکہ سخاوت سے دوگنا کر دیا۔

سخاوت

ان کے سفر کا عجیب واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ایک سفر میں ایک اعرابی کے ہاں ٹھہرے، چوں کہ آپ انتہائی خوب صورت اور روشن چہرے والے تھے، اعرابی آپ کی آمد سے بہت خوش ہوا، اور اپنی بیوی سے کہا: آج ہمارے پاس ایک بہت مبارک شخصیت تشریف لائی ہے، کیا تیرے پاس ان کے کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس کی بیوی نے جواب دیا کہ سوائے اس بکری کہ جس کے دودھ پر تیرے بچے کا گزارہ ہے اور کوئی چیز نہیں، تو اس اعرابی نے اس بکری کو ذبح کر کے آپ کی مہمان نوازی کا انتظام کیا۔ سیدنا عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کو سن لیا تھا جو اعرابی اور اس کی بیوی کے درمیان ہوئی، تو رخصت ہوتے وقت آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: پانچ سو دینار موجود ہیں جو ہمارے نان ونفقہ سے بچے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ اس اعرابی کو دے دو! اس نے کہا: سبحان اللہ! اس نے ایک بکری ذبح کر کے ہماری خدمت کی ہے جس کی قیمت زیادہ سے زیادہ پانچ یا دس درہم ہو

گی،تو آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے وہ ہم سے زیادہ سخی ہے، جو اس کے پاس تھا وہ سب کچھ اس نے ہم پر خرچ کردیا۔ جب یہ واقعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو جزا دے، دیکھو تو سہی یہ کس کا تخم ہے، یعنی کس کا بیٹا ہے اور کس خاندان سے اس کا تعلق ہے، اور ساتھ ہی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبید اللہ رضی اللہ عنہ جود و کرم کی کان ہیں۔

آپ کے بارے میں کہا جاتا تھا جو شخص کمال فقہ اور سخاوت کا ارادہ رکھتا ہے وہ درِ عباس رضی اللہ عنہ پر جائے سیدنا فضل رضی اللہ عنہ کے کمال فقہ کی وجہ سے لوگ ایسا کرتے تھے۔

آپ کے وصال شریف کے بارے میں مختلف اقوال میں واقدی نے ذکر کیا کہ آپ کی وفات یزید کے دور حکومت میں ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے امیر معاویہ کے دور حکومت میں وفات پائی آپ کی عمر مبارک 98 سال تھی آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔



سیدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب

آپ بھی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔آپ کے فضائل میں سے یہ فضیلت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے سب سے بعد نکلے آپ سے یہ بھی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں دیدار کیا اور میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں اپنی امت کے حق میں دعائے مغفرت فرما رہے ہیں آپ بہت بڑے ادیب اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔آپ سے کسی نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ لوگوں سے زیادہ صاحب فضل ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملے اور پھر ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا حاکم اور والی بنایا تھا۔یہ برابر اسی عہدہ پر رہے یہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔یہ خلفیہ کا قول ہے اور زبیر نے بیان کیا ہے۔ان کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا تھا۔پھر سیدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سعید بن عثمان بن عفان کے ہمراہ سمرقند چلے گئے اور وہیں شہید ہو گئے۔(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 762)

روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو انہوں نے انا للّٰہ و انا الیه راجعون پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی ان میں رکوع اور سجود اور جلوس لمبا کیا پھر اپنی سواری پر کھڑے ہو کر فرمایا میں نے ایسا اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و استعینوا بالصبر و الصلٰوة و انها لکبیرة الا علی الخاشعین۔



سیدنا فضل ابن عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ثابت قدم رہے۔ حجۃ الوداع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ سید الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل وفات دینے والوں میں آپ بھی تھے، پھر شام میں جہاد کرتے رہے۔ اردن کے علاقہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 18 سال تھی۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے صاحب زادوں میں سے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں، اسی وجہ سے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالفضل اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی کنیت ام فضل رضی اللہ عنہا ہے، آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ اور جنگ حنین میں ساتھ رہے۔

آپ کے مناقب میں سے یہ بات بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کے وقت اپنے پاس سے حق مہر ادا کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع میں مزدلفہ سے منیٰ تک ان کو اپنا ردیف بنایا۔

اوران کے فضائل میں سے یہ بھی ہے، خود فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لو اور مسجد میں لے چلو جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے ہاتھ مبارک پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر بٹھایا پھر فرمایا لوگوں کو آواز دو کہ وہ مسجد میں میرے قریب آجائیں۔

آپ کے دیگر فضائل بھی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسلِ صفا وجہ وصل خدا
باب فضل ولایت پہ لاکھوں سلام
اولین دافعِ اہل رفض و خروج
چارمی رکن ملت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پر تو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض و تفضیل و نصب و خروج
حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

آپ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

نسب نامہ

علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب رکھی۔

آپ کی والدہ محترمہ کا نام مبارک حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ علماء انساب نے تحریر کیا ہے کہ آپ وہ پہلی خاتون ہیں جن کے شکم پاک سے ایک عظیم الشان اور مردِ آہن ہاشمی بچہ پیدا ہوا۔ یہ محترم خاتون اسلام لانے

والوں میں سے قدیم الاسلام ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حلیم وشحیم تھے، آپ کی پیشانی مبارک کشادہ اور چوڑی تھی۔ قد مبارک درمیانہ پیٹ مبارک قدرے بزرگ، داڑھی مبارک مناسب دراز، شانے مبارک چوڑے اور پر گوشت، رنگ مبارک سفید گندمی مائل اور کولہے بھاری اور پر گوشت۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان دس خوش قسمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک ہیں جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں جنتی ہونے کی خوش خبری اور مژدہ سنایا۔

نیز آپ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بہت ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہ وجہ صغرسنی آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی' اس لیے آپ کو کرم اللّٰہ وجھه الکریم کہا جاتا ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ خارجی آپ کا نام لیتے وقت یہ بکواس کرتے: تھے سوّد اللّٰہ وجھه (العیاذ باللہ) ولہٰذا اہل سنت نے جب ان کی یہ بکواس سنی تو اس کے رد اور مقابلہ میں کرم اللہ وجہہ الکریم کہنا شروع کردیا۔

اور جملہ صحابہ کرام سے آپ بے مثل و بے مثال عالم مفتی زبردست زاہد، سخی اور اعلیٰ درجہ کے خطیب اور قاضی تھے۔ بعض کتابوں میں آپ کا یہ قول مبارک ملتا ہے کہ آپ نے برسر منبر فرمایا تھا:

سلونی ما شئتم۔

اور یہ بھی لکھا کہ یہ دعویٰ صحابہ میں سے آپ کے سوا کسی نے نہ کیا اور اس کے تحت ایک واقعہ اور حکایت کتابوں میں درج ہے کہ جب آپ نے یہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ حضرت بتایئے اس وقت جبرائیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام تو ہی ہے جو بھیس بدل کر یہاں آئے ہوئے ہو۔ کیوں کہ میں نے زمین و آسمان میں اپنی نظر دوڑائی اور دیکھا مجھے اور کہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نظر نہیں آئے۔ اس لیے میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جبرائیل علیہ السلام تو ہی ہے۔

نیز آپ نے اس وقت ایمان قبول کیا جب آپ کی عمر مبارک بہ اختلافِ روایات دس بارہ سال یا اس سے کچھ کم وبیش تھی۔ آپ اس قدر تارک دنیا تھے کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے دنیا! تم میرے پاس کس لیے آتی ہو؟ جا، میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ مجھ سے دور چلی جا، میں تیری تروتازگی اور خوب صورتی کو پسند نہیں کرتا۔

فضائل سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل ایمان اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔آپ کا اسم گرامی علی ہے۔کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے صاحب زادے ہیں۔سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں اور سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے والد ماجد ہیں۔آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد جو کہ بلند درجہ اور صاحب فضیلت خاتون ہیں۔آپ کی والدہ نے آپ کا اسم شریف حیدر رکھا۔چوں کہ ولادت کے وقت حضرت ابو طالب موجود نہ تھے۔جب وہ واپس آئے تو ان کو یہ نام پسند نہ آیا تو انہوں نے آپ کا نام علی رکھا۔بعض تاریخی روایات کے مطابق آپ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔اس میں مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اختلاف ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک کیا تھی۔چناں چہ اختلافِ روایات کے مطابق کچھ نے پندرہ برس اور بعض نے چودہ برس لکھی ہے۔اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آپ سن بلوغت سے پہلے اسلام لائے تھے۔اس لیے آپ نے کبھی بتوں کی پوجا نہ کی۔

مدارج النبوت میں موجود ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے حسین وجمیل اور صاحب وجاہت تھے۔سوائے غزوۂ تبوک کے جملہ غزوات میں شامل ہوئے۔غزوۂ تبوک کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی اہل بیت کی خاطر گھر پر چھوڑ گئے تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ میں جب بازار جاتا تو سوائے منافقین اور بچوں اور بوڑھوں کے کوئی نظر نہ آتا۔جس سے میں بے چین ہو جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیوں چھوڑ گئے ہیں۔جب کہ معاذ اللہ میں منافق بھی نہیں ہوں اور جنگ کرنے کا اہل بھی ہوں۔تو میں اسلحہ اور جنگی ساز وسامان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے روانہ ہو گیا اور آپ کو جا ملا۔تو میں نے یہی عرض کی کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ آئے ہو جب کہ میں پوری بہادری سے جنگ وقتال کر سکتا ہوں، تو آپ نے فرمایا:

الا ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔

ترجمہ: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیری نسبت میرے ساتھ وہی ہو جائے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، مگر یہ کہ ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

خیبر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علم عنایت فرمایا تھا۔جب کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرحب کے

قلعہ کے فتح نہ ہونے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل اس کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا کر دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار کرنے لگے کہ یہ شرف کس کو عطا ہوتا ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ چوں کہ آپ کی آنکھوں میں تکلیف تھی، صحابہ نے ذکر کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ جب صحابہ کرام نے ان کو بارگاہِ رسالت میں پیش کیا تو سید الانبیاء ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر اپنا لعابِ دہن لگایا۔ تو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم مجھے ایسا لگا گویا کہ میری آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں، تو آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو علم دیا۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے:

و عن سهل بن سعد ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال يوم خيبر لاعطين هذه الراية غداً رجلاً يفتح الله على يديه يحب الله و رسوله و يحبه اللّٰه و رسوله فلما اصبح الناس غدوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم يرجون ان يعطاها فقال اين على ابن ابى طالب فقالوا هو يا رسول الله يشتكى عينيه قال وارسلوا اليه فاتى به فبصق رسول الله فى عينيه فبرا حتى كان لم يكن به وجع فاعطاه الراية فقال على يا رسول الله اقاتلهم حتى يكونوا مثلنا قال انفذ على رسلك حتى تنزل بساحتهم ثم ادعهم الى الاسلام واخبرهم بما يحب عليهم من حق الله فيه فوالله لان يهدى الله بك رجلاً واحداً خيرلك من ان يكون لك حمرالنعم۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف صفحہ 563)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ شخص اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سب حاضر ہوئے، ہر ایک یہ آس لگائے ہوئے تھا کہ جھنڈا اُسے دیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: آنکھوں کے بیمار ہیں۔ فرمایا: انہیں بلاؤ! چناں چہ انہیں

لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب شریف اُن کی آنکھوں میں لگایا، وہ ایسے اچھے ہو گئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں جھنڈا دیا تو علی پاک نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اُن سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں۔ فرمایا: اپنی نرمی پر جاؤ حتیٰ کہ اُن کے میدان میں اترو، پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں اللہ کے اُن حقوق کی خبر دو جو اُن پر لازم ہیں اسلام میں۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے یہ تمہارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں۔

اور مسلم شریف صفحہ 115 پر یہ حدیث پاک موجود ہے اور اس میں مرحب اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دل چسپ مکالمہ اس طرح درج ہے:

وخرج مرحب فقال:

قد علمت خیبر انی مرحب
شاك اصلح و بطل مجرب
اذا الحروب اقبلت تلهب

ترجمہ: مرحب اتراتا ہوا اور تلوار لہراتا ہوا آیا اور بولا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے پوری طرح مسلح اور تجربہ کار بہادر ہوں۔ جب جنگ میں اترتا ہوں تو آگ کی طرح شعلے مارتا ہوں۔

تو اس کے جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فقال علی:

انا الذی سمتنی امی حیدره
کلیث غابات کریه المنظره
او فیهم بالصاع کیل السندره

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ اس شیر کی طرح ہوں کہ جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ یعنی ببر شیر، ایسی صورت والا جس کو دیکھنے سے خوف آتا ہو۔ لوگوں کو ایک صاع کے بدلے پندرہ دیتا

ہوں یعنی دشمن کا وار اور حملہ سخت ترین وار کرنا جس سے اس کا کام تمام ہو جائے۔

چناں چہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔

اس حدیث مقدسہ کے تحت علامہ نووی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ رجز کیوں پڑھا کہ میں اسد ہوں کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ مجھے شیر قتل کر رہا ہے۔ جس کا علم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بوجہ ولایت ہو چکا تھا تو آپ نے اس کو ڈرانے کے لیے فرمایا کہ وہ شیر میں ہی ہوں جس نے خواب میں تجھے قتل کیا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: من سب عليا فقد سبني۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

یہ اس لیے بھی درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شجرہ مبارک ایک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

يا علي انا و انت من شجرة واحدة۔

اے علی! میں اور تو ایک ہی شجرہ سے ہیں۔

و عن زرين بن حبيش قال قال علي رضي الله عنه والذي فلق الحبة و براء النسمة انه لعهد النبي الامي صلى الله عليه وسلم الىّ ان لا يحبني الا مؤمن و لا يبغضني الا منافق۔ رواه مسلم

ترجمہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جان کو پیدا کیا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا کہ نہیں محبت کرے گا مجھ سے مگر مومن اور سوائے منافق کے کوئی مجھ سے بغض نہیں رکھے گا۔

اس کے تحت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حب علی ایمان کی نشانی ہے اور بغض علی نفاق کی علامت ہے۔ مگر محبت سے مراد ہے سچی محبت نہ کہ محض زبانی دعویٰ کی محبت اور سچی محبت تو صرف اہل سنت و جماعت کو حاصل ہے۔ سچی محبت کی چند علامات ہیں: ایک یہ کہ اعمال میں اُن سرکار کی پیروی کرے۔ اُن کی مخالفت ہرگز نہ کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری

اولاد اور تمام دوستوں سے محبت کرے۔ کیوں کہ بغض صحابہ اور حب علی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
غضب تو دیکھو کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو صاحب زادوں سے محبت اور اُن کی باقی صاحب زادیوں اور صاحب زادوں سے عداوت۔ سیدنا حضرت ابوبکر بن علی، سیدنا عمر بن علی، سیدنا عثمان بن علی، اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہم یہ سب آپ کی اولاد ہیں جو لوگ ان کو نہیں مانتے وہ محبّ علی کیسے؟ اللہ ان کو ہدایت دے۔
اور خیبر والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ
تقدیرِ الٰہی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر ہوں اور اس فتح کا تاج اُن کے سر رہے ورنہ اور صحابی بھی فتح کر سکتے تھے جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ کسی بھی صحابی کے بارے میں فرماتے وہ فتح کر لیتا۔ صحابہ کرام وہی تو ہیں جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے مثلاً یرموک اور قادسیہ جیسی جنگیں فتح فرمائیں جیسا کہ کتب تواریخ گواہ ہیں۔
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ میں امیر لشکر بنا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تو دوران سفر مال غنیمت میں سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک جاریہ کو اپنے قبضے میں لے کر اُس سے صحبت کر لی تو آپ کے ساتھیوں میں سے بعض نے آپ کے اس فعل کو اچھا خیال نہ کیا۔ اور اس کی شکایت بارگاہِ رسالت میں کی تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اس طرز کی طرف التفات نہ کرتے ہوئے ناراضگی سے فرمایا کہ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟

علی منی و انا منه و هو ولی کل مؤمن۔
ترجمہ: علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد بھی میری امت کے ہر مومن کے ولی ہیں۔
صاحب ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، سوائے جعفر بن سلیمان کی حدیث کے کوئی نہیں جانتا۔
قال ابن عباس رضی الله عنه عن علی رضی الله عنه عقم النساء ان یاتین بمثل امیر المومنین علی ابن ابی طالب والله ما رایت ولا سمعت رئیساً یوزن به۔ (نساء اہل البیت صفحہ 685,686)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عورتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ

جیسا جننے سے بانجھ ہوگئیں۔ اللہ کی قسم میں نے علی المرتضیٰ جیسا رئیس یعنی سردار نہ کوئی سنا نہ کوئی دیکھا۔
نیز اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر بعض یمنی لوگوں نے اسی قسم کی شکایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ رسالت میں کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولیٰ۔

اور ایک روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں:

اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ۔

ترجمہ: اے اللہ! محبت کر اس سے جو علی سے محبت کرتا ہے اور دشمن رکھ اسے جو علی سے دشمنی رکھتا ہے۔
یاد رہے کہ مولیٰ کے معنی دوست ہیں، جیسا کہ اگلے الفاظ نے اس کی وضاحت کر دی۔ اور مولیٰ کے معنی وہ نہیں جو رافضی مراد لیتے ہیں۔ چوں کہ قرآن پاک میں یہ لفظ کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ اور سورۃ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فان اللّٰہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المؤمنین۔

ترجمہ: پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا مددگار ہے اور جبرائیل اور تمام نیک مومن۔
اس جگہ لفظ مولیٰ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی مددگار اور دوست نہ کہ جو رافضی کہتے ہیں۔ یعنی خلیفہ بلافصل کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو کسی کا خلیفہ نہیں اور نہ ہی جبرائیل خلیفہ بلافصل ہیں اور نہ ہی تمام نیک مسلمان۔
یاد رہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولائے کائنات شیعہ نظریہ سے کہنا سراسر کفر ہے۔ اہل سنت و جماعت کو اس سے سخت اجتناب اور پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ اگر مولیٰ بہ معنی محبوب جو کہ حدیث پاک کا تقاضا ہے اس معنی کے لحاظ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مولائے کائنات یعنی محبوب کائنات کہا جائے تو درست ہوگا۔ رافضیوں کے تشبہ کی وجہ سے احتراز ہی احوط اور بہتر ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اہل ایمان کا حقیقی مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

فان اللّٰہ ھو مولکم نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مولیٰ ہے وہ بہت اچھا مولیٰ ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔
سورۃ بقرہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو دعا تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی یہ الفاظ ہیں:

و ارحمنا انت مولنا۔

نیز پارہ نمبر 17 کی آخری آیت 78:

فاقیموا الصلٰوۃ و اٰتوا الزکٰوۃ و اعتصموا باللّٰہ ھو مولکم فنعم المولٰی و نعم النصیر۔

ترجمہ: پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ (کی رسّی) کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اس لیے کہ اللہ تمھارا مولا ہے اور بہت اچھا مولا ہے اور اچھا مددگار ہے۔

بلکہ ان آیات مقدسہ نے مولیٰ کا معنیٰ واضح فرما دیا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مولیٰ ہے اور اس معنیٰ میں جو کوئی کسی اور کو مولیٰ مانے وہ کافر اور مشرک ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ شیعہ اس حدیث کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں۔ چناں چہ فرق الشیعہ مصنف ابی محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی یہ شخص تیسری صدی ہجری کا گزرا ہے جو شیعوں کا قدیم ترین عالم ہے اور یہ کتاب المطبعۃ الحیدریہ نجف کی چھپی ہوئی ہے اور اس کے صفحہ 72 سے 73 میں اس کا معنیٰ اور مطلب یوں لکھا ہوا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ و الہ و سلم انقطعت عند الرسالۃ فی حیاتہٖ فی الیوم الذی امر فیہ بنصب علی بن ابی طالب للناس بغدیر خم فصارت الرسالۃ فی ذلک الیوم فی علی ابن ابی طالب واعتلوا فی ذلک بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولی و ان ھذا القول منہ خروج من الرسالۃ و النبوۃ و تسلیم منہ فی ذلک لعلی ابن ابی طالب بامر اللہ عزوجل وان النبی صلی اللہ علیہ و سلم بعد ذلک کان ماموماً لعلی محجوجاً بہ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نبوت و رسالت آپ کی زندگی مبارک میں ہی اسی روز ہی منقطع ہو گئی جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو غدیر خم پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنے کا حکم دیا تو رسالت اسی دن سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں منتقل ہو گئی اور اُس کی دلیل یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: من کنت مولاہ فعلی مولی۔ تو یہ آپ کا فرمان گویا کہ آپ کی طرف سے اس بات کا اعلان تھا کہ نبی اور رسول میں نہیں بلکہ میری نبوت اور رسالت ختم ہو گئی

اب نبوت اور رسالت اللہ کے حکم سے علی کو مل گئی۔ اور اس دن کے بعد حضرت علی امام ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ مقتدی بن گئے، یعنی حضرت علی نبی اور حضور ﷺ امتی بن گئے۔ العیاذ باللّٰہ من هذا الکفر۔

حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا!!! تو کیا اہل سنت معاذ اللہ شیعوں کی پیروی کریں گے۔ اسی معنی میں اور اسی طرح سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مولائے کائنات کہیں گے۔ الحذر، الحذر: پرہیز، پرہیز!!

قرآن پاک میں ایک اور جگہ مولیٰ کے معنی دوست آیا ہے:

یوم لا یغنی مولیً عن مولیً شیئًا و لا هم ینصرون۔

ترجمہ: جس دن کوئی دوست کسی دوستی کے کام نہ آئے گا اور نہ ہی وہ مدد کیے جائیں گے۔

و عن ابن عمر قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بین اصحابه فعاد علی تدمع عیناه فقال اخیت بین اصحابك ولم تواخ بینی و بین احد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انت اخی فی الدنیا و الآخرة۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا دیا مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دین اور دنیا میں میرے بھائی ہو۔

و عن علی قال کنت اذا سالت رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم اعطانی و اذا سکنت ابتدانی۔ رواه الترمذی (ص 419)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ ﷺ سے مانگتا تھا تو آپ مجھے عطا فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو آپ ﷺ مجھ سے کلام کی ابتدا فرماتے۔

و عن علی، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله و سلم: فیك مثل من عیسٰی لابغضته الیهود حتی بهتوا امه و احبه النصارٰی حتی انزلوه بالمنزلة التی لیست له، ثم قال: یهلك فی رجلان محب مفرط یقرظنی بما لیس فیّ و

مبغض يحمله شنآنى على ان يبهتني۔ رواه احمد (ص 423)

ترجمہ: سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے جن سے یہود نے بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی ماں کو تہمت لگائی اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتیٰ کہ انہیں اس درجہ میں پہنچا دیا جو ان کا نہ تھا اور سیدنا علی رضی اللہ نے فرمایا میرے بارے دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے محبت میں حد سے بڑھنے والے مجھے ان صفات سے بڑھائیں گے جو مجھ سے نہیں ہیں اور بغض بغض کرنے والے جن کا بغض اس پر ابھارے گا کہ مجھے بہتان لگائیں گے۔

چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو!

و سيهلك فيّ صنفان محب مفرط يذهب به الحب الى غير الحق و مبغض مفرط يذهب به البغض الى غيرالحق و خير الناس فيّ حالاً النمط الاوسط فالزموه والزموا السواد الاعظم فان يد الله على الجماعة و اياكم و الفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب۔

ترجمہ: دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے ایک وہ گروہ جو دوست تو ہوگا مگر دوستی میں افراط کرے گا۔ اس کی محبت اسے باطل کے راستے پر لے جائے گی۔ دوسرا وہ طائفہ کہ دشمنی میں حد سے تجاوز کر جائے گا اور اس کی دشمنی بے انداز اسے حق سے دور کرے گی۔ لیکن میرے سلسلے میں سب سے اچھے وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کریں گے۔ پس تم بھی اس جماعت کو اختیار کرلو اور سواد اعظم سے وابستہ ہو جاؤ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جماعت (حق) کی تائید کرتا فرماتا ہے اور تفرقہ سے بچو کیوں کہ جماعت کو چھوڑنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے۔ جس طرح گلہ سے نکلنے والی بھیڑ بھیڑیئے کا شکار بن جاتی ہے۔

(نہج البلاغہ صفحہ 413، ترجمہ رئیس احمد جعفری)

عمر بن شاس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اذى عليا فقد آذاني۔

ترجمہ: جس نے علی کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

ابوسعید سے روایت ہے کہ لوگوں نے کسی معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ رسالت میں شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کیا کرو، مجھے اللہ عزوجل کی قسم ہے کہ وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ عزوجل کے راستے میں سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

لا تسبوا عليًّا فانه كان ممسوساً فی ذات اللّٰه۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کو کچھ نہ کہو کیوں کہ وہ عشقِ الٰہی میں دیوانہ ہو چکا ہے۔ یعنی فنا فی اللہ ہو گیا ہے۔ (کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 296)

نیز حدیث میں ہے:

مثل علی فی الناس مثل قل هو اللّٰه احد فی القرآن۔

(کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 148)

ترجمہ: حضرت علی کی مثال لوگوں میں اس طرح ہے جس طرح قرآن میں قل هو اللّٰه۔

من فارق عليًّا فارقنی و من فارقنی فارق اللّٰه۔ (حدیث)

(کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 199)

ترجمہ: جس نے علی کو چھوڑا اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور جس نے مجھے چھوڑا اُس نے اللہ کو چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا:

مرحباً بسيد المسلمين و امام المتقين۔ (کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 150)

ترجمہ: خوش آمدید سید المسلمین اور امام المتقین کے آنے پر۔

ذكر علی عبادة۔ (کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 1 صفحہ 300)

ترجمہ: علی کا ذکر عبادت ہے۔

علی يظهر (كذاهنا وفی الجامع يزهو) فی الجنة ككوكب الصبح۔

(کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 1 صفحہ 388)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی جنت میں صبح کے ستارے کی طرح چمکیں گے۔

عن ابی هريرة، قال قال علی بن ابی طالب يا رسول اللّٰه ای احب اليك انا ام

فاطمة؟ قال فاطمة احب الی منك و انت اعزّ علیّ منها۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 326)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؛ میں یا فاطمہ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ مجھے تجھے سے زیادہ پیاری ہے اور تو مجھے اُس سے زیادہ عزیز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار صحابہ سے فرمایا:

یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدهٗ ابداً؟ قالو بلی یا رسول الله قال هذا علی فاحبوه بحبی و اکرموه بکرامتی فان جبرائیل علیه السلام امرنی بالذی قل لکم عن الله عزوجل۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 179)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہِ انصار! کیا میں تم کو نہ بتاؤں اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑا تو تم اس کے بعد ہرگز کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔ انہوں عرض کی ہاں یارسول اللہ! فرمایا یہ علی ہیں اس سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے اور اس کا احترام کرو میرے احترام کی وجہ سے پس بے شک جبرائیل علیہ السلام نے اس بات کا مجھے حکم دیا جو میں نے تم سے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

فقال: لا تشکوا علیًّا فواللّٰه انه لاخشی فی ذات اللّٰه او فی سبیل اللّٰه۔ (مجمع الزوائد)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب لوگوں سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو فرمایا: حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ تو فرمایا: اس کا خاوند یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

عن علی قال بعثنی النبی صلی الله علیه و اله و سلم الی الیمن و انا حدیث السن لیس لی علم بالقضاء فضرب رسول الله صلی الله علیه و سلم صدری و قال اذهب فان الله سیهدی قلبك و ثبت لسانك قال فما شککت فی قضاء بین اثنین بعد۔

ترجمہ: سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا: حضور! میں کم سن ہوں، مجھے قضا نہیں آتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: جا

بے شک اللہ تعالیٰ تیرے دل کو سیدھا رکھے گا اور زبان کو ثابت۔ تو فرماتے ہیں: اس کے بعد میں نے کبھی فیصلہ کرنے میں غلطی نہیں کی۔

و عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا دار الحكمة و على بابها۔ رواه الترمذى

ترجمہ: انس سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

و فى رواية: انا مدينة العلم و فى رواية المصابيح انا دار العلم۔

ترجمہ: ایک روایت میں حکمت کی جگہ علم ہے اور مصابیح کی روایت میں انا دار العلم ہے۔

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و المعنى على اى باب من ابوابها۔

یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ علم کا شہر ہیں اور اس کے دروازوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک دروازہ ہیں۔

لیکن سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تخصیص تعظیم کا فائدہ دیتی ہے اور وہ اسی طرح کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض صحابہ کی نسبت اُن سب سے عظیم اور سب سے زیادہ عالم ہیں یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک تمام صحابہ رسول بہ منزلہ دروازوں کے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اصحابى كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

باقی رہی یہ روایت سند کے لحاظ سے اس پر خود امام ترمذی فرماتے ہیں:

هذا حديث غريب منكر۔

یعنی یہ منکر روایت ہے۔

اور علمائے کرام خوب سمجھتے ہیں کہ منکر روایت کا کیا حکم ہے اور جس روایت کے یہ الفاظ آئے ہیں۔

انا مدينة العلم۔

اس کے متعلق الامام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی دمشقی لکھتے ہیں:

یعنی هذا حدیث باطل۔

یعنی یہ روایت باطل ہے۔(تہذیب الاسماء واللغات جلد اول صفحہ 793)

اور وہ جو دیلمی کی روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا

انا مدینة العلم و ابو بکر اساسها و عمر جدارها و عثمان سقفها و علی بابها۔

اس کا ترجمہ حضرت میاں محمد بخش گڑھی شریف والے نے اس طرح کیا:

مسند الفردوسی اندر دیلمی نے آندا
سرور عالم شاہ نبیاں ایہہ آہا فرماندا
شہر علم دا میں ہاں یارو ابوبکر بنیاداں
عمر دیوار اتے چھت عثمان ہے در حیدر شاداں

اس ساری روایت کا وہی حال ہے جو پچھلی روایتوں کا ہے۔یعنی ان میں سے از روئے سند کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔

حدثنا قتیبة نا جعفر بن سلیمان عن ابی هارون العبدی عن ابی سعید الخدری قال ان کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار یبغضهم علی ابن ابی طالب۔ هذا حدیث غریب و قد تکلم شعبة فی ابی هارون عبدی۔

ترجمہ:ابوسعید سے روایت ہے کہ ہم منافقوں کو پہچانتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے۔

یہ روایت کئی وجوہات کی بنا پر نا قابل احتجاج واعتبار ہے:

اولاً اس لیے کہ یہ روایت صراحتاً اور کھلم کھلا قرآن پاک کے خلاف ہے کیوں کہ قرآن مجید میں کئی مقامات اور سورتوں میں منافقین کی پہچان اور علامتیں بیان ہوتی ہیں۔چناں چہ سورۃ البقرہ کی چند آیات لکھی جاتی ہیں:

پارہ اول و من الناس سے لے کر یعنی پورے رکوع میں ہی منافقین کی علامتیں بیان ہوئی ہیں۔اور اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے بلکہ بعض شیعہ مفسروں نے بھی یہی بات تحریر کی ہے کہ اس رکوع میں منافقین کی علامات اور نشانیاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔

اور سورۃ النساء پارہ 5 آیت نمبر 60,61 پر منافقین کی علامتیں اس طرح بیان ہوئی ہیں:

الم تر الی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیك و ما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت و قد امروا ان یکفروا به و یرید الشیطان ان یضلھم ضلالاً بعیداً و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل الله و الی الرسول رایت المنافقین یصدون عنك صدوداً۔

ترجمہ: تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اُترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں حالاں کہ اُن کو یہ حکم تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کردے، دور کا گمراہ کرنا اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب او ررسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ تو تم دیکھتے ہو کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اور اسی طرح منافقین کا مسجد ضرار تعمیر کرنا کفر کرنے اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے، اس میں بھی منافقین کی علامتیں ہیں۔

پھر یہ کہ سورۃ المنافقون پوری کی پوری منافقین کی علامتوں اور نشانیوں سے بھری پڑی ہے۔ اور اس میں منافقین کی یہ بھی علامت اور نشانی بیان فرمائی گئی ہے کہ

ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول الله حتی ینفضوا و لله خزائن السمٰوات و الارض و لکن المنافقین لا یفقھون۔

ترجمہ: وہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ پریشان ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے آسمان وزمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

اور اس آیت میں صاف طور پر یہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ منافقین صحابہ کرام کے دشمن ہیں۔ یعنی دشمنانِ صحابہ کو منافق فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں سوائے صحابہ کرام کے وہ کون لوگ تھے جن سے عداوت اور دشمنی کی بنا پر منافقین کہتے تھے کہ اُن پر مال خرچ نہ کرو انہیں کچھ نہ دو۔ ظاہر ہے کہ وہ صحابہ ہی تھے اور اُن کے دشمن از روئے قرآن منافق قرار پائے۔

ثانیاً یہ روایت کئی اور احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے مثلاً بخاری شریف جلد اول صفحہ 10 پر حضرت امام بخاری

رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ باب قائم کیا ہے:

باب علامة المنافق: عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف و اذا ائتمن خان۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں کی علامتیں تین ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اور جب وعدہ کرتا ہے وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب امین بنایا جاتا ہے تو خیانت کرتا ہے۔

عن عبد اللّٰه بن عمرو عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اربع من كن فيه كان منافقًا خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتی يدعها اذا ائتمن خان واذا حدث كذب واذا اعهد غدر و اذا خاصم فجر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں منافقت کی ایک خصلت پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے جب امین بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو دھوکہ دیتا ہے اور جب جھگڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔

نیز اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تخصیص نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی سے بغض وعناد نفاق کی دلیل ہے اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں کیوں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے صحابی ہیں۔

اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے:

علامة الايمان حب الانصار و آية النفاق بغض الانصار۔

اس کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا ہے اور بغض انصار علامت نفاق ہے۔ (بخاری جلد اول صفحہ 7)

تو جس طرح بغض انصار منافقوں کی علامت ہے اور ان کی محبت علامت ایمان ہے ٹھیک اسی طرح بغض علی بھی علامت نفاق اور حب علی علامت ایمان ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمایا گیا۔

و عن عبد اللّٰه بن مفضل، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله فی اصحابی الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم و من اذاهم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله ومن اذی الله فيوشك ان ياخذهٗ۔ رواه الترمذی

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں پھر اللہ سے ڈرنا، اللہ سے ڈرنا میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان پر طعن نہ کرنا، پس جس نے اُن سے محبت کی تو سمجھو کہ اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُس سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو اُس نے میرے بغض کی وجہ اُن سے بغض رکھا، تو جس نے اُن کو تکلیف دی اُس نے مجھ کو تکلیف دی، تو جس نے اللہ کو تکلیف دی تو عن قریب وہ اسے پکڑے گا۔

ثالثاً یہ روایت از روئے سند نا قابل اعتبار ہے اس کے تمام رواۃ پر جرح موجود ہے:

اس کا پہلا راوی قتیبہ۔ اس کے بارے میں دیکھو: تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 544 تا 545۔

یہ شخص منکر روایتیں بیان کرنے والا بلکہ موضوع روایات لکھنے اور ذکر کرنے کا عادی ہے۔ حدیث روایت کرنے میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا اور مدلس قسم کا ہے۔

دوسرا راوی جعفر بن سلیمان ہے جو کہ رافضی ہے۔

(میزان الاعتدال جلد اول صفحہ 411، تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ 381)

یہ شخص شیخین کریمین کو سب و شتم بکنے والا سخت قسم کا شیعہ ہے۔

اور آخری راوی ہارون عبدی ہے۔ اس کا نام عمارہ ہے۔ اس کے متعلق میزان الاعتدال جلد 3 صفحہ 173,174 میں ملاحظہ کریں!

و قال احمد: ليس بشیء۔ و قال ابن معين: ضعيف لا يصدق فی حديثه۔ و قال النسائی: متروك الحديث۔ و قال الدارقطنی: متلون خارجی و شيعی فيعتبر بما روی عنه الثوری۔ و قال ابن حبان: كان يروی عن ابی سعيد ما ليس من

حدیثہ۔ و روی معاویة بن صالح عن یحیی ضعیف۔

ترجمہ: احمد نے کہا: یہ کوئی شے نہیں ہے۔ ابن معین نے کہا: ضعیف ہے، اس کی حدیث کو سچا نہ مانا جائے۔ اور نسائی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے، وہ ڈرامہ باز خارجی اور شیعی ہے، پس اعتبار کیا جائے اس کا جو ثوری سے روایت کرتا ہے۔ اور ابن حبان نے کہا: وہ ابی سعید سے وہ روایت کرتا تھا جو اس سے نہیں تھی۔ اور معاویہ بن صالح یحیٰی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔

یحیی القطان، قال: قال شعبة کنت اتلقی الرکبان اسال عن ابی هارون العبدی، فقدم فرایت عنده کتاباً منکرة فی علی رضی الله عنه، فقلت ما هذا الکتاب؟ قال هذا الکتاب حق۔

ترجمہ: یحیٰی قطان بیان کرتا ہے کہ شعبہ نے کہا: میں رکبان میں اس سے ملا، میں نے اُس سے ابی ہارون عبدی کے بارے میں پوچھا، پس وہ آگے بڑھا تو میں نے اس کے پاس ایک کتاب دیکھی جس میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت منکر چیزیں تھیں، تو میں نے پوچھا: یہ کیا کتاب ہے؟ اُس نے کہا: یہ بچی کتاب ہے۔

قال القطان: لم یزل ابن عون یروی عن ابی هارون حتی مات قال الجوزجانی ابو هارون کذاب مفتر۔

ترجمہ: قطان نے کہ ابن عون ابی ہارون سے مرتے دم تک روایت کرتا رہا۔ جوز جانی نے کہا کہ ابو ہارون بہت بڑا جھوٹا اور افترا باز ہے۔

سمعت بهز بن اسد، سمعت شعبة یقول اتیت ابا هارون فقلت له اخرج الی ما سمعته من ابی سعید فاخرج الی کتاباً فاذا فیه حدثنا ابو سعید ان عثمان ادخل حفرته وانه لکافر بالله، فدفعت الکتاب فی یده و قمت۔

ترجمہ: بہز بن اسد نے کہا کہ میں نے شعبہ سے سنا وہ کہتا تھا میں ابو ہارون کے پاس آیا میں نے اسے کہا میرے سامنے وہ بیان کرو جو تو نے ابو سعید سے سنا۔ اس نے میرے سامنے ایک کتاب نکالی تو اس میں یہ تھا کہ ابو

سعید نے ہم سے بیان کیا کہ بے شک حضرت عثمان جب قبر میں اتارے گے تو بے شک وہ کافر تھے تو میں نے کتاب کو اس کے سامنے پھینک دیا اور کھڑا ہوگا۔(یعنی وہاں سے چلا آیا)

قال سلیمانی سمعت ابا بکر بن حامد یقول سمعت صالح بن محمد ابا علی وسئل عن ابی ھارون العبدی فقال اکذب من فرعون۔

ترجمہ: میں نے ابوبکر بن حامد سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے ابوعلی صالح بن محمد سے سنا اور اُس سے ہارون عبدی کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا کہ وہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔

یاد رہے کہ یہ روایات جس ابوسعید نامی بندہ سے روایت کی گئی ہیں وہ شخص صحابی رسول سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نہیں ہے بلکہ وہ محمد بن سائب الکلبی شیعی ہے جس کی کنیت اُس کے خبیث شاگرد عطیہ نامی شخص نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے ابوسعید رکھی ہوئی ہے۔ جب وہ (عطیہ) اپنے استاد الکلبی شیعی سے روایت کرتا تو کہتا مجھ سے ابوسعید نے بیان کیا ہے۔ جس سے اکثر محدثین و مؤرخین اسے صحابی رسول سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سمجھ بیٹھتے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 144، میزان الاعتدال جلد 3 صفحہ 79,80)

علاوہ ازیں قابل غور بات ہے!

آخر منافقوں کو دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ صرف سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہی بغض و عناد کیوں تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بار بار بارگاہِ رسالت سے منافقوں کی گردن مار دینے کی اجازت طلب کرتے رہے، جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے اور جملہ مفسرین نے پارہ نمبر 5 سورۃ النساء کی آیات **64,65** کا شانِ نزول ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ جب غیظ المنافقین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا تھا تو وہ منافقین بجائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کیسے دشمن سمجھتے تھے اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان ہے کیوں کہ ان کی محبت عین محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اُن سے بغض وعناد رکھنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض عناد رکھنا ہے۔ لیکن یہ بھی درست نہیں کہ حب علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ دشمن علی رضی اللہ عنہ قرار دے کر منافق تسلیم کرلیا جائے۔ یہ روافض کی ذہنیت ہے کیوں کہ وہ روافض خناس ذریت شیطان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا دشمن خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی المرتضیٰ کو اپنے بغض وعناد کی وجہ سے اُن کو خلافت سے محروم کیا اور اس سلسلے میں من گھڑت اور بے بنیاد قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا اور صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں سے انحراف کیا ولہٰذا تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے (نعوذ باللہ من ذالک) اس طرح کی جعلی اور بناوٹی محبت علی کو اہل ایمان اہل سنت ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتے جس سے سارا دین ہی برباد ہو جائے۔ چوں کہ محبت علی ہر مسلمان کے رگ وریشے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے دشمنانِ دین روافض جعلی اور جھوٹی روایات اختراع کر کے اہل سنت کو ہمیشہ سے دھوکہ دیتے آئے ہیں۔ ولہٰذا ترمذی کی مذکورہ بالا روایت جس کے متعلق ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں اُن کی ایسی ہی کارروائیوں میں سے ایک کارروائی ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے جس قدر جھوٹی روایات وضع کی گئی ہیں اور جس قدر جھوٹ اور کذب آپ کی طرف منسوب کیا گی ہے اور کسی شخصیت کے بارے میں نہیں کیا گیا۔ (ملاحظہ کریں! میزان الاعتدال صفحہ 436)

سیدنا امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ عام طور پر جو سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت کیا جاتا ہے یا آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے اکثر باطل ہوتا ہے۔

النظر الی وجه عليٍّ عبادة کی تحقیق

اس روایت کو تقریباً تمام علمائے اسماء الرجال اور محدثین نے موضوع اور باطل لکھا ہے۔

ہاں باعتبار معنی اور مفہوم کے درست ہو سکتی ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لا تمس النار مسلماً رانی او رای من رانی۔

ترجمہ: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے کو دیکھنا از قسم عبادت ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو امام الاولیاء اور سید الاولیاء ہیں تو بلا شبہہ عبادت ہونا ہی چاہیے، صرف آپ کی تخصیص نہیں ہے۔ بہت ساری احادیث وروایات میں والدین کو دیکھنا بھی عبادت بلکہ حج مبرور کے برابر ثواب ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
پیر کامل صورت ظل الٰہ
یعنی دید پیر دید کبریا
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیا

میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
ہر ہر سخن شریف انہاں دا محرم کردا رازوں

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کلام یا اشعار ہیں:

مرشد دا دیدار اے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

سیدنا حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں: تصور شیخ اللہ کے ذکر سے بھی بہتر ہے۔

چوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ امام الاولیاء ہیں اس لیے ان کی زیارت بہ طریق اولیٰ عبادت ہی نہیں بلکہ ہماری زندگی بھر کی عبادتوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

عن ابن عباس، قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: حب علی بن ابی طالب یاکل السیئات کما تاکل النار الحطب۔ (تاریخ بغداد جلد 4 صفحہ 417)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت گناہوں کو کھا جاتی ہے جیسا کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

اس روایت کے راوی سب کے سب معروف اور ثقہ ہیں اور متن روایت پر اگر چہ بعض حضرات نے باطل اور

اس کی سند کی ترکیب پر بحث کی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے بازار میں تاجروں اور دکانداروں کی نگرانی کے لیے تشریف لے جاتے تھے آج کل کی زبان میں جس کو دورہ کہتے ہیں۔ آپ گاہے بہ گاہے بازار پر چھاپے مارتے تھے چوں کہ کوئی لوگ بے ادب اور بدتمیز تھے۔ آپ کو دیکھ کر کہتے کہ وہ پیٹو آ گیا پیٹو آ گیا' کیوں کہ آپ کا شکم مبارک قدرے بزرگ تھا تو اس لیے وہ یہ بدتمیزی کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے سن لیا' آپ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کے نچلے حصے میں خوراک ہے اور اوپر سب علم بھرا ہوا ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

نچلے حصہ میں چربی اور اس کے اوپر علم ہے۔

یقولون عظیم البطن، قال اسفله طعام و اعلاه علم۔

ایک اور روایت میں ہے:

یعنون عظیم البطن فیقول لهم ان اسفله شحم و ان اعلاه علم۔ (کتاب السنۃ لابی بکر خلال)

یہ چند احادیث و روایات سیدنا خلیفہ چہارم امام المسلمین سید الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں پیش کی گئی ہیں، مگر آپ کی شان عظمت اس سے بہت بلند و بالا ہے' جو کہ تحریر کی گئی ہے۔ بعض کتب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کریم کی شان میں 300 آیات نازل ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان روایات کی کوئی صحیح سند نہیں ہے، لیکن راقم الحروف کے نزدیک وہ تمام آیات قرآنیہ جن میں مہاجرین اور مجاہدین اور عابدین کا ذکر ہے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ شامل اور داخل ہیں۔ قرآن مجید کی جن آیات میں اچھے اور نیک لوگوں کی اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ تمام صفتیں آپ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر صحابہ کرام کا ذکر کیا جائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان میں امتیازی شان سے شامل ہیں' کیوں کہ بعد از خلفائے ثلاثہ باقی سب سے افضل ہیں۔ اگر مجاہدین کا ذکر کیا جائے تو آپ جیسا کوئی بہادر اور دلیر بہت کم ہی نظر آئے گا۔ بحیثیت عابد اور زاہد' آپ پوری امت میں ممتاز نظر آتے ہیں اور بحیثیت قاضی اور جج اگر دیکھا جائے تو آپ جیسا کوئی قاضی نہیں' جیسا کہ خود سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ ہم میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جیسا کوئی قاری نہیں اور علی رضی اللہ عنہ جیسا کوئی قاضی نہیں۔

اگر علم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ تقریباً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اعلم اور سب سے بڑے مفتی ہیں۔ الغرض آپ کی خصوصیات بہت زیادہ ہیں۔ اگر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو ان میں بھی آپ کا تذکرہ آئے گا۔ خلفائے راشدین کا ذکر کیا جائے تو ان میں بھی آپ کا ذکر آئے گا اور اگر عشرہ مبشرہ کا ذکر ہو تو ان میں آپ موجود ہوں گے۔

اگر شہداء کا ذکر ہو تو آپ اعلیٰ درجہ کے شہید ہیں' کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے علی! تجھے سب سے بدتر شخص شہید کرے گا۔ آپ کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ آپ بچوں میں سب سے اول ایمان لانے والے ہیں بلکہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے آپ یعنی علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور آپ کی خصوصیات میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے داماد ہیں بلکہ ایک واسطہ سے آپ رسول اللہ کے دوہرے داماد ہیں۔ کیوں کہ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد اُن کی وصیت سے ہی سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد نکاح کیا۔ چوں کہ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا و سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دختر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس طرح سے بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہوئے ولہٰذا آپ بھی سیدنا امام مظلوم عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد ہوئے۔

عن ام سلمة، قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على مع القرآن والقرآن مع على لايفترقان حتى يردا على الحوض۔

ترجمہ: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں جدا جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

عن عائشة، قالت رايت النبى التزم عليها وقبله وهو يقول بابى الوحيد شهيد۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ سے معانقہ کرتے ہیں اور انہیں بوسہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا باپ قربان ہو تو بے مثل شہید ہے۔

عن عائشة ان النبى قال: خير اخوتى على و خير اعمامى حمزة۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی میرا بہترین بھائی ہے اور سید

الشہدا میرا بہترین چچا ہے۔

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اربعة لا یجتمع حبهم فی قلب منافق و لا یحبهم الا مؤمن ابوبکر و عمر و عثمان و علی۔

ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا کے چار شخص ایسے ہیں نہیں جمع ہوگی ان کی محبت منافق کے دل میں اور نہیں محبت کرے گا ان سے مگر مومن؛ وہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی ہیں۔

عن ابی هریرة، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان علی حراء هو و ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحة و زبیر فحرکت الحجر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اهدئی فما علیك الا نبی او صدیق او شهید۔

(متعدد کتب احادیث)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ غار حرا پر تشریف فرما تھے اور سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر وسیدنا عثمان وسیدنا علی وسیدنا طلحہ وسیدنا زبیر رضی اللہ عنہم آپ کے ہمراہ تھے تو پہاڑ حرکت میں آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھہر نہیں ہے تجھ پر مگر ایک نبی وصدیق وشہید۔

ان حضرات کا آپس میں پیار ومحبت

پس روزی ابوبکر وعمر وسعد بن معاذ مجتمع شدہ گفتند رسول خدا خطبہ سادات واشراف قریش رد فرمود گمان ما آن است کہ رسول فاطمہ را بہ علی خواہد داد پس بطلب امیر المومنین برخاستند واو را در نخلستانی از انصار یافتند کہ آن را آب می داد بہ اجرت چوں ایشاں را بدید رطبی چند کہ حق وی بود حاضر ساخت تا بخوردند وایشاں صورت حال بہ عرض رسانیدند ابوبکر گفت یا علی خدائے تعالیٰ مجامع فضل وشرف وسخاوت وشجاعت در وجود تو جمع کردہ وترا بہ انواع کرامت مخصوص ساختہ وہیچ خصلتی از خصائل پسندیدہ ندانیم مگر کہ در تو موجود است ومکان ومرتبہ وقرابت وصحبت ومتابعت تو با رسول بر ہیچ کس پوشیدہ نیست اشراف قریش ہمہ خواستگاری فاطمہ کردند رسول ابا کرد وتو خطبہ نکردی امتناع تو از این چیست وتو می دانی کہ شرف دنیا وآخرت در نکاح او باز بستہ وگمان ما آنست کہ خدا ورسول او را برای تو باز گرفتہ اند حضرت از استماع ایں سخن آب در دیدہ

مبارکش بگردانید فرمود مرا رغبت بسیار است اما مانع خطبہ دو چیز است درویشی و تنگ دستی و دیگر حیا از رسالت کہ در مواجہ ایں سخن راباو باز گویم ایشاں گفتند ترا بہر حال خطبہ باید کرد۔

(خلاصۃ المنہج مصنفہ ملا فتح اللہ کاشانی جلد چہارم صفحہ 49)

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ ایک دن سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عقد نکاح کے بارے میں سرداران قریش کی درخواست کو رد فرمایا۔ یعنی کسی کو قبول نہیں کیا۔ ہمارا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رشتہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دینا چاہتے ہیں۔ چناں چہ یہ تینوں حضرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکل پڑے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے باغ میں مزدوری کرتے ہوئے پایا۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو کچھ تر کھجوریں ان کی خدمت میں پیش کیں، خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! تجھ کو تمام خصلتیں اور بزرگیاں سخاوت اور شجاعت عطا فرمائی ہیں اور ہر قسم کی بزرگی اور کرامت سے تجھ کو نوازا ہے۔ کوئی ایسی پسندیدہ خصلت نہیں ہے جو تم میں موجود نہ ہو۔ علاوہ ازیں تیرا مقام و مرتبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت و محبت اور مطابقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سرداران قریش نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواست گاری کی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا، تو نے رشتہ طلب کیوں نہیں کیا اور کس چیز نے تجھ کو اس سے باز رکھا تو نہیں جانتا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ میں دنیا و آخرت کی بھلائی وابستہ ہے، ہمارا یہی گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رشتہ تجھے دینا چاہتے ہیں، جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے رغبت بہت ہے مگر دو چیزیں ہیں جو مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ رشتہ طلب کرنے سے روکتی ہیں، ان میں ایک درویشی اور تنگ دستی ہے اور دوسری چیز سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم و حیا، تاہم ان حضرات نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ابھارا اور تیار کیا۔

پس روایت کردہ اند روزی ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ در مسجد حضرت رسول نشستہ بودند و سخن مزاوجت حضرت فاطمہ را درمیان اوردند پس ابوبکر گفت کہ اشراف قریش خواستگاری او از آں حضرت نمودند حضرت در جواب ایشاں فرمود کہ امر او بہ سوی پروردگار اوست خواہد کہ او را تزویج نماید خواہد نمود و علی بن ابی طالب درایں باب با حضرت سخن نگفت و کسی نیز برای آں حضرت سخن نگفت و گمان ندارم کہ چیزی مانع شدہ باشد

اور امگر تنگ دستی و آں چہ می دانم آنست کہ خدا و رسول فاطمہ نگاہ نداشتہ اند مگر از برای او پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بہ نزد علی بردیم و اور اتکلیف نمایم کہ خواست گاری فاطمہ بکند اگر تنگ دستی اور امانع شدہ باشد ما اور ادر ایں باب مدد کنیم سعد بن معاذ گفت کہ بسیار درست دیدہ و برخواستند بہ خانہ امیر المومنین رفتند آں جناب را در خانہ نیافتند الیٰ آخرہ۔ (جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی مطبوع تہران صفحہ 121)

ترجمہ: ایک دن سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر اور سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی شریف میں بیٹھے آپس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں ذکر فرما رہے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اشرافِ قریش نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواباً فرمایا کہ اس کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہ اس کو تجویز کرسکتا ہے اور علی بن ابو طالب نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں کہا اور نہ اور کسی نے ان کی طرف سے بارگاہ رسالت میں ذکر کیا۔ ہمارا گمان ہے سوائے غربت کے کوئی چیز علی رضی اللہ عنہ کو مانع نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے ہی کرنا چاہتے ہیں پس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اٹھو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کرو' اگر تنگدستی اسے اس سے باز رکھتی ہے تو ہم ان کی مالی مدد و اعانت کریں۔ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے کہا بہت اچھا یہ کہہ کر تینوں حضرات کھڑے ہوگئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہاں نہ پائے گئے' کیوں کہ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو لے کر گئے تھے اور ایک انصاری کے باغ میں اجرت پر آب کشید کر رہے تھے اور آگے لکھا ہے یہ لوگ باغ میں گئے جب جناب امیر کی خدمت میں پہنچے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس لیے تشریف لائے ہو؟ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے علی! نیک خصلتوں میں کوئی خصلت نہیں ہے جو تجھ میں موجود نہ ہو بلکہ تم اس خصلت میں سب سے اعلیٰ ہو۔ تمہارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو روابط یگانگی اور وجاہت دائمی و نصرت مددگاری اور جو روابط معنوی ہے وہ معلوم ہے۔ جمیع قریش نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا ہے' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ کیا اور جواب دیا اس کا اختیار پروردگار کو ہے۔

اور آگے لکھتا ہے:

زیرا کہ مرا گمان است کہ خدا و رسول اور ابرای تو نگاہ داشتہ اند واز دیگراں منع می کند چوں حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایں سخنان را از ابوبکر شنید آب از دیدہ ہائے مبارکش فروریخت وفرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی وآرزوی کہ درسینۂ من پنہاں بود بہ جاں آوردی کہ باشد کہ فاطمہ را نخواہد ولیکن من بہ اعتبار تنگ دستی شرم می کنم۔ (جلاء العیون صفحہ 121)

ترجمہ: اور ہم کو گمان ہے کہ خدا اور رسول نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے لیے رکھا ہے اور باقی لوگوں سے منع کیا ہے۔ جب جناب امیر نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کلام سنا تو آنسو چشم ہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا کہ میرا اندرونی غم اور خواہش تم نے تازہ کیا اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری نہ چاہتا ہو لیکن مجھے تنگ دستی اور غربت کی وجہ سے شرم آتی ہے۔

ان لوگوں نے جس طرح ہوا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بات پر آمادہ کیا اور ایسی بات متعدد کتب شیعہ میں موجود ہے۔ چناں چہ کشف الغمہ جلد اول صفحہ 354 پر روایت ہے۔

دیگر بہت سی کتابوں میں موجود ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت میں روانہ کر کے یہ حضرات اس انتظار میں کھڑے رہے کہ دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیتے ہیں' اگر ہماری ضرورت پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں علی رضی اللہ عنہ کی سفارش کر دیں' چناں چہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر ان کو یہ خبر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری درخواست کو قبول فرما لیا۔ تو یہ سن کر یہ تینوں حضرات خوش ہوئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک دی پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے عقد شریف کا ارادہ فرمایا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ عرض کیا: حضور! میرے پاس صرف ایک زرہ اور تلوار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زرہ کو فروخت کر آؤ! تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ زرہ فروخت کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ راستہ میں امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا: اے علی! کہاں جا رہے ہو؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ بیان کیا' فرمایا: میں زرہ فروخت کرنے جا رہا ہوں۔ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو کس قدر رقم درکار ہے؟ یہ کہہ کر چار سو درہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیئے' جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زرہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

کو دینا چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر زرہ واپس کر دی کہ میری طرف سے یہ آپ ہدیہ سمجھیں۔

بعض کتب میں یہ بھی موجود ہے کہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مزید رقم کی ضرورت پڑے تو مجھے بتایئے، میں حاضر کر دوں گا۔ چناں چہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رقم لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے' یہ رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ڈال دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ معلوم کیا رقم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بہ طور اعانت اور مدد دی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! تو عثمان پر راضی ہو جا، کیوں کہ میں بھی اس سے راضی ہوں۔

اور پھر فرمایا:

پس یک کف ازاں زر گرفت بلال راطلبید بہ او داد گفت از برائے فاطمہ بوی خوش بگیر پس دو کف ازآں دراہم برگرفت و با ابوبکر داد فرمود برو بباز ارواز برای فاطمہ بگیر آنچہ اورادر کار است از جامہ و اثاث البیت عمار بن یاسر و جمعی از اصحاب را از پی اوفرستاد ہمگی بباز ار درآمدند ہر یک از ایشاں چیزی را اختیار کردند با ابوبکر می نمودند و بہ مصلحت اومی خریدند۔

ترجمہ: پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے عطر خوشبو لے آؤ' پھر ان میں سے دو مٹھیاں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیں اور فرمایا: بازار جاؤ اور کپڑا وغیرہ جو کچھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے مناسب سمجھو لے آؤ۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد بھیجا اور جب سب بازار پہنچے ان میں سے جو شخص کوئی چیز خرید تا تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خرید تا' کیوں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

(جلاء العیون صفحہ 126، ناسخ التواریخ در ذکر فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صفحہ 54 جلد اول)

ثم قبض رسول الله صلى الله عليه و آلہ و سلم من الدارهم بكلتا يديه فاعطاه ابابكر وقال ابتع لفاطمة مايصلحها من ثياب واثاث البيت واردفه بعمار بن ياسر وبعده من اصحابه فحضروا السوق فكانوا يعترضون الشيء مما يصلح فلا يشترونه حتى يعرضوه على ابى بكر فان استصلحه اشتروه۔

(کتاب بیت الاحزان مصنف شیخ عباس قمی، صفحہ 33)

تقریباً یہی مضمون درجنوں کتب شیعہ میں موجود ہے۔ بہ غرض اختصار واجتناب از طوالت اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جب سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ پیاری صاحب زادی کے جہیز خریدنے کا وقت آتا ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اس قدر اعتماد اور بھروسا کرتے ہیں کہ خود تشریف نہیں لے جاتے، بلکہ اپنی جگہ اپنے یار غار اور تمام صحابہ سے زیادہ پیارے محبوب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

لو کنت متخذا خلیلاً لاتخذت ابا بکر خلیلاً الا و ان صاحبکم خلیل اللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا میں کسی سے اس طرح کی محبت کرنا جائز ہوتی جس طرح اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے تو میں وہ محبت ابوبکر صدیق سے کرتا۔ خبردار اے لوگو تمہارے صاحب اور مالک نے اللہ تعالیٰ کو خلیل بنالیا ہے۔

جہیز خریدنے بھیج رہے ہیں اور ساتھیوں کو خبردار کرتے ہیں کہ کوئی چیز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے اور مرضی کے بغیر نہ خرید کی جائے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو چیز بھی تم خود مناسب سمجھو وہ خرید لاؤ۔

اس واقعہ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو مقام ہے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے کہ جو چیز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ناپسند ہو وہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحب زادی کے جہیز میں دینا پسند نہیں فرماتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی کچھ پسند ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پسند ہے۔

محترم قارئین کرام! اس واقعہ کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں سید الانبیاء کی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت اور یگانگت کا رنگ نظر آتا ہے۔ اللہ اکبر نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس میں محبت اور تعلق کا وہی نظارہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا:

رحماء بینھم۔

آیئے دیکھیے روافض عقد سیدہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کا کیا نقشہ بیان کرتے ہیں۔ چناں چہ ملا باقر مجلسی جلاء العیون صفحہ 132 پر لکھتے ہیں:

بہ سند معتبر روایت کردہ است کہ ہر کہ خواستگاری فاطمہ نزد حضرت رسالت می کرد حضرت رو از او می گردانید و

اظہارِ کراہت می نمود چون خواست کہ فاطمہ را آں حضرت امیر المومنین علیہ السلام تزویج کندہ پنہاں بہ فاطمہ اظہار نمود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا در جواب گفت اختیار من باتست ولیکن زنان قریش در حق علی می گویند کہ او مردیست شکم بزرگ و دست ہای بلند دارد و بند ہای استخوانش گندہ است و پیش سرش موندار دو چشم ہای بزرگ دارد و پیوستہ دانند نہایش خندہ کشادہ است و مالی ندارد۔

اس کا ترجمہ خود شیعہ نے کیا:

معتبر سند سے روایت ہے کہ جو شخص جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا سیدنا اپنا منہ اس کی جانب سے پھیر لیتے اور اظہار کراہت فرماتے جب ارادہ تزویج ہمراہ علی ہوا' جناب فاطمہ سے پوشیدہ بیان کیا' جناب فاطمہ نے کہا میرا اختیار آپ کو ہے لیکن زنان قریش کہتی ہیں علی بزرگ شکم اور بلند دست ہی اور بنائے استخوان گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں آنکھیں بڑی اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلسی ہیں۔ (جلاء العیون اردو صفحہ 180 تا 181)

شیعہ روایات سے ثابت ہوتا ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس عقد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیصلے پر چنداں خوش نہ تھیں' جیسا کہ جلاء العیون صفحہ 139 پر کشف الغمہ کے حوالے سے موجود ہے۔

حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ روزی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شکایت کرد از حضرت امیر المومنین کہ ہر چہ بہم می رساند میان فقراء مساکین قسمت می کند حضرت رسول فرمود کہ ای فاطمہ می خواہی کہ مرا بہ خشم آوری در باب برادرم و پسر عمم بدرستیکہ خشم او خشم من است و خشم من خشم خدا است۔

ترجمہ: سیدنا امام باقر سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب امیر کی شکایت فرمائی' جو کچھ پیدا کرتے ہیں وہ فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ سیدنا نے فرمایا اے فاطمہ تم چاہتی ہو مجھے در باب برادر ابن عم علی سے خشم ناک کرو تحقیق کہ خشم علی میرا خشم اور میرا خشم خدا کا ہے۔

بالجملہ رسول خدای فرمود یا ابا الحسن! برخیز و ایں درع حطمیہ را بہ معرض بیع در آوردہ بہای آں را بہ نزد من حاضر کن علی آں درع را بہ بازار آورد بہ روایتی عثمان بن عفان بہ چہار صد و ہشتاد درہم باخرید بہ روایت چوں عثمان درع را ابتیاع نمود و بہای آں را بداد و درع را ماخوذ داشت۔

قال يا ابا الحسن لست اولى بالدرع منك و انت اولى بالدراهم منى فان الدرع هدية منى اليك۔ (ناسخ التواريخ صفحہ 54 جلد اول)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ زرہ فروخت کر آؤ اس کی رقم میرے پاس لاؤ۔ چناں چہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہ زرہ لے کر بازار گئے اور ایک روایت کے مطابق سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے چار سواسی درہم میں خریدی اور ایک روایت کے مطابق سیدنا عثمان ذوالنورین نے اس کو خرید فرمالیا۔ زرہ اپنے قبضے میں لے کر فرمایا: اے ابوالحسن! میں آپ سے زیادہ زرہ کا حق دار اور لائق نہیں اور تو مجھ سے درہم لینے کا زیادہ حق دار ہے۔ بے شک زرہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔

دوسری روایت بہ سند معتبر روایت ہے ایک دن سیدنا رسول جناب فاطمہ کے پاس تشریف لائے، دیکھا جناب سیدہ رو رہی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیوں روتی ہو؟ تم یقین جانو اگر میرے اہل بیت میں کوئی علی سے بہتر ہوتا تو میں اس سے تجھے تزویج کر دیتا۔

راقم الحروف کے نزدیک ایسی روایات خرافات ہیں کوئی ان کی حقیقت نہیں ایسی روایات کوفیوں اور رافضیوں خارجیوں اور یہودیوں کی خرافات اور اختراع ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پاک اور پاکیزہ ہستیوں کے بارے میں ایسی سوچ سے محفوظ فرمائے۔

سیرت اور عدل وانصاف

دورانِ خلافت کا واقعہ

ایک دن آپ نے بیت المال کا مشاہدہ کیا اور برتن میں شہد کم دیکھا تو فرمایا اے قنبر! تجھے خرابی ہو۔ یہ کیا ہوا اور شہد کم کیوں ہے؟ وہ آپ سے حیلہ بہانہ کرنے لگا، جب آپ نے اس پر قدر سختی کی تو اُس نے بتا دیا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو شہد کی ضرورت پڑ گئی تھی، کیوں کہ ان کے ہاں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے تو انہوں نے یہ فرما کر اس سے شہد لے لیا اور فرمایا تھا: کیوں کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے تو جب شہد تقسیم ہونے لگے تو امیر المومنین کو بتا دینا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ لے لیا ہے۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا:

و قال علی بالحسن فجاء فوقع علی قدمیه و قال له بحق عمی جعفر و كان

اذا سئل بحق جعفر سكن غضبه فقال له ماحملك على ان تاخذ من عسل المسلمين قبل القسمة فقال امالى فيه حق فقال فكيف تنتفع به قبل المسلمين والله لولا انى رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل ثناياك لا وجعنك ضرباً قم واشتر عوضه وصبه فى الزق ففعل وقسمه بين المسلمين و بينك ثم قال اللهم اغفر للحسن فانه لم يعلم و لقد كنا نحن مع رسول الله صلعم نقتل اخواننا وابنآئنا و اعمامنا و اهلنا ما نريد بذلك الا وجه الله تعالىٰ و لقد كان الرجل منا يختار الله و رسوله على نفسه فلما راى صدقنا انزل بعدونا الكبت و الذلة و انزل علينا النصر حتى استقر الاسلام ملقيا جرانه مبوء اوطانه والله لو اتينا اليوم ما تاتون ما قاما للدين عمودا و لا اخضر للايمان عود رويه القرشى۔

ترجمہ: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس حسن رضی اللہ عنہ کو لاؤ وہ لائے گئے اور وہ آتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ میرے چچا جعفر کے طفیل آپ مجھے معاف فرما دیجئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب کوئی سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دیتا تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا' پھر آپ نے فرمایا کہ اے حسن! مسلمانوں سے پہلے شہد لینے پر تجھے کس چیز نے ابھارا' حالاں کہ وہ ابھی تقسیم نہ ہوا تھا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! کیا میرا اس میں کوئی حق نہ تھا؟ فرمایا: سب مسلمانوں سے پہلے ہی تو اس سے کس طرح نفع حاصل کرنے لگا؟ خدا کی قسم! اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے دانتوں کا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ضرور دردناک سزا دیتا۔ جا اور اس کے عوض اس جتنا شہد خرید کر اس برتن یعنی ڈرم میں ڈال دو۔ چناں چہ سیدنا امام حسن پاک نے ایسا ہی کیا تو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور رو کر فرمایا کہ اے اللہ! حسن رضی اللہ عنہ کو معاف کر دے اور بخش دے۔ کیوں کہ وہ اسے نہ جانتا تھا۔ اے لوگو! بے شک ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اپنے بھائیوں، بیٹوں، چچاؤں اور اپنے اہل کو قتل کرتے تھے۔ (اللہ کے راستہ میں) اور اس سے ہم صرف اللہ

تعالیٰ کی رضا چاہتے تھے اور ہم میں سے ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان پر اختیار کرتا' یعنی ترجیح دیتا تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ایسا سچا اعتقاد دیکھا تو ہمارے دشمنوں پر ہلاکت' ذلت اور رسوائی ڈال دی اور ہم کو ان کے مقابلہ میں مدد و نصرت عطا فرمائی۔ یہاں تک کہ اسلام نے راحت پائی اور اپنی مواضع میں ساکن ہوا اور آرام پکڑا۔ خدا کی قسم اگر ہم بھی وہی کام کرتے جو تم آج کر رہے ہو تو دین کا ستون کبھی قائم نہ ہوتا اور ایمان کی شاخ کبھی بھی سرسبز اور ہری نہ ہوتی۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف اور حق گوئی اور خوف خدا کا' اللہ اکبر ہے کوئی دنیا میں ایسا حکمران اور بادشاہ جو ایسی مثال پیش کر سکے۔

نیز آپ بھی مسلمانوں کے دیگر خلفائے راشدین کی طرح انتہائی سادہ خوراک استعمال کرتے تھے۔

سوید بن غفلة قال دخلت على علی فی هذا القصر یعنی قصرالامارة و بین یدیه رغیف من شعیر وقدح من لبن والرغیف یابس تارة یكسره بیدیه وتارة بركبتیه فشق علی ذلك فقلت بحاریة له یقال لها فضة الا ترحمین هذا الشیخ و تنخلین له هذا الشعیر اما ترین فشارته علی وجهه و ما یعانی منه فقالت لای شیء یوجر هو ونا ثم نحن وانه عهد الینا ان لانتخل له طعاماً قط فالتفت الی و قال ما تقول لها یا ابن غفلة فاخبرته وقلت یا امیرالمومنین ارفق بنفسك فقال لی ویحك یا سوید ماشبع رسول الله صلی الله علیه وسلم و اهله من خبز برّ ثلاثاً حتی لقی الله تعالی و لا نخل له طعام قط۔ (مسند امام احمد)

ترجمہ: سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس محل (یعنی دارالامارہ) میں آیا اس وقت آپ کے پاس ایک جو کی روٹی اور ایک دودھ کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ روٹی اس قدر خشک تھی کہ کبھی تو اسے آپ ہاتھوں سے توڑتے اور کبھی گھٹنوں پر مار کر توڑتے تھے۔ ان کی حالت مجھ پر بہت گراں گزری۔ آپ کی ایک لونڈی تھی' جس کا نام فضہ تھا' میں نے اس سے کہا: کیا تو اس شیخ پر رحم نہیں کرتی اور ان کے لیے جو چھان کر روٹی نہیں پکاتی' کیا تو ان کی مشقت اور جس سے انہیں رنج ہوتا ہے ان کے چہرے سے نہیں

دیکھتی۔ لونڈی نے جواب دیا کہ امیر المومنین کو اس میں اجر ملتا ہے اور ہم گنہگار ہوتے ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ان کا کھانا چھان کر کبھی نہ پکایا جائے۔ اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابن غفلہ تو اس لونڈی سے کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے اپنی گفتگو کی خبر دے کر عرض کیا کہ امیر المومنین آپ اپنے نفس پر رحم فرمایئے اور اپنے آپ کو اتنی مشقت میں نہ ڈالیے' تو آپ نے فرمایا اے سوید تجھے خرابی ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل و عیال نے تین دن برابر گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور ہم نے کبھی آپ کے واسطے آٹا چھان کر نہیں پکایا۔

سیر اعلام النبلاء میں موجود ہے:

قال علی: ما کان لنا الا اھاب کبش ننام علی ناحیة و تعجن فاطمة علی ناحیة یعنی ننام علی وجه و تعجن علی وجه۔

ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک چمڑے کا ٹکڑا تھا' اس کو بچھا کر ایک طرف آپ سو جاتے اور اس کے دوسرے حصے پر سیدہ خاتونِ جنت آٹا گوندھتیں۔

ایک اور کتاب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ کے پاس ایک ہی کمبل تھا' جس پر دن کے وقت آپ اپنے اونٹ کو چارہ ڈالتے اور رات کے وقت اسی کو جھاڑ کر آدھا نیچے بچھا لیتے اور آدھا بطور لیف استعمال فرماتے۔

ایک دفعہ آپ بازار میں آواز دے رہے تھے۔

من یشتری ھذا السیف واللہ لو کان عندی ثمن ازار مابعته۔

ترجمہ: کون ہے جو میری یہ تلوار خرید لے' اللہ کی قسم اگر میرے پاس ایک چادر کی قیمت بھی ہوتی تو میں اسے کبھی نہ بیچتا۔

یہ ہے سیرت خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور یہ حالات جو اوپر تحریر کیے گئے' آپ کی خلافت کے زمانے کے ہیں۔

قارئین کرام! اندازہ لگایئے اور سوچیے کہ کس قدر آپ میں للّٰہیت و خلوص اور خوف خدا جلوہ گر تھا۔

ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حدیبیہ کے وقت جب کہ آپ ہی شرائط صلح تحریر فرما رہے تھے تو جب لفظ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قریش مکہ سے سفیروں نے اعتراض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا:

امح رسول الله۔

تو آپ نے از روئے ادب لفظ رسول مٹانے سے معذرت کر لی۔

بیان کیا جاتا ہے ایک دفعہ دوران جنگ اور لڑائی آپ نے ایک کافر کو بچھاڑ دیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ کر اس کی گردن کاٹنے لگے تو اس نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا' تو آپ نے اسے چھوڑ دیا' وجہ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ جب اس نے میرے منہ پر تھوکا تو مجھے ذاتی طور پر بھی غصہ آ گیا اور میں نے سوچا کہ اگر اب میں اس کو قتل کرتا ہوں تو اس میں خالص نیت اور خلوص نہ رہے گا اور جہاد جیسا عمل برباد ہو جائے گا۔

اللہ اللہ! کس قدر خلوص اور رضائے الٰہی کے جویاں اور متلاشی تھے۔

اپنے محاربین کے متعلق نظریہ

فرماتے ہیں:

جعفر عن ابیه ان علیًّا علیه السلام کان یقول لاهل حربه انا لم نقاتلهم التکفیر لهم و لم نقاتلهم التکفیر لنا و لکنا راینا انا علٰی حق و راوا انهم علٰی حق۔

ترجمہ: جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہم ان سے اس لیے نہیں لڑتے کہ وہ کافر تھے اور نہ وہ ہم سے اس بنا پر لڑتے ہیں کہ ہمیں وہ کافر سمجھتے ہیں اور لیکن ہم نے اپنے آپ کو حق پر جانا اور انہوں نے اپنے آپ کو حق پر جانا۔

اور دوسری روایت میں ہے:

ان علیًّا علیه السلام لم یکن ینسب احداً من اهل حربه الی الشرك ولا الی النفاق ولکن یقول هم اخواننا بغوا علینا۔

ترجمہ: بے شک علی نہیں منسوب کرتے تھے اپنے ساتھ لڑنے والوں کو نفاق اور شرک کی طرف' لیکن وہ کہتے تھے وہ ہمارے بھائی ہیں، انہوں نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ (قرب الاسناد صفحہ 45)

یاد رہے کہ اس کتاب کا مصنف ابو عباس عبداللہ بن جعفر قمی ہے جو کہ سیدنا امام حسن عسکری کے شاگردوں میں

سے ہے اور نیز آپ نے مختلف شہروں اور علاقوں کے گورنروں کے نام عام خط لکھے' جس میں جنگ صفین کے بارے میں فرمایا:

و کان بدء امرنا انا التقینا و القوم من اھل الشام و الظاھر ان ربنا واحد و نبینا واحد و دعوتنا فی الاسلام واحدۃ و لا نستزیدھم فی الایمان باللہ و التصدیق برسولہ و لا یستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براء۔

ترجمہ: معاملہ اس طرح شروع ہوا کہ ہم اور شامی مقابلے پر نکلے' یہ ظاہری بات ہے کہ ہم سب کا پروردگار ایک' ہمارا نبی ایک اور ہماری دعوت اسلام ایک تھی۔ نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق رسول میں کسی اضافہ کا مطالبہ کرتے تھے' نہ وہ ہم سے کرتے تھے۔ ہم سب ایک تھے۔ اختلاف تھا تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں حالاں کہ خون عثمان سے ہم بالکل بری ذمہ ہیں۔ (نہج البلاغہ، ترجمہ رئیس احمد جعفری صفحہ 811)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ وقت عقد سیدہ فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما فرمایا:

اما ترضین انی زوجتك اقدم امتی سلماً و اکثرھم علماً و اعظمھم حلماً۔

ترجمہ: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کیا ہے جو میری امت میں سب سے پہلے اسلام لایا اور ان سب سے زیادہ ہے علم کے لحاظ سے اور حلم کے اعتبار سے ان میں سے عظیم ہے۔

اور دوسری روایت اس طرح ہے:

ان علیًّا لما تزوج فاطمۃ قالت للنبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم زوجتنیہ اعمش عظیم البطن؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: لا لقد زوجتك و انہ لاول اصحابی سلماً و اکثرھم علماً واعظمھم حلماً۔

ترجمہ: بے شک سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو جناب سیدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ نے میری اس سے شادی کی جو کم زور نظر اور عظیم البطن ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں نے تیری اس سے شادی کی جو میرے صحابہ میں سے از روئے اسلام کے اول ہے اور علم کے

اعتبار سے ان سب سے زیادہ اور حلم کے اعتبار سے ان سب سے عظیم ہے۔

شہادت

آپ کی شہادت کی تاریخ میں مؤرخین کے نزدیک معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم مشہور قول کے مطابق 21 رمضان 40 ہجری بہ وقت صبح ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ موجودہ دور میں آپ کے بارے میں جہلا نے جو یہ جھوٹی افواہ اڑا رکھی ہے کہ آپ کعبہ میں پیدا ہوئے اور مسجد میں شہید ہوئے سوائے آپ کے یہ فضیلت کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ یہ ایسی واہی تباہی ہے جس کی کتب احادیث میں کوئی اصل موجود نہیں۔ تفصیل جاننے کے لیے فتاویٰ نعیمیہ، ریحان المقربین، مولودِ کعبہ کون؟، ریحان المحبین چاروں کتب کا مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

خارجیوں کی خطرناک سازش

جنگ نہروان کے بعد خارجیوں نے ایک خفیہ میٹنگ کی جس میں منصوبہ طے کیا کہ جب تک ہم ان تین اشخاص کو قتل نہ کرلیں ہمارا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ ان کی وجہ سے ہمارے کثیر التعداد بزرگ بھائی' بیٹے اور رشتہ دار مارے گئے تو جس طرح بھی ہوسکے ان تینوں کا کام تمام کردیا جائے۔ یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق میں اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر میں اور قتل کا وقت، تاریخ اور دن ایک ہی ہونا چاہئے۔ چناں چہ عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی' برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو ابن بکر تمیمی ان تین خارجیوں نے خصوصاً مکہ معظّمہ' حرم مقدس میں باہمی معاہدہ کیا۔ چناں چہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ لیا۔ برک بن عبداللہ نے سیدنا امیر معاویہ اور عمرو نے سیدنا عمرو ابن العاص کو شہید کرنے کا اپنا ہدف بنایا اور معاہدہ کیا گیا کہ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ایک ہی رات میں ہم تینوں اپنے اپنے ساتھیوں کو قتل کریں گے۔ چناں چہ عبدالرحمٰن ابن ملجم سیدھا کوفہ پہنچا اور اتفاقاً اس کا ایک خارجی عورت قطامہ نامی جو کہ انتہائی خوش شکل اور خوبصورت تھی سے معاشقہ ہوگیا۔ اس بدبخت نے کہا اگر تو مجھے چاہتا ہے تو میرا حق مہر قتل علی ہے اور یہ بھی کم بخت اسی مقصد کے لیے کوفہ آیا تھا۔ اس نے اس عورت سے اس معاملہ میں مدد چاہی تو اس نے اپنے دو رشتہ دار اس کی مدد کے لیے تیار کردیئے۔

یہ بھی روایت پڑھیے اور اپنا ایمان تازہ کیجیے:

من احب ان یحیا حیاتی ویموت موتی ویسکن جنة الخلد الذی وعدنی ربی عزوجل غرس قضبانها بیده فلیتول علی ابن ابی طالب فانه لن یخرجکم من هدی ولن یدخلکم فی ضلالة۔

ترجمہ: جوشخص پسند کرتا ہے کہ اس کی موت وحیات میری طرح ہو اور وہ ہمیشہ رہنے والی جنت میں رہے' جس کا وعدہ مجھ سے میرے رب نے کیا، وہ جنت جس کے درخت اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے لگائے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ بے شک شان یہ ہے کہ وہ ہرگز تم کو ہدایت سے نہیں نکالے گا اور گم راہی میں نہیں داخل کرے گا۔

ایک موقع پر سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شکایت سنی تو آپ زبردست غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ آپ کی ناراضگی آپ کے چہرے سے نمایاں ہونے لگی، پھر فرمایا:

من ابغضه فقد ابغضنی و من ابغضنی فقد ابغض الله و من احبه فقد احبنی و من احبنی فقد احب اللّٰه تعالٰی۔

ترجمہ: جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا' جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔

و عن ابی عبد الله الجدلی قال: دخلت علی ام سلمة فقالت لی: ایسب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فیکم؟ قلت معاذالله او سبحان الله او کلمة نحوها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول: من سب علیاً فقد سبنی۔

ترجمہ: ابوعبداللہ جدلی کہتا ہے کہ میں سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے ڈانٹ کر فرمایا کہ تمہاری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نکالی جاتی ہیں۔ میں نے کہا معاذ اللہ' سبحان اللہ یا اس کی مثل کوئی اور کلمہ تو سیدہ ام المومنین نے فرمایا: یاد رکھو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا'

آپ فرمارہے تھے: جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو اس نے بے شک مجھے گالی دی۔

صحابہ کے حق میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت

الله الله فی اصحاب نبیکم الذین لم یحدثوا و لم یاووا محدثاً۔

ترجمہ: اصحاب رسول کے متعلق اللہ سے ڈرنا' کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ تو کوئی بدعت پیدا کی اور نہ کسی بدعتی کو پناہ دی۔ (ناسخ التواریخ جلد 4 صفحہ 289)

اور یہی عبارت امالی شیخ طوسی صفحہ 136 میں موجود ہے۔

واز خدا بترسید در باب اصحاب پیغمبر خود رعایت نمائید آں ہارا کہ بدعتی در دین خدا نکردہ اند و صاحب بدعتی را پناہ ندادہ۔ (جلاء العیون صفحہ 211)

ترجمہ: اصحاب پیغمبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیوں کہ انہوں نے اللہ کے دین میں کوئی بدعت پیدا نہیں ہونے دی اور نہ ہی کسی بدعتی کو پناہ اور جگہ دی۔

نیز جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد کر جائیں تو آپ نے فرمایا:

الا توصی؟ قال: ما اوصی رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم فاوصی و لکن ان اراداللہ بالناس خیرا فسیجمعھم علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم۔ (الشافی فی الامامۃ مصنفہ شریف المرتضیٰ التوفی صفحہ 91 جز ثالث مطبوعہ تہران، ایران)

ترجمہ: جب آپ سے عرض کیا گیا کیا آپ کسی کے بارے میں وصیت نہیں فرماتے کہ وہ آپ کے بعد خلیفہ ہو تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی خلافت کے بارے میں وصیت فرما کر نہیں گئے کہ میں بھی وصیت کروں' اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں بہتری دیکھی جو تم میں بہتر ہوگا اس پر لوگوں کو جمع فرما دے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو سب سے افضل تھا' اس پر لوگوں کو جمع اور متفق کر دیا۔

اور بعینہ یہی روایت اور عبارت تلخیص الشافی شیخ الطائفہ جعفر طوسی جز رابع صفحہ 237 پر موجود ہے۔

وصیت کی تحریر

اہل سنت کے حوالے سے وصیت پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ آپ کا مرتبہ ومقام کس قدر بلند و بالا ہے' کیوں کہ

شخصیت اپنی تعلیمات سے پہچانی جاتی ہے۔

البدایہ والنہایہ اردو صفحہ 428 تا 429 سے آپ کی تحریر پیش خدمت ہے۔طوالت سے بچنے کے لیے صرف اردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وصیت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ میں گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔اس نے انہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکین ناپسند ہی کریں۔بلاشبہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اول المسلمین ہوں۔اے حسن اور میرے تمام بیٹو اور جس تک یہ میری تحریر پہنچے! میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، جو تمہارا رب ہے اور تم فرماں برداری کی حالت ہی میں مرنا اور سب اللہ کی رسی کو تھام لو اور پراگندہ نہ ہو۔میں نے سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ آپس کے تعلقات کی اصلاح عام نماز روزے سے افضل ہے۔اپنے قرابت داروں کا خیال رکھو، اللہ تم پر حساب کو آسان کردے گا اور یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے مونہوں کو ہلاک نہ کرو اور نہ وہ تمہاری موجودگی میں ضائع ہوں اور اپنے پڑوسیوں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ تمہارے نبی کی وصیت ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کے متعلق وصیت کرتے رہے۔حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ عنقریب انہیں وارث قرار دے دیں گے اور قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور کوئی دوسرا اس پر عمل کرنے میں تم سے سبقت نہ کرے اور نماز کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اور اپنے رب کے گھر کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، جب تک زندہ رہو وہ تم سے خالی نہ ہو اور اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو تم ایک دوسرے کو نہ دیکھو گے اور رمضان کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اس کے روزے دوزخ کے مقابلہ میں ڈھال ہیں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ راہ خدا جہاد کرنے کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، بلاشبہ وہ اللہ کے

غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے اور اپنے نبی ﷺ کی امان کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور آپس میں ظلم نہ کرو اور اپنے نبی ﷺ کے اصحاب کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے اور فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنی معاش میں شریک کرو اور اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں تم کو دو کمزوروں یعنی تمہاری بیویوں اور تمہارے غلاموں کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ نماز کا خیال رکھو اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہونا جو تمہارا قصد کرے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا۔ وہ تمہیں اس کے مقابلہ میں کفایت کرے گا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے لوگوں سے اچھی باتیں کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو' ورنہ وہ تمہارے بُرے آدمیوں کو حکومت دے دے گا' پھر تم دعا کرو گے اور وہ قبول نہ ہوگی اور تم پر ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھنا اور ایک دوسرے پر خرچ کرنا لازم ہے اور ایک دوسرے کو پشت دینے اور ایک دوسرے سے تعلقات قطع کرنے اور پراگندہ ہونے سے بچو اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو' بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اہل بیت! اللہ تمہارا محافظ ہو اور تمہارا نبی تمہارا نگہبان ہو۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تمہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہوں۔

نیز آپ اپنے قاتل ابن ملجم ملعون کے بارے میں وصیت فرماتے ہیں:

فقال علی: اطعموه واسقوه فان عشت فانا ولی دمی براوة غیرهٗ و زاد: فان بقیت قتلت اوعفوت وان مت فاقتلوه قتلی، و لاتعتدوا ان الله لا یحب المعتدین۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ اس کو اچھا کھلاؤ' اچھا پلاؤ' اگر میں زندہ رہا تو میں اپنے خون کا خود مالک ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو چاہوں اسے قتل کروں یا معاف کروں اور اگر میں فوت ہوگیا تو تم قتل کرنا چاہو تو اسی طرح قتل کرنا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا اور یاد رکھنا حد سے نہ بڑھنا اور زیادتی نہ

کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 2 صفحہ 514)

قبر شریف کے متعلق مؤرخین کا زبردست اِختلاف

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

حاصل کلام یہ کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو آپ کے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ پر 9 تکبیریں پڑھیں اور اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں خوارج آپ کی لاش مبارک کو نہ اکھیڑ لیں آپ کو کوفہ کے دار الامارت میں دفن کیا گیا اور یہ ایک مشہور بات ہے۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ آپ کو آپ کی اونٹنی پر لاد دیا گیا وہ آپ کو لے گئی اور معلوم نہیں کہ آپ کہاں چلے گئے، اس نے غلط کہا ہے اور اس بات کے متعلق تکلف سے کام لیا ہے، جس کے متعلق اس کا علم نہیں ہے اور نہ اسے عقل و شرع جائز قرار دیتی ہے۔

اور بہت سے جاہل روافض جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف نجف میں ہے اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ قبر سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اسے خطیب بغدادی نے عن ابی نعیم الحافظ عن ابی بکر الطلی عن محمد بن عبداللہ الحضرمی الحافظ عن حطر بیان کیا ہے کہ اگر شیعوں کو اس قبر کا علم ہو جائے جس کی نجف میں وہ تعظیم کرتے ہیں تو وہ اسے پتھروں سے ماریں۔ یہ قبر سیدنا مغیرہ بن شعبہ کی ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سیرۃ نے بہ حوالہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے پوچھا وہ کہاں دفن ہوئے؟ آپ نے فرمایا: انہیں رات کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور آپ کے دفن کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور جعفر صادق کی ایک روایت ہے کہ آپ کی عمر اٹھاون سال تھی اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی جامع مسجد کے سامنے کی طرف دفن کیا گیا ہے۔ یہ قول واقدی کا ہے اور مشہور قول یہ ہے کہ آپ کو دار الامارت میں دفن کیا گیا ہے۔

اور خطیب بغدادی نے بہ حوالہ ابی نعیم الفضل بن دکین بیان کیا ہے کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما آپ کو اٹھا کر مدینہ لے آئے اور انہوں نے آپ کو بقیع میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن کر دیا۔

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے آپ کو اونٹ پر لادا تو وہ ان سے کھو گیا اور طی قبیلے کے لوگوں نے

اسے پکڑ لیا اور وہ اسے مال خیال کرتے تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ صندوق میں میت ہے تو انہوں نے آپ کو نہ پہچانا تو انہوں نے صندوق کو جو کچھ اس میں تھا اس سمیت دفن کر دیا اور کسی شخص کو معلوم نہیں کہ آپ کی میت کہاں ہے۔

اسے بھی خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے۔

اور حافظ ابن عساکر نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آل جعدہ کے گھروں کے حجرہ میں دفن کیا ہے۔

اور عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ جب خالد بن عبداللہ نے اپنے بیٹے یزید کے گھر کی بنیاد کھودی تو انہوں نے ایک سفید سر اور سفید ریش مدفون شیخ کو نکالا' گویا اسے کل ہی دفن کیا گیا ہے پس اس نے اسے جلانے کا ارادہ کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس ارادے سے باز رکھا اور اس نے ایک قباطی چادر منگوا کر اسے اس میں لپیٹا اور اسے خوشبو لگائی اور اسے اس کی جگہ چھوڑ دیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جگہ باب الاواقین کے سامنے مسجد کے قبلہ کے نزدیک ایک موچی کے گھر میں ہے اور جو شخص اس جگہ آتا ہے وہ یہاں تک رہ نہیں سکتا اور اس سے منتقل ہو جاتا ہے۔

اور حضرت جعفر بن محمد الصادق سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رات کو پڑھی گئی اور آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور آپ کی قبر کی جگہ کو پوشیدہ رکھا گیا ہے لیکن وہ قصر امارت کے پاس ہے۔

اور ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ رات کے وقت آپ کے دفن میں سیدنا حسن' سیدنا حسین' سیدنا ابن الحنفیہ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر اہل بیت شامل ہوئے اور انہوں نے آپ کو کوفہ کے باہر دفن کیا اور خوارج وغیرہ کے خوف سے آپ کی قبر کو پوشیدہ رکھا۔

حاصل کلام یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز بہ وقت سحر قتل ہوئے۔ یہ واقعہ 17 رمضان 40ھ کو ہوا اور بعض کا قول ہے کہ آپ ربیع الاول میں قتل ہوئے' مگر پہلا قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ و اللہ اعلم۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور واقدی، ابن جریر اور کئی لوگوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ 431 تا 432)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد ابن ملجم کو سیدنا حسن کی خدمت میں پیش کیا گیا اور انہوں نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تریسٹھ سال کی عمر اور پونے پانچ سال کی خلافت

کے بعد شہید ہوئے۔ سیدنا حسن بن علی، سیدنا حسین بن علی اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن پہنایا جن میں قمیص نہ تھا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ بعض روایتوں کے بموجب مسجد کوفہ میں اور بعض کی موافق کوفہ سے دس میل کے فاصلہ پر دفن کیے گئے۔ بعض روایتوں کے بہ موجب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسد مبارک کو خارجیوں کے خوف سے کہ کہیں آپ کی بے حرمتی نہ کریں نکال کر ایک دوسری قبر میں پوشیدہ طور پر دفن کیا اور ایک اور روایت کے موافق آپ کے تابوت کو مدینہ منورہ لے جانے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کریں۔ اثنائے راہ میں وہ اونٹ جس پر آپ کا جنازہ تھا بھاگ گیا اور پھر اس کا کہیں پتہ نہ چلا اور ایک اور روایت کے موافق وہ اونٹ طئی کی سرزمین میں ملا، لوگوں نے اس کو پکڑ کر آپ کا جنازہ پڑھا اور وہیں دفن کر دیا۔

غرض آج تک اتنے بڑے عظیم الشان شخص کے مزار مبارک کا صحیح حال کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہے؟

اس کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے کہ خارجیوں کے خوف سے آپ کو اسی جگہ دفن کیا گیا جس کا حال عام لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ (تاریخ اسلام جلد اول صفحہ 444)

اور افغانیوں کی روایت کے مطابق وہ اونٹ جس پر آپ کا تابوت تھا افغانستان میں آ گیا تو افغانیوں نے آپ کے تابوت مبارک کو افغانستان کے مزار شہر میں دفن کر دیا۔ اسی بنا پر اس کو مزار شریف کہتے ہیں۔ وہاں پر انہوں نے آپ کا مزار شریف بنایا ہوا ہے

اور بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب عراق سے مدینہ طیبہ آئے تو ساتھ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک کو لے آئے اور لا کر جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ و اللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اولادِ امجاد

فاولاد امیر المومنین ستة و عشرون ولداً ذکراً و انثی الحسن و الحسین و زینب الکبریٰ و زینب الصغریٰ المکناة بام کلثوم، امھم فاطمة البتول سیدة نساء العالمین بنت سیدالمرسلین و خاتم النبیین محمد النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ و سلم و محمد المکنی بابی القاسم امه خولة بنت جعفر بن قیس الحنفیه و عمر و رقیه کانا توامین، افھما ام حبیب بنت ربیعة و العباس و

جعفر و عثمان و عبد الله الشهداء مع اخیهم العسین بطف کربلا امہم ام البنین بنت حزام بن خالد بن دارم و محمد الاصغر المکنی بابی بکرٍ و عبید الله اشهد ان مع اخیهما الحسین بالطف، امهما لیلی بنت مسعود الدارمیة ویحیی امه اسماء بنت عمیس الخشعمیة رضی الله عنها ام الحسن و رملة امهما ام سعید بنت عروة بن مسعود الشقفی و نفسیة و زینب الصغریٰ و ام هانی و ام الکرام و جمانة المکناة ام جعفر و امامة و ام سلمه و میمونة و خدیجة و فاطمة رحمة الله علیهن لامهات شتی وفی الشیعة۔

من یذکر ان فاطمة فعلیٰ قول هذه الطائفة اولاد امیر المؤمنین ثمانیة و عشرون ولداً۔ و الله اعلم و احکم۔ (الارشاد شیخ مفید جلد اول صفحہ 356)

اور تاریخ الائمہ مصنفہ وزیر حسین خان صاحب آپ کی اولاد پاک کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ آپ کے صاحب زادے 18 جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

حسن، حسین، محسن، عباس، محمد، ابوبکر، محمد اوسط، عثمان، عمر اصغر، جعفر، صالح، عبداللہ، عباس اصغر، جعفر اصغر، عون، یحییٰ، عبداللہ اصغر، شبیر۔

اور صاحب زادیاں مندرجہ ذیل ہیں:

زینب، ام کلثوم، زینب صغریٰ، رضیہ، رقیہ، ام ایمن، نفیسہ، رملہ، رملہ صغریٰ، ام ہانی، جمانہ، ام الکرام، امامہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، فاطمہ ثانی وغیرہ۔ (تاریخ الائمہ صفحہ 143)

و صلی الله علی سیدنا محمد و علی اٰله الطیبین و ذریاته المبارکین و صحابته الاکرمین و ازواجہٖ امهات المؤمنین صلٰوة موصولة تتردّد الٰی یوم الدین۔



سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نام و نسب

سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما بن ابو طالب۔ از روئے حدیث آپ خلفائے راشدین میں سے پانچویں خلیفہ راشد ہیں۔ آپ نصف شعبان سنہ 3ھ 15 رمضان المبارک مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی صورت مبارکہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھی۔ آپ کا نام سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حرب رکھا جس کو بدل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رکھا۔ اس سے پہلے یہ نام لوگوں میں مشہور اور متعارف نہ تھا۔ نواسہ رسول ہونے کے علاوہ آپ میں بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ اپنے والد گرامی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے شدید محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ چھوٹی عمر میں آپ ان کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے اور بسا اوقات ان کی زبان کو چوستے اور گلے لگا لیتے اور خوش طبعی فرماتے۔ اور بسا اوقات آپ کے پاس آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سجدہ کی حالت میں ہوتے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور آپ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سجدے کو لمبا کرتے تھے اور کئی بار آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منبر شریف پر چڑھ جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فراست کا عظیم حصہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے کان میں اذان و اقامت کہی اور اپنے منہ مبارک میں کچھ کھجور چبا کر گڑھتی دی اور ساتویں روز آپ کا سر مونڈ کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور ساتویں روز ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ و ختنہ کیا۔ آپ کی ولادت کی سیدنا جرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک دی۔ نیز سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد پاک سے ہر لحاظ سے افضل اور اعلم و احلم تھے، حلم اور حوصلہ کے اعتبار سے بعض معاملات میں آپ اپنے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی فائق اور بلند رائے کے مالک تھے، جیسا کہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

کے خلاف بلوئی کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیتے، نیز بہ وقت جنگ صفین آپ کی رائے مبارک جو کہ مستند کتب تواریخ میں موجود ہے اور خود اپنی خلافت کے زمانے میں کہ آپ بہت جلد عراقیوں اور شیعانِ کوفہ کی خباثتوں کو بھانپ گئے اور سمجھ لیا۔ الغرض آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مکمل نمونہ تھے جس طرح آپ کی صورت مبارک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی اسی طرح آپ کی سیرت بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔ آپ انتہائی اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے گویا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے اعلیٰ اور کامل مکمل مصداق تھے۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔

ترجمہ: سیدنا حسن اور سیدنا حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال ان الحسن و الحسین انھما ریحانیّ من الدنیا۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دنیا سے میرے دو جنتی پھول ہیں۔

عن عبد الرحمن بن ابی نعم، قال سمعت عبد اللہ بن عمر و سالہ رجلٌ عن المحرم قال شعبہ احسبہ یقتل الذباب قال اھل العراق یسالونی عن الذباب و قد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم فقال انھما ریحانیّ من الدنیا۔ رواہ البخاری

ترجمہ: سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی نعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا جب کہ کسی شخص نے ان سے ایسے محرم کے بارے میں سوال کیا جو مکھی کو مار دے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عراقی مجھ سے مکھی کے بارے میں پوچھتے ہیں حالاں کہ ان ظالموں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے بیٹے یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جن کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے اس دنیا سے جنتی پھول ہیں۔

عن اسامة بن زید، عن النبی صلی الله علیه و آلہٖ وسلم کان یاخذه و الحسن فیقول اللهم احبهما فانی احبهما۔ و فی روایة:قال کان رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم یاخذنی فیقعدنی علی فخذه و یقعد الحسن بن علی علٰی فخذه الاخرٰی ثم یضمهما ثم یقول اللهم ارحمهما فانی ارحمهما۔

ترجمہ: سیدنا اسامہ بن زید سے روایت ہے، وہ حضور ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ انہیں اور جناب حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ اور ایک روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ مجھے پکڑتے اور مجھے ران پر بٹھاتے تھے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دوسری ران مبارک پر بٹھاتے پھر ان دونوں کو اپنے ساتھ لپٹاتے پھر فرماتے: اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما، بے شک میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔

و عن انس، قال سئل رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم ای اهل بیتك احب الیك؟ قال: الحسن و الحسین و كان یقول لفاطمة ادعی لی ابنی فیشمهما و یضمهما الیه۔

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا آپ کی اہل بیت میں آپ کو زیادہ پیارا کون ہے فرمایا حسن و حسین اور حضور ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے کہ میرے پاس میرے بچوں کو بلاؤ پھر انہیں سونگھتے تھے اپنے سے لپٹاتے تھے۔

و عن بریدة، قال كان رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم یخطبنا اذ جاء الحسن و الحسین علیهما قمیصان احمران یمشیان و یعثران فنزل رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم من المنبر فحملهما و وضعهما بین یدیه ثم قال صدق الله انما اموالكم و اولادكم فتنة نظرت الی هذین الصبیین یمشیان و یعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی و رفعتهما۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 571)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن و

حسین آئے جنھوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں وہ چلتے تھے گرتے تھے تو رسول اللہ منبر سے اتر آئے ان دونوں کو اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا، پھر فرمایا: سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے گرتے ہیں تو میں صبر نہ کرسکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات بند کردی اور ان دونوں کو اٹھالیا۔

و عن علی، قال الحسن اشبهه رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم ما بین الصدر الی الراس و الحسین اشبهه النبی صلی الله علیه وآلہٖ و سلم ما كان اسفل من ذلك۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حسن سینے اور سر کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حسین اس سے نیچے کے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔

عن المقدام بن معدی کرب، قال: قال رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم حسن منی و الحسین من علی۔ (تاریخ دمشق ودیگر کتب)

ترجمہ: مقدام بن معدی کرب روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن مجھ سے اور حسین علی سے۔

شاید اسی لیے سیدنا ابوبکر صدیق نے یہ فرمایا:

عن عقبة بن الحارث، قال صلی ابوبکر العصر ثم خرج یمشی و معه علی فرای الحسن یلعب مع الصبیان فحمله علی عاتقہٖ و قال بابی شبیه بالنبی صلی الله علیه وسلم لیس شبیهاً بعلی و علی یضحك۔ رواه البخاری

ترجمہ: سیدنا عقبہ بن حارث سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر نکلے اور چل پڑے، آپ کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو سیدنا حسن کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا: میرے باپ آپ پر قربان اور صدقے ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہے علی کے ہم شکل نہیں۔ اور علی ہنس رہے تھے۔

حدیث شریف میں موجود ہے کہ سیدنا اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا تو نبی پاک ﷺ اس طرح سے تشریف لائے کہ آپ ﷺ کسی چیز کو گود میں لیے تھے، مجھے خبر نہ تھی کہ وہ کیا ہے، تو جب میں ضرورت سے فارغ ہوا تو میں نے پوچھا: یہ کیا ہے جو آپ گود میں لیے ہوئے تھے؟

فکشعه فاذ الحسن و الحسین علی ورکیه فقال هذان ابنای و ابنا ابنتی اللهم انی احبهما فاحبهما و احب من یحبهما۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے اسے کھولا تو حسن وحسین آپ کی رانوں پر تھے فرمایا: یہ میرے دونوں بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الٰہی! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر!

و عن ابن عباس، قال کان رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم حامل الحسن بن علی علٰی عاتقه فقال رجل نعم المرکب رکبت یا غلام فقال النبی صلی الله علیه و آلہٖ و سلم و نعم الراکب۔

ترجمہ: روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے کہا: اے صاحب زادے! تم بہت اچھی سواری پر سوار ہو، تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

اور مسلم اور بخاری کی روایت میں ہے:

عن البراء، قال رایت النبی صلی الله علیه و آلہٖ و سلم و الحسن بن علی علٰی عاتقه یقول: اللهم انی احبه فاحبه۔

اور ایک روایت میں ہے:

عن ابی هریرة، قال خرجت مع رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم فی طائفة من النهار حتی اتی خباء فاطمة فقال اثم لکع اثم لکع یعنی حسناً فلم یلبث ان جاء یسعٰی حتی اعتنق کل واحد منهما صاحبه فقال رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ و سلم اللهم انی احبه فاحبه و احب من یحبه۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں نکلا حتیٰ کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ڈیرے پر تشریف لائے تو فرمایا: کیا یہاں بچہ ہے، کیا یہاں بچہ ہے یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ؟ پھر تھوڑی ہی دیر بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آگئے حتیٰ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے صاحب کے گلے لگ گئے یعنی سیدنا حسن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر!

عن ابی بکرۃ، قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی المنبر و الحسن بن علی الی جنبہ و ھو یقبل علی الناس مرۃ و علیہ اخری و یقول ان ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

ترجمہ: روایت ہے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ حسن بن علی ایک کروٹ پر تھے آپ کبھی لوگوں پر توجہ فرماتے اور کبھی ان پر اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروا دے۔

عن ابی ھریرۃ، قال: لا ازال احب ھذا ارجل یعنی الحسن بن علی بعد ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یصنح بہ ما یصنع قال رایت الحسن فی حجر النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم و ھو یدخل اصابہ فی لحیۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یدخل لسانہ فی فیہ ثم یقول: اللھم انی احبہ۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ہمیشہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ ایسا کرتے دیکھا میں نے دیکھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہیں تو وہ اپنی انگلیوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارکہ سے کھیلتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں داخل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے اللہ! بے شک مجھے اس سے شدید

محبت ہے۔(نورالابصار)

عبداللہ بن شداد کی روایت ہے کہ وہ حدیث جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شام کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی اور اس میں طویل سجدہ کیا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے اس بارے میں آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: میرے اس بیٹے یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے مجھے سواری بنا لیا اور میں نے اس سے سبقت کرنا پسند نہ کیا حتی وہ اپنی ضرورت پوری کرے۔

و قال عبد الله بن الحارث عن زبير بن الاقمر: بينما الحسن ابن على لخطب بعد ما قتل على اذ قال رجل من الازد آدم طوال، فقال: لقد رايت رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم واضعه فى حبوته يقول: من احبنى فليحبه فليبلغ الشاهد الغائب، و لولا عزمة رسول الله ما حدثتكم۔

ترجمہ: عبداللہ بن حارث زبیر بن اقمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دے رہے تھے کہ ازد قبیلے کا ایک شخص لمبے قد والا کھڑا ہوا کہ اس نے کہا کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کی گود مبارک میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس سے محبت کرے۔ تو چاہیے کہ موجود غیب تک یہ میری بات پہنچا دے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا خیال نہ ہوتا تو میں تم سے یہ بیان نہ کرتا۔

سیرت، عبادت، اخلاق

حج الحسن بن على خمس و عشرون حجة ماشيا و ان النجائب لتقادمه و خرج من ماله لله مرتين، و قاسم لله ماله ثلاث مرات حتى ان كان ليعطيى نعلا و يمسك نعلاً، و يعطى خفاً و يمسك فناً۔

ترجمہ: سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے پیدل پچیس حج کیے جب کہ سواریاں ساتھ ساتھ چل رہی ہوتیں، فرماتے: مجھے شرم آتی ہے کہ میں اللہ کے گھر سواری پر سوار ہو کر جاؤں اور دو بار آپ نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا تین مرتبہ اپنے ملکیت کی ہر چیز آدھی اللہ کی راہ میں دے دی یہاں تک کہ ایک ایک موزہ تک اللہ

کی راہ میں نچھاور کر دیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو روٹی کا ایک لقمہ کھاتا اور ایک کتے کو بھی جو وہاں موجود تھا کھلاتا، آپ نے اس سے فرمایا: تجھے اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: مجھے کتے سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: میرے آنے تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو! پس آپ نے اس کے آقا کے پاس جا کر اسے خرید لیا اور جس باغ میں وہ موجود تھا اسے بھی خرید لیا اور اسے آزاد کر دیا، وہ باغ اس کی ملکیت میں دے دیا۔ غلام نے کہا: اے میرے آقا! میں نے وہ باغ اسے دیا جس کی خاطر آپ نے مجھے وہ باغ دیا ہے۔

امام ابو جعفر الباقر یعنی امام محمد باقر نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے ایک کام کے سلسلے میں مدد مانگی تو اس نے آپ کو معتکف پایا، آپ نے اس سے معذرت کی کہ میں اعتکاف کی حالت میں ہوں، وہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور آپ سے مدد مانگی تو آپ نے اس کی ضرورت پوری کر دی اور فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کو خدا کی رضامندی کی خاطر پورا کرنا مجھے ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے۔

اور جویریہ بن اسماء نے بیان کیا ہے کہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت مروان آپ کے جنازہ میں رو رہا تھا تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو اب ان پر روتا ہے حالاں کہ تو نے ان کو زندگی میں تنگ کیا اور ستایا یہاں تک کہ تیری وجہ سے وہ غصہ کو گھونٹ گھونٹ پیا کرتے تھے اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا میں اس سے یہ سلوک کرتا تھا جو شخص اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم اور بردبار تھا۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان خصومت پائی جاتی تھی ایک بار مروان سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کرنے لگا اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خاموش رہے، اسی دوران مروان نے اپنا ناک دائیں ہاتھ سے صاف کیا تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تو ہلاک ہو گیا تجھے معلوم ہے دایاں ہاتھ چہرے کے لیے اور بایاں ہاتھ شرم گاہ کے لیے اور ناک صاف کرنے کے لیے۔ پس مروان خاموش ہو گیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے ساتھیوں سے فرمایا: آپ لوگوں کو اپنے ایک بھائی کے متعلق اطلاع دیتا ہوں جس کی میری نگاہ میں بڑی قدر ہے اور وہ عظیم بات جس نے اسے میری نگاہ میں باعظمت بنا دیا وہ یہ ہے کہ اس کی

نگاہ میں دنیا کا ہیچ ہونا اور بے قدر رہنا ہے وہ اپنے پیٹ کی حکومت کا باغی تھا جو چیز نہ پاتا اس کی خواہش نہ کرتا اور جب پاتا تو اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرتا اور وہ اپنی شرم گاہ کی حکومت کا بھی باغی تھا اور اس کی عقل اور رائے اسے اس سے نہ ہٹاتی اور وہ اپنی جہالت کی حکومت کا بھی باغی تھا وہ زیادہ بخشش یقین پر ہاتھ پھیلاتا اور نیکی کے لیے ہی پاؤں اٹھاتا نہ ناراض ہوتا اور نہ زچ ہوتا اور جب وہ علماء سے مل بیٹھتا تو وہ بولنے سے زیادہ سننے کا مشتاق ہوتا اور جب وہ بولنے سے مغلوب ہو جاتا تو خاموشی سے مغلوب نہ ہوتا اور وہ عمر کا زیادہ حصہ روزہ دار رہا جب وہ بات کرتا تو بولنے والوں کی خدمت کرتا اور کسی دعویٰ میں حصہ دار نہ بنتا اور نہ کسی جھگڑے میں شامل ہوتا اور نہ کوئی حجت پیش کرتا۔

(تہذیب الکمال، البدایہ والنہایہ)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین سے عقیدت اور محبت

ایک دفعہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بہ روایت دیگر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ دروازے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا صاحب زادہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ موجود ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام سے آئے ہوئے گورنر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خصوصی امور پر مشورہ فرما رہے تھے اور انہیں خصوصی ہدایات فرما رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے نے داخل ہونے کی اجازت چاہی' اہم مصروفیات کی بنا پر آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی، وہ واپس چل دیے، یہ دیکھ کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ واپس ہو گئے' جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہوں نے پوچھا کہ آپ آج کیوں کر تشریف نہ لائے' کیوں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ہوا تھا: آپ ہر روز صبح کا ناشتہ میرے ساتھ کیا کریں، تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آیا تھا دروازہ بند تھا' آپ کسی ضروری کام میں مصروف تھے۔ سیدنا عبداللہ کو جب اجازت نہ ملی تو میں نے خیال کیا جب بیٹے کو اجازت نہیں مل رہی تو مجھے کیسے ملے گی۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ عبداللہ کہاں اور آپ کہا: عبداللہ کو اجازت لینے کی ضرورت ہے، لیکن آپ کے لیے ہر وقت اجازت ہے' آپ جب بھی آئیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کا حق ہے آپ اندر تشریف لا سکتے ہیں۔ نیز آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: میرے سر پر بال یا عزت کا عمامہ کس نے رکھا ہے سوائے آپ کے؟ یعنی تمام آپ کے جد امجد سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان اور کرم ہے۔

(تاریخ دمشق صفحہ 178-179 جلد 14 و دیگر کتب)

ایک دفعہ یمن سے بہت سے قیمتی اور خوب صورت حلے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ تمام کے تمام لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر شریف اور قبر انور کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، لوگ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے تھے، تو اچانک سیدنا امام حسن و سید امام حسین رضی اللہ عنہم اپنے گھر سے نمودار ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان پر یہ حلے نہیں ہیں تو سیدنا امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' فرمایا جب تک میں ان کو حلے نہ پہناؤں مجھے کوئی خوشی نہیں ہوگی۔ آپ نے یمن کے حاکم کی طرف لکھا' جس قدر بھی جلد ہو سکے اعلیٰ سے اعلیٰ دو حلے لے کر بھیج دو' چناں چہ جب وہ حلے آئے تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے دونوں صاحب زادگان کو پہنائے اور فرمایا اب مجھے خوشی ہوئی ہے۔ (تاریخ دمشق جلد 17 دیگر کتب)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سرکاری وظائف مقرر کیے تو سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے برابر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔ (تاریخ دمشق جلد 17 صفحہ 179، سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 485)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک ایک ہزار درہم ہر سال بھیجتے۔
(احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ 26)

شیعوں کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی اور زندگانی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عماد الدین اصفہانی صفحہ 21 سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بے حد احترام اور اکرام کرتے تھے۔ ایک دفعہ دو لاکھ درہم ان کی خدمت میں بہ طور ہدیہ پیش کیے اور کہا کہ یہ لو اللہ کی قسم اتنا ہدیہ میرے سوا آپ کو کوئی نہیں دے گا' نہ مجھ سے پہلے کسی نے دیا اور نہ بعد میں دے گا۔ سیدنا امام حسین نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بات بھی سن لو جتنے لوگوں کو تم نے ہدیے دیے مجھ سے بہتر ان میں سے نہ پہلے تھا نہ بعد میں۔

اسی کتاب کے صفحہ 40 پر موجود ہے:

درزمان ابوبکر وعمر وعثمان حسین مورد احترام ومحبت صحابہ بود وانعام واکرام فراوان بہ اومی کردند عمر آں چہ مقرری بہ پسرش می داد دو برابر بہ حسین می داد و چوں عبد اللہ اعتراض می کرد می گفت او فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است۔ (زندگانی سیدنا امام حسین مصنفہ عماد الدین صفی اصفہانی صفحہ 40)

ترجمہ: سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان وسیدنا حسین صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کے محور تھے' انہوں نے بہت زیادہ انعام واکرام

دیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے خلافت میں جو وظیفہ اپنے بیٹے کو دیا اس سے دوگنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیا' جب صاحب زادے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اور اس کی وجہ پوچھی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا امام حسن سے سوال اور امام حسن کا جواب

ایک روز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے جواں مردانہ صفات کے متعلق دریافت کیا کہ

میرے بیٹے! راستی کیا ہے؟

انہوں نے کہا: اے میرے باپ! راستی بری بات کو اچھی بات سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔

آپ نے پوچھا: مشرف کیا ہے؟

تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: خاندان سے نیکی کرنا اور ان کے گناہ کا بوجھ اٹھانا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جواں مردی کیا ہے؟

تو عرض کیا کہ پاک دامن ہونا اور آدمی کا جو کچھ ہے اس کی اصلاح کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے بیٹے کمینگی کیا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ معمولی بات کے متعلق سوچنا اور حقیر چیز کو روکنا (یعنی دنیاوی مال)

آپ نے پوچھا: ملامت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ انسان کا اپنے آپ سے بچنا اور اپنی دولہن کو یعنی (دنیا) کو قران کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: سخاوت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ تنگی اور آسائش میں خرچ کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بخل کیا ہے؟

تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اسے فضول سمجھنا اور جو تو خرچ کر چکا ہے اسے ضائع سمجھنا۔

پوچھا: اخوت کیا ہے؟

جواب دیا کہ سختی اور آسائش میں وفا کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بزدلی کیا ہے؟

انہوں نے کہا: دوست پر جرات کرنا اور دشمن سے ڈرنا، پیچھے ہٹنا۔

آپ نے پوچھا: غنیمت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ تقویٰ میں رغبت کرنا اور دنیا سے بے رغبتی رکھنا۔

پوچھا کہ اے میرے بیٹے! علم کیا ہے؟

تو جواب دیا: غصہ کو پینا اور نفس پر قابو پانا۔

آپ نے پوچھا: تونگری کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ نفس کا اس چیز پر راضی ہونا جو اللہ نے اسے دی ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہو، تونگری صرف دل کا غنی ہونا ہے۔

پوچھا کہ اے میرے بیٹے! فقر کیا ہے؟

جواب دیا: نفس کا ہر چیز میں دلچسپی لینا۔

آپ نے پوچھا: قوت کیا ہے؟

جواب دیا کہ شدید جنگ اور مضبوط ترین آدمی سے جنگ کرنا۔

آپ نے پوچھا: ذلت کیا ہے؟

تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: سچائی کے وقت گھبرا جانا۔

آپ نے پوچھا: جرات کیا ہے؟

جواب دیا: ہمسروں کا ملنا۔

آپ نے پوچھا: کلفت کیا ہے؟

جواب دیا: بے مطلب بات کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بزرگی کیا ہے؟

تو جواب دیا: تاوان ادا کرنا اور جرم معاف کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: عقل کیا ہے؟

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جس کی تجھ سے رکھوالی مطلوب ہے اس سے دل کو محفوظ رکھنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حماقت کیا ہے؟

جواب دیا: اپنے امام سے دشمنی کرنا اور اس سے اونچی بات کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ثنا کیا ہے؟

تو جواب دیا: اچھائی کرنا اور برائی کو چھوڑنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: دانائی کیا ہے؟

امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: طویل بردباری کرنا اور حکمرانوں کے ساتھ نرمی کرنا، بدظنی سے بچنا ہی دانائی ہے۔

آپ نے پوچھا: مشرف کیا ہے؟

جواب دیا بھائیوں کا اتفاق اور پڑوسیوں کی حفاظت۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بے وقوفی کیا ہے؟

جواب دیا: کمینے اور گھٹیا لوگوں کی پیروی کرنا اور گمراہوں کے مصاحبت کرنا۔

آپ نے پوچھا: غفلت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ مسجد کو ترک کرنا اور فساد کی اطاعت کرنا۔

آپ نے پوچھا: محرومی کیا ہے؟

جواب دیا: اپنے حصے کو چھوڑ دینا جب کہ اسے تجھ پر پیش کیا گیا ہو۔

پوچھا: سردار کون ہے؟

تو جواب دیا کہ مال کے بارے احمق اور اپنی عزت کو حقیر سمجھنے والا جسے گالی دی جائے تو وہ خاندان کے حکم سے باز نہ آنے والے کو جواب نہ دے وہ سردار ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جہالت سے سخت تر فقر کوئی نہیں اور عقل سے بہتر کوئی مال نہیں اور تکبر سے زیادہ وحشت ناک تنہائی کوئی نہیں اور مشاورت سے بڑھ کر کوئی قابل اعتماد مدد نہیں اور تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں اور حسن واخلاق تفکر جیسی کوئی عبادت نہیں اور حیا جیسا کوئی ایمان نہیں اور ایمان کی چوٹی صبر ہے اور بات کی آفت جھوٹ ہے اور علم کی آفت نسیان ہے، حلم کی آفت بداخلاقی ہے اور عبادت کی آفت سستی ہے اور شرافت کی آفت ڈینگیں مارنا ہے اور شجاعت کی آفت نافرمانی ہے اور سخاوت کی آفت احسان جتلانا ہے، خوب صورتی کی آفت تکبر ہے اور محبت کی آفت فخر ہے۔

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! جس شخص کو تو ہمیشہ دیکھتا ہے اسے حقیر نہ سمجھ اگر وہ تجھ سے بڑا ہے تو اسے اپنا باپ سمجھ اگر وہ تیرے جیسا ہے تو وہ تیرا بھائی ہے اگر وہ تجھ سے چھوٹا ہے تو اسے اپنا بیٹا خیال کر!

یہ وہ باتیں ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے سے جواں مردی کے متعلق دریافت کیا۔

علی بن العباس طرابی نے بیان کیا ہے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر کندہ تھا کہ تو جس قدر تقویٰ اختیار کر سکتا ہے اسے اپنے نفس کے لیے آگے بھیج۔ اے جوان موت بلاشک وشبہ تیرے پاس آنے والی ہے تو دنیا پر خوش ہو گیا ہے گویا تو قبرستان اور بوسیدگی میں اپنے دل اثبات کو نہیں دیکھتا۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ مطلب بن زیاد بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں سے فرمایا جان لو آج تم قوم کے چھوٹے بچے ہو اور کل تم بڑے ہو جاؤ گے پس جو تم میں سے زیادہ نہ رکھ سکے وہ میری یہ باتیں لکھ لے۔

بہ حیثیت خلیفہ راشد

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی چالیس ہزار عراقیوں نے بیعت کی صالح ابن احمد نے بیان کیا ہے میں نے اپنے باپ کو بیان کرتے سنا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی 90 ہزار لوگوں نے بیعت کی اور آپ نے خلافت کو چھوڑ کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لی اور آپ کے زمانے میں ایک قطرہ خون بھی نہ گرا۔ وہب بن جریر نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے بیان کیا ہے کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور

آپ کی اطاعت کی ان کے باپ سے بڑھ کر ان سے شدید محبت کی ہارون بن معروف نے بیان کیا ہے کہ فہرہ نے بحوالہ ابن شوزب ہم سے بیان کیا کہ جب علی شہید ہو گئے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اہل عراق کے ساتھ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے ساتھ باہم مڈبھیڑ کی تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جنگ کو ناپسند کیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بعض شرائط پر بیعت کر لی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے اصحاب کہنے لگے کہ اے مومنین کی عار اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

العار خیر من النار۔

عار بہتر ہے نار سے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ جو کچھ کوفہ کے بیت المال میں ہے وہ اسے لیں گے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس شرط کو پورا کر دیا بیت المال میں اس وقت پانچ کروڑ اور بعض کہتے ہیں ساٹھ کروڑ درہم تھے اور یہ کہ وہ خراج بھی لیں گے بعض کا قول ہے صوبہ ابجرد کا ہر سال خراج ان کا ہوگا اس صوبے کے لوگوں نے جب یہ سنا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور بیعت کر لی ہے کہ ان بدبختوں نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو انہوں نے اس کے عوض آپ کو ہر سال چھ کروڑ درہم دیئے جاتے تھے اور آپ ہر سال انہیں مسلسل اپنے مال کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عطا کردہ عطیات تحائف اور ہدایہ وصول کرتے رہے یہاں تک آپ کی وفات ہوگئی متعدد کتب تواریخ میں موجود ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں سے بیعت لی تو فرماتے تھے اس شرط پر مجھ سے بیعت کرو کہ میرے فرمان پر عمل کرو گے جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی جنگ کرنا اور جن سے میں صلح کروں اس سے صلح کرنا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ صلح جنگ سے بہتر ہے مناسب یہی ہے کہ آپ مجھ کو خلیفہ وقت تسلیم کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کر لیں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ کا عزم رکھتے ہیں چالیس ہزار کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور کوفہ سے بجانب شام روانہ ہوئے منزلیں طے کرتے ہوئے جب مقام دیر عبدالرحمٰن میں پہنچے تو قیس بن سعد کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر بطور مقدمۃ الجیش روانہ کیا (بساباط مدائن) میں پہنچ کر لشکر کا قیام ہوا تو وہاں کسی نے یہ غلط خبر مشہور کر دی کہ قیس بن سعد مارے گئے ہیں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

نے یہاں ایک روز قیام کیا تا کہ سواری کے جانوروں کو آرام کرنے کا موقع مل جائے اس جگہ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم نے میرے ہاتھ پر اس شرط کے ساتھ بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ میں میری اطاعت کرو گے میں خدائے برتر و توانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو کسی سے بغض وعناد و عداوت اور دشمنی نہیں ہے مشرق مغرب تک ایک مسلمان بھی مجھ کو ایسا نظر نہیں آتا کہ میرے دل میں اس کی طرف رنج وملال یا نفرت ہو اتفاق واتحاد محبت وسلامتی اور صلح اور اصلاح کو میں نا اتفاقی اور دشمنی سے بہت بہتر سمجھتا ہوں اس تقریر کو سن کر منافقین نے فوراً تمام لشکر میں یہ بات مشہور کر دی کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا چاہتا ہے اس کے ساتھ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر ان ظالموں نے کفر کا فتویٰ لگا دیا الغرض سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ سے باعزت طور پر صلح کی جیسا کے علماء اہلسنت کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے چناں چہ بہت ساری کتب تواریخ میں موجود ہے کہ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے مشورہ دیا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی کوئی ضرورت نہیں ہم فوجی اور جنگی طاقت سے ان کو شکست فاش دے دیں گے اور ان کے مقبوضہ علاقہ پر بہت جلد قابض ہو جائیں گے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تو جانتا نہیں 80/90 ہزار لوگوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے مرنے اور مارنے کی بیعت کی ہے اگر لڑائی ہوئی تو دونوں طرف سے مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان ہوگا اور دونوں طرف کثیر التعداد قتل ہو جائیں گے تو ان کے بال بچوں اور اہل وعیال کا انتظام کون کرے گا اور ان کی کفالت کا ذمہ دار کون بنے گا اس لیے میں بہرحال سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا ضروری سمجھتا ہوں یہ فرما کر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے آئے ہوئے قاصدوں کو اپنا سرکاری کاغذ نکال کر اس پر مہر اور دستخط کر دیئے ہیں اور ویسے ہی سفید کاغذ ان کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ اس پر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جو شرائط بھی تحریر کریں گے مجھے منظور ہے اور میں ان سب کو پورا کرنے کو تیار ہوں اور تاریخ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ صلح پر آمادہ ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اور اس ارادے سے انہیں باز رکھنا چاہا لیکن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو پسند نہ کیا کیوں کہ آپ اپنے والد گرامی کے زمانے میں اہل کوفہ اور اہل عراق کو دیکھ رہے تھے کہ وہ وعدے کے جھوٹے اور بے وفا ہیں دوسری طرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملکی انتظام اور نظام حکومت کی مضبوطی بھی ان کے پیش نظر تھی لہٰذا آپ صلح کے ارادے پر قائم تھے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان شرائط صلح

چناں چہ ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۲۲۴ پر موجود ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

هذا ما صالح علیه الحسن ابن علی ابن ابی طالب معاویه ابن ابی سفیان صالحه علی ان یعمل فیهم بکتاب الله وسنة رسول محمد صلی الله علیه و آله و سلم وسیرة الخلفاء الراشدین۔

ترجمہ: یہ وہ ہے جس پر سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور خلفاء راشدین کی سیرت پر عمل کرے گا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد خلیفہ کا تقرر مسلمانوں پر چھوڑے گا اور مسلمان جس کو چاہیں گے خلیفہ نامزد کریں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرح دوسروں کو درگزر کریں گے۔ (کشف الغمہ جلد اول صفحہ 570 .بعینہٖ یہ روایت صفحہ 167)

شرائط صلح امام حسین رضی اللہ عنہ وسیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منتہی الآمال عبارت موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلح کرد حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام با معاویہ بن ابی سفیان کے متعرض اونگردو بہ شرط آں کہ او عمل کند درمیان مردم بہ کتاب خدا وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرت خلفاء شائستہ۔

اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی کتاب تاریخ اسلام حصہ اول کے صفحہ 457 پر لکھتے ہیں:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے وکیلوں سے دریافت کیا وہ شرطیں کیا ہیں جو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے منوانا چاہتے ہیں تو عبداللہ بن عامر نے جو ثالثی کمیٹی کا اہم رکن اور آپ کا وکیل تھا عبداللہ بن عامر نے کہا کہ پہلی شرط یہ ہے جب تم فوت ہو جاؤ تو تمہارے بعد خلافت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملے۔

دوسری شرط یہ ہے جب تک تم زندہ رہو ہر سال پانچ لاکھ درہم سالانہ بیت المال سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے رہو۔

تیسری شرط یہ ہے علاقہ اہواز وفارس کا خراج سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا کرے۔

یہ شرطیں عبداللہ بن عامر نے بطور خود سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کر کے پھر وہ شرطیں سنائیں جو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر سے کہلا کر بھجوائیں تھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ کو یہ تمام شرطیں منظور ہیں اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ بھی اور کوئی شرط پیش کریں گے تو وہ بھی مجھ کو منظور ہے کیوں کہ ان کی نیت نیک معلوم ہوتی ہے اور مسلمانوں میں صلح و آشتی کے خواہاں نظر آتے ہیں، یہ کہہ کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سفید کاغذ پر اپنی مہر اور دستخط ثبت کر کے عبداللہ بن عامر کو دیا اور کہا کہ یہ کاغذ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ جو شرطیں آپ چاہیں اس کاغذ پر لکھ دیں میں سب کو پورا کرنے کے لیے تیار ہوں جب عبداللہ بن عامر سیدنا امیر معایہ رضی اللہ عنہ کا مہری و دستخطی کاغذ لے کر آئے اور تمام پیش کردہ شرائط کا تذکرہ کیا تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس شرط کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد میں خلیفہ بنایا جاؤں اگر مجھ کو خلافت کی خواہش ہوتی تو میں اس کے چھوڑنے پر آمادہ کیوں ہو جاتا اس کے بعد آپ نے اپنے کاتب کو بلایا اور صلح نامہ لکھنے کا حکم دیا یہ صلح نامہ حسن بن علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان لکھا جاتا ہے دونوں مندرجہ ذیل باتوں پر متفق اور رضا مند ہیں اور خلافت معاویہ بن ابی سفیان کو سپرد کیا گیا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمان مصلحت وقت کے مطابق جس کو چاہیں گے خلیفہ بنائیں گے معاویہ کے ہاتھ اور زبان سے سب اہل اسلام محفوظ و مامون رہیں گے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سب کے ساتھ نیک سلوک کریں گے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلقین اور ان کے طرف داروں سے بلا عذر شرعی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی تعارض نہ کریں گے حسن بن علی اور حسین بن علی اور ان کے متعلقین امیر معاویہ سب کے ساتھ نیک سلوک کریں اور کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے اور دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جس شہر اور جس آبادی میں چاہیں گے سکونت اختیار کریں گے امیر معاویہ اور ان کے عاملوں اور گماشتوں کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنا محکوم سمجھ کر اپنے کسی ذاتی حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کریں صوبہ اہواز کے اخراج حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہنچاتے رہیں گے کوفہ کے بیت المال میں جس قدر درہم اب موجود ہیں وہ سب امام حسن بن علی کی ملکیت سمجھا جائے گا وہ اپنا اختیار اس پر جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے امیر معاویہ بنو ہاشم کو انعام و عطیہ میں دوسروں پر مقدم رکھیں گے۔ الغرض کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے باعزت اور پر وقار طریقہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی نہ ڈر کر نہ جھک کر یعنی نہ بکے اور نہ جھکے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر موافق سیدنا

امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

مگر کتب روافض میں اس کے برعکس سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کا نقشہ پیش کیا ہے کہ معاذ اللہ آپ نے ڈر کر اور جان کے خطرہ کے تحت بیعت معاویہ قبول کی چناں چہ طوالت سے بچتے ہوئے صرف چند کتب کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

جلاء العیون اردو صفحہ 344 پر عبارت موجود ہے۔

جب لشکر کشی معاویہ بہ جانب عراق کے امام حسن رضی اللہ عنہ نے سنی منبر پر تشریف لائے اور حمد و ثناء الٰہی فرما کر معاویہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا حضرت کے کسی اصحاب نے جواب نہ دیا اس کے بعد عدی بن حاتم منبر کے نیچے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا سبحان اللہ تم لوگ کیا فرقہ نانجار ہو تم کو فرزند رسول خدا جہاد کا حکم فرماتے ہیں تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمہارے شجاع تم لوگ غضب خدا سے نہیں ڈرتے اور ننگ و عار سے پروا نہیں کرتے یہ سن کر ایک گروہ نے عدی بن حاتم کا ساتھ دیا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر سچ کہتے ہو تو جانب نخیلہ جہاں میرا لشکر ہے جاؤ اور مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے قول پر وفا نہ کرو گے جس طرح تم نے اس سے وفا نہ کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں تمہارے کہنے پر کیوں کر اعتماد کروں حالاں کہ میں نے دیکھا جو تم نے میرے پدر کے ہمراہ سلوک کیا یہ فرما کر منبر سے نیچے تشریف آئے اور سوار ہو کر متوجہ لشکر گاہ ہوئے جب وہاں پہنچے جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا اکثر نے اپنے قول پر وفا نہ کی اور حاضر نہ ہوئے پس وہاں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا مجھے فریب دیا گیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو فریب دیا اور نہیں معلوم میرے بعد تم لوگ کس کس امام کو فریب دو گے اور کس امام سے مقابلہ کرو گے آیا اس شخص سے جہاد کرو گے جو ہرگز ایمان با خدا اور رسول خدا نہیں لایا اور شمشیر کے خوف سے ایمان لایا اور بعد اس کے منبر سے نیچے آیا اور ایک مرد کو قبیلہ کندہ سے معہ چار ہزار آدمیوں کے بمقابلہ معاویہ بھیجا اور حکم دیا منزل انبار پر توقف کرے کہ حکم نامہ میرا اس کے پاس پہنچ جائے جب لوگ انبار میں پہنچے اور معاویہ کو اطلاع ہوئی اس نے قاصد مرد کندہ پاس بھیجا اور نامہ میں لکھا اگر تو میرے پاس چلا آئے گا تو تجھے حکومت ایک شہر ہائے شہر سے شام دوں گا اور پانچ سو درہم بھی اسے بھیجے اس شقی نے جب درہم دیکھے اور وعدہ حکومت سنا دین کو دینار پر بیچ ڈالا اور روپیہ لے کر دو سو نفر کے اپنے عزیزوں اور مخصوصوں میں سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے

پاس چلا گیا، اور امام حسن رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو گیا جب یہ خبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی سیدنا نے خطبہ پڑھا۔

خطبہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

مسلمانوں میں فتنے کو بہت مکروہ رکھتا ہوں اور جد امجد کی امت میں سے فساد اور فتنے کو دور کرنے اور مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ رکھنے کے لیے میں نے سیدنا امیر معاویہ سے صلح کی اور ان کو امیر اور خلیفہ تسلیم کیا اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے رضا و رغبت ان کو بخش دیا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب منبر سے اترے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ ان کو مخاطب ہو کر کہا اے ابو محمد آپ نے آج اس قسم کی جواں مردی اور بہادری دکھائی کہ اس جواں مردی اور بہادری آج تک کوئی بھی نہ دکھا سکا۔

اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کندی نے مجھ سے مکر کیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا مگر تم نے کیا تمہارے عہد کو وفا نہیں اور تم سب بندہ دنیا ہو اب میں دوسرے شخص کو بھیجتا ہوں اور جانتا ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گا ایک مرد کو قبلہ فراد سے معہ چار ہزار مرد روانہ کیا اس سے عہد و پیماں لیا اور عذر فکر نہ کرے اس سے قسمیں نہ کھائے میں فریب و دغا نہ کروں گا جب وہ روانہ ہوا فرمایا یہ بھی مثل مرد کندی مکر کرے گا، جب یہ مرد مرادی پہنچا معاویہ نے قاصد اور نامے اسے بھیجے اور پانچ ہزار درہم بھی بھیجے اور وعدہ کیا حکومت اور امارت جہاں کی وہ پسند کرے پس وہ بھی امام حسن رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس چلا گیا جب یہ خبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی خطبہ پڑھا اور فرمایا میں نے تم سے مکرر کیا تم لوگ باوفا نہیں ہو دیکھو مرادی نے بھی مجھ سے مکر کیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا پس عبداللہ بن عباس کو ہمراہ قیس بن سعد بارہ ہزار پر سردار کر کے دیر عبدالرحمٰن سے جانب معاویہ بھیجا اور فرمایا اگر عبداللہ بیمار ہو قیس بن سعد امیر ہو اگر وہ بھی بیمار ہو جائے سعید پسر قیس امیر ہو اور عبداللہ کو وصیت کی اور قیس بن سعد اور سعید بن قیس کی صلاح مشورہ پر عمل کرے اور خود بھی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے وہاں سے کوچ کیا اور سباط مدائن کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر چاہا اپنے اصحاب کا امتحان کریں اور ان کے کفر و نفاق اور بے وفائی کو لوگوں پر ظاہر کریں پس لوگوں کو جمع کیا اور حمد و ثنا بجا لا کر فرمایا:

اما بعد تحقیق کہ میں بعد حمد و نعت رسول خدا امید رکھتا ہوں کہ اس خلق ہر خیر خواہ ترین اور بہترین مردم ہوں اور کسی مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں اور کسی طرف سے میرے دل میں ارادہ بدی نہیں اور مسلمان اور جمعیت کی پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں پس لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نہ کرو اور میری

رائے کو اپنے حق میں رد نہ کرو امید ہے خدا مجھے اور تمہیں بخش دے ہمیں تمہیں جس میں اس کی محبت و خوشنودی ہے ہدایت کرے۔

جب ان منافقین نے یہ کلام سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ایک دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں خلافت معاویہ کو دیں پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور بلوہ کیا اور اسباب امام حسن رضی اللہ عنہ لوٹ لیا۔

چوں منافقاں ایں سخناں را از حضرت شنیدند بہ یک دیگر نظر کردند گفتند از سخناں او معلوم می شود کہ می خواہد با معاویہ صلح کند و خلافت را باو واگزارد پس ہمہ برخاستند گفتند او مثل پدرش کافر شد بہ خیمہ آں حضرت ریختند و اسباب حضرت را غارت کردند حتی مصلای حضرت را از زیر پایش کشیدند و ردای مبارکش را از دوشش ربودند۔

ترجمہ: جب منافقوں نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سنیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور بولے اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ سے صلح کرنا چاہتا ہے اور خلافت معاویہ کو دینا چاہتا ہے پس تمام اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا۔ آپ کا مال اسباب لوٹ لیا یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا اور آپ کے کندھوں سے آپ کی چادر لے گئے۔

پس آپ نے اپنے اونٹ منگوائے اور اس پر اپنے اہل بیت کو لے کر چل پڑے اور یہاں تک آپ مدائن شہر پہنچ گئے کہ بنی اسد قبیلے کے ایک معلون نے جس کو جراح بن سنان کہتے ہیں اس نے آپ کی ران مبارک پر خنجر مارا جس سے آپ کی ران مبارک کی ہڈی ظاہر ہو گئی یا روایت دیگر آپ کے پہلو مبارک پر مارا اور کہا کہ تو کافر ہو گیا ہے جیسے تیرا باپ ہو گیا ہے، دوستان امام حسن نے ملعون کو پکڑ کر قتل کیا اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو عماری نے بٹھا کر مدائن میں لے گئے۔ سعد بن مسعود ثقفی کے گھر میں کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے والی مدائن تھا۔ نزول اجلال فرمایا اور وہ مختار کا چچا تھا (یہ وہی مختار ہے جس کو شیعہ اپنا ہیرو مانتے ہیں اور اس کے نام کی فورس بناتے پھرتے ہیں) پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہا چلو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہم معاویہ کو دے دیں معاویہ اس کے عوض ہم کو ولایت دے دیں سعد نے کہا تیرا برا ہو یہ تو کیا بکتا ہے میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان پدر بزرگوار کی طرف سے مدائن کا حاکم ہوں ان کا حق نصیحت

فراموش کردوں اور فرزند رسول خدا کو معاویہ کو دے دوں جب شیعان امام حسن نے یہ کلام سنا چاہا کہ مختار کو قتل کر دیں آخر با شفاعت عم مختار اس کی تقصیر سے درگزر کیا پس سعد ایک جراح کو لایا اور زخم کا علاج کیا اکثر رؤسائے لشکر امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں تم جلد متوجہ عراق ہو۔ جب نزدیک پہنچو گے ہم امام حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر تم کو دے دیں گے ناگاہ خبر آئی جب عبداللہ بن عباس برابر لشکر معاویہ پہنچے معاویہ نے ایک قاصد ان کے پاس بھیجا اور دو ہزار درہم کا وعدہ کیا اور نصف اس وقت دے دینا نصف جب کوفہ میں آئے دینا پس اسی شب لشکر سے بھاگا اور معاویہ کے لشکر میں جا ملا جب صبح ہوئی تو اس کو اس کے خیمے میں نہ دیکھا پھر ہمراہ قیس بن قیس نماز صبح ادا کی قیس نے خطبہ پڑھ کر لوگوں کو کہا کہ اگر اس خائن یعنی عبداللہ بن عباس نے اپنے امام سے خیانت کی لازم ہے تم خیانت نہ کرو خدا اور رسول کے غضب سے اندیشہ کرو اور دشمنان خدا سے جنگ کرو ان لوگوں نے بظاہر قبول کیا مگر ہر شب لوگ امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بھاگ کر معاویہ کے لشکر میں جا ملتے تھے اس کے بعد دوسرا نامہ معاویہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور منافقین کے ناموں کی فہرست لے کر ملفوف کر کے بھجوا دی اور لکھا تمہارے اصحاب نے تمہارے باپ سے وفا نہ کی اور تم سے بھی وفا نہ کریں گے۔

فہرست ملاحظہ ہو: صفحہ 346 جلاء العیون اردو جلد اول

خلافت کو چھوڑنا

پس جب دونوں جگہ یہ خبر شائع ہوئی تو امام حسن رضی اللہ عنہ کی فوج میں بغاوت پھیل گئی فوجی آپ کے خیمے پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا دوش پر سے ردا بھی اتار لی بعض گمراہوں نے معاویہ سے سازش کر کے اور رشوتیں لے کر ارادہ کیا آپ کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں اور ان کے بعض رئیسوں نے خط و کتابت کر کے اطاعت قبول کر لی اور اسے لکھا بہت جلد عراق چلے آئیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیں گے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کمال صدمہ سے آپ مدائن کے گورنر سعد کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں ایک خارجی نے موقع پا کر ان پر ایسا زخم لگایا جو ہڈی تک جا پہنچا آپ زخمی حالت میں مدائن کے قصر میں جا کر ٹھہرے سعد نے علاج کرایا حضرت کچھ مدت میں اچھے ہو گئے یہ حالت دیکھ کر حضرت نے خالق خدا کی خون ریزی کا اندیشہ ترک خلافت کا ارادہ کر لیا اور چھ یا سات ماہ میں خلافت کے بعد ان شرائط پر معاویہ سے صلح کر

کے حکومت سے دست بردار ہو گئے:

1- معاویہ مسلمانوں پر کتاب خدا اور سیرت خلفائے صالحین کے مطابق حکومت کرے گا۔

2- بیت المال کوفہ میں جو رقم بچ گئی وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو دے دی جائے گی اور حضرت زمانہ حکومت کے دیون ادا کر دیں۔

3- نساء اور دار الحیر کا اخراج امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملتا رہے گا کہ اہل بیت خرچ کرتے ہیں۔

4- اب سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر شب وستم نہ کیا جائے گا، معاویہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنا ولی عہد مقرر کریں۔

(تاریخ ائمہ صفحہ 253)

جب اہل کوفہ کی بدسلوکیاں حد سے آگے بڑھ گئیں تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم باخدا اس جماعت سے میرے لیے معاویہ بہتر ہے یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا میرا مال اسباب لوٹ لیا قسم باخدا اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہد لوں اور اپنا خون ضبط کروں اور اے اہل اعیال میں بے خوف ہو جاؤں، اس سے بہتر ہے یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل وعیال وعزیز قریب ضائع ہو جائیں قسم باخدا اگر میں معاویہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر معاویہ کو دے دیں گے۔

(جلاء العیون جلد اول 357، احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ 10 عربی عبارت)

غور کریں! قارئین کرام! سوچیں کہ شیعہ روایات کے مطابق سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کن حالات میں مجبور ہو کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی ان روایات سے تو پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حلم اور بردباری سے کام لیتے ہوئے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی جان اور عزت بچائی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کی صلح ہو چکی تو رافضیوں نے آپ سے زبردست بدسلوکی شروع کر دی جس کا ذکر آپ جلاء العیون کے حوالے سے اوپر پڑھ چکے ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہل عراق! میں تم سے تین بار درگزر کر چکا ہوں تم نے میرے باپ کو شہید کیا میرا گھر بار لوٹا نیز مجھے شدید زخمی کیا پس تم کو یہی دکھ ہے کہ تم دو قسم کے مقتولین کو یاد رکھتے ہو اور ان کو روتے پیٹتے ہو ایک وہ لوگ جو مقیس میں مقتول ہوئے دوسرے وہ جو نہران کے مقتولین کا معاوضہ تم مجھ سے طلب کر رہے ہو تو اب مجھ سے باز آ جاؤ اور میرا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں اپنے بابا جان کے پڑوس اور جوار میں رہ کر اپنی بقیہ عمر بسر کروں۔ چناں چہ ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ جلد اول صفحہ 221 پر موجود ہے:

یا اھل العراق انما سخی علیکم بنفسی ثلاث قتلکم ابی و طعنکم ایایی و انتھابکم متاعی۔

اور بقیہ یہی عبارت مناقب آل ابی طالب جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 34 پر موجود ہے۔

اور پس آپ کے یہ فرمودات کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں: تہذیب الکمال در احوال سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 140)

سببِ وصال

مؤرخین اور علمائے اسلام کے اس کے بارے میں مختلف خیالات ہیں زیادہ تر اس کا سبب زہر خورانی بیان کرتے ہیں اور پھر اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس کے کہنے پر دیا اور کیوں دیا چناں چہ اس سلسلے میں بعض مؤرخین نے آپ کی بیوی جعدہ دختر اشعث کو ملوث کیا جو کہ سراسر باطل اور غلط ہے اول اس لیے کہ یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی زوجہ کا تعلق کسی غیر مرد سے ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے خاوند سید امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہلاک کر دے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے یزید نے آپ کی بیوی سے تعلقات قائم کر رکھے تھے اور اس نے کہا تھا اگر تو حسن کو ہلاک کر دے تو میں تجھے اپنے عقد میں لے لوں گا یہ اس لیے غلط ہے کہ قابل غور بات ہے کہ سیدنا امام حسن میں کون سی خامی اور نقص تھا اور آپ کے مقابلہ میں یزید میں کون سی خوبی تھی جس پر آپ کی زوجہ نے آپ پر یزید پلید کو ترجیح دی ویسے بھی اگر کسی کے بارے میں کہا جائے کہ اس کی بیوی کے غیر مرد کے ساتھ تعلقات ہیں تو کیا اس شخص کی توہین نہ ہو گی جس کی بیوی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے اور روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ جس کے ساتھ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا جسم پاک مس کر جائے وہ جہنم سے آزاد ہے تو سید امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والا یا والی یقیناً جہنمی ہے تو یہ ممکن ہی نہیں آپ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا ہو یہ بات کتابوں میں موجود ہے وقت کے بڑے بڑے قماش اور بدمعاش قسم کے لوگ ایک گھڑی ولی کی صحبت میں بلکہ ان سے زندگی میں ایک بار مصافحہ کرنے سے جہنم سے آزاد ہو گئے۔

ہمارے شیخ برحق شیخ المحدثین حضور سیدنا جلال الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا معروف مشہور واقعہ ہے جو کہ متعدد اور مستند علما سے سنا ہے کہ حضرت پیر سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (کرماں والا شریف والے) نے فرمایا جب کہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تشریف فرما تھے تو لوگوں کا جم غفیر تھا اور وہ حضرت پیر صاحب سے ملنے کے لیے ایک

دوسرے سے دھکم دھکا ہو رہے تھے اور کافی لوگ آپ کے اوپر گر رہے تھے تو ایک مولوی صاحب نے مجمع کو جھڑک کر دور کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا یعنی پیر سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب انہیں چھوڑ دو جو بھی میرے پیر صاحب یعنی قبلہ حافظ الحدیث کے ساتھ مس ہو جائے گا اس پر جہنم حرام ہو جائے گی۔

زہر دینے کی نسبت آپ کی بیوی کی طرف اس لیے بھی غلط ہے کہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود کسی کا نام نہیں لیا تو پھر اور کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ خواہ مخواہ آپ کی زوجہ کو ملوث اور مورد الزام ٹھہرائے جائے۔ چناں چہ علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں: (یہاں بھی صرف اردو ترجمہ پیش خدمت ہے)

ایک دفعہ آپ فرمانے لگے مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے تم مجھ سے نہ پوچھ سکو گے اس نے کہا: میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے پاس چلے گئے پھر دوسرے دن ہم آپ کے پاس آئے اور آپ بازار میں بے ہوش ہو گئے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آکر آپ کے پاس بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے اے بھائی آپ کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے آپ نے فرمایا تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اگر میرے ساتھ کام کرنے والا وہی ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب اور سخت سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں پسند نہیں کرتا کہ تو میرے بدلے ایک بے گناہ کو قتل کرے۔ محمد بن سعد نے اسے ابن علیہ سے بحوالہ ابن عون روایت کی ہے کہ محمد بن عمر الواقدی نے بیان کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بہ حوالہ ام بکر بنت المسور مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو کئی بار زہر پلایا گیا اور آپ اس سے بچ جاتے رہے حتیٰ کہ آخری بار اس سے فوت ہو گئے اس نے آپ کے جگر کو پکڑ لیا تھا۔ جب آپ فوت ہوئے تو بنی ہاشم کی عورتوں نے آپ پر ایک ماہ تک سوگ کیا اور دوسری روایت میں ایک سال کا ذکر ہے ایک اور دوسری روایت میں ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے ابو محمد مجھے بتاؤ آپ کو کس نے زہر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی کیوں؟ (سیدنا حسین) نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو دفن کرنے سے قبل اسے قتل کر دوں گا اور جس علاقہ میں بھی ہوگا میں کوشش کر کے اس کے پاس جا کر اسے قتل کروں گا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی یہ دنیا فانی ہے، اس شخص کو چھوڑ دو حتیٰ کہ میں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ملاقات کریں اور آپ نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا اور میں نے ابن کثیر نے بعض لوگوں کو کہتے سنا سیدنا امیر معاویہ

نے اپنے ایک خادم سے احسان کر کے کہا وہ آپ کو زہر پلا دے، علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس قسم کی روایت صحیح نہیں اول تو زہر خورانی کی روایت نا قابل اعتبار ہے بلکہ آپ کے وصال شریف کا سبب خراب معدہ اور دیگر وجوہات ہیں کیوں کہ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی چارپائی کے نیچے چالیس روز تک طشت رکھا جاتا اور اٹھایا جاتا اللہ اللہ، اگر یہ تاریخی روایت درست اور صحیح ہوں تو آپ کس قدر حلم اور بردباری کے مالک تھے۔ حلم ایسی صفت ہے جو کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حلم ہونا اپنی صفت بیان فرمائی اور سیدنا اسماعیل کے بارے فرمایا:

فبشرناه بغلام حلیم۔ (پارہ23)

سیدنا اسماعیل کے حلیم کا ذکر بھی قرآن پاک میں موجود ہے کہ کس طرح انہوں نے حلمی نمونہ پیش کیا، حلم اور بردباری اعلیٰ قسم کی صفت ہے جس کے بارے میں پورے کے پورے مظہر اتم تھے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تو جب انہوں نے خود اپنے بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یا اپنی اولاد اور رشتہ داروں سے ذکر نہیں کیا تو پھر خواہ مخواہ اٹکل اور قیاس آرائیوں سے کسی کو متہم اور مورد الزام ٹھہرانا کیوں کر صحیح اور درست ہوسکتا ہے۔ بندہ نے ایک بزرگ اور پیر جو فوت ہو گئے ہیں' کے بارے میں سنا ہے کہ انہوں نے کسی کے سامنے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے زہر دینے کی وجہ بیان کی کہ چوں کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ طلاق تھے یعنی بہت طلاقیں دینے والے آپ کے اس رویے سے تنگ آ کر آپ کی ایک بیوی نے زہر دے دیا۔

شیعہ مصنف سید امام حسن کا بہت زیادہ نکاح کرنے اور طلاق دینے کی عجیب ہی وجہ تحریر کرتا ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کثرتِ طلاق

تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کثرت سے نکاح کرتے اور چند دنوں کے بعد ان عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے تھے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض مختلف اغراض سے کیا جاتا ہے مگر جو لوگ تاریخ و سیر کے اوراق کے سیر کرتے ہیں وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ 41ھ میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت سے دست برداری اختیار کی اور صلح نامہ میں یہ شرط بھی کی کہ معاویہ کے بعد امام حسن ظاہری خلیفہ ہوں معاویہ نے اس وقت حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے یہ شرط بھی مان لی اور اس پر دستخط کر دیا مگر اس کو بڑی فکر ہوئی کہ کسی طرح اس سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کر دے اور اپنے بعد فرزند یزید کو بادشاہ بنائے اس وجہ سے وہ برابر کوشش کرتا رہا کہ سیدنا امام

حسن رضی اللہ عنہ کی بیویوں کے ذریعے سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر آپ کا کام تمام کر دے تاکہ یزید کو بادشاہ بنانے میں آسانی ہو جائے اور عرب کی طمع مشہور ہے کہ جب عمرو بن سعد ایسا شخص صوبہ رے کی حکومت کی طمع میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا خون ظاہر بہ ظاہر بہانے پر راضی ہو گیا تو ایک لاکھ درہم کے انعام کے وعدوں پر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیویوں کی سازش میں شریک ہو جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہو سکتا غرض معاویہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیویوں کے ذریعے سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوانے کی کوشش کرتا رہتا تھا اور جب یہ راز فاش ہو جاتا تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بیویوں سے بچنے کے لیے مجبور ہوتے تھے اور ان سب کو طلاق دیں اور دوسری سے نکاح کر لیں کچھ دنوں کے بعد وہ بیویاں معاویہ کی سازش میں شریک ہو جاتیں تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ان کو بھی طلاق دے کر دوسری عورتیں نکاح میں رکھتے غرض یہی سلسلہ جاری رہا، آخر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی ہی نے حضرت کا کام تمام کر دیا۔ پس سیدنا کو عورتوں کو طلاق دینا اور محض اس وجہ سے تھا کہ زہر خورانی کا حملہ نہ ہو مگر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کب تک کامیاب ہوتے آخر وہی ہوا جو معاویہ چاہتا تھا۔ یہ سب کا سب جھوٹ، بکواس اور ڈرامہ ہے۔ (تاریخ ائمہ صفحہ 255)

ذرا غور کریں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے بارے میں شیعہ علما کا گندا نظریہ کہ امام نکاح کرتے اور طلاق دیتے رہتے اور جن بیویوں سے آپ نکاح کرتے وہ بیوی فوراً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملتی جس سے انہیں طلاق دینا پڑتی یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتنی دشمنی پر اتر آئے ہیں، کثیر الزواج کی روایات کے بارے میں شیعہ کتب میں یہ بھی لکھا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں تھا یہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ لوگو! حسن رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹیاں نہ بیاہو کیوں کہ وہ طلاق دے دیتے ہیں لہٰذا یہ روایات اس لیے غلط ہیں معاذ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ہی آپ کی بیویاں غیر محرم افراد سے ساز باز کر لیتی تھیں بندہ کے نزدیک ایسی روایت یعنی آپ کا ہر روز یا پھر دوسرے دن نئی شادی کر کے طلاق دے دینا بالکل اور باطل محض ہے اس مسئلہ میں سیدنا امام حسن سے توہین کرنے میں وہ سنی اور شیعہ جنہوں نے من گھڑت روایات وضع کی ہیں سب برابر ہیں کیوں کہ ہر دو فریق کی کتابوں میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں آپ کی ازواج کی تعداد ستر سے لے کر تین سو تک اہل سنت اور روافض کی کتابوں میں درج ہیں جو کہ سب موضوع اور من گھڑت ہے۔

و فی بعض الروایات تسعین و البعض الاخر مائتین و خمسین و البعض

الاخر ثلاث مائة و روى غير هذا الا انه من الشذوذ بمكان و هذه الكثرة المزعومة موضوعة۔ (موسوعہ آل بیت النبی الاطہار صفحہ 303)

بعض روایات آپ کی بیویوں کی تعداد نوے سے لے کر بعض روایات میں تین سو تک ہے مگر تحقیق یہ ہے یہ روایات موضوع اور من گھڑت ہیں۔

فهذه روايات لاتصح و لا تثبت و بالتالى لا يعول عليها۔

یہ روایات صحیح نہیں ہے اور نہ ہی از روئے سند ثابت ہے۔ (موسوعہ آل بیت النبی الاطہار صفحہ 304)

امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت

میرے فوت ہونے کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کرنا اور وہ مجھے میرے نانا جان کے جوار اور پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں اجازت دینے کے بعد اگر کسی قسم کے تنازعہ اور لڑائی کا خطرہ ہو تو جنت البقیع میں مجھے میری والدہ محترمہ کے قدموں میں دفن کر دینا اور ہرگز ہرگز لڑائی یا تنازعہ بالکل نہ کرنا۔ اللہ اللہ کیا صبر اور حوصلہ ہے۔

چناں چہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارضا و رغبت اجازت دے دی لیکن مروان نے ضد کی کہ ہم یہاں ہرگز سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دفن ہونے نہیں دیں گے اور عذر بہانہ یہ بنایا کہ آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن نہ ہونے دیا اس لیے ہم تمہیں کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ تم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو یہاں دفن کرو چناں چہ آپ کی وصیت کے مطابق جنت البقیع سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے قدموں میں دفن کر دیا گیا نیز وصیت فرمائی کہ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اللہ تعالی کو یہ منظور ہی نہیں ہے کہ نبوت خلافت ہمارے خاندان میں رہے اور مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ بے وقوف کوئی تم کو خلافت کا جھانسہ دے کر عراق بلائیں گے مگر اے میرے بھائی اپنے والد گرامی اور میرے حالات سے خوب سمجھ لینا کہ عراقی بے وفا اور دھوکے باز ہیں ہرگز ان کے دھوکے میں نہ آنا۔

(تاریخ الخلفا، تاریخ ائمہ، ناسخ التواریخ، کشف الغمہ وغیرہ)

وصال

آپ کی تاریخ وصال 4 ربیع الاول 51ھ اور اس کے علاوہ اور بھی قول ہیں، بعض نے سنہ 51ھ یا سنہ 58 میں

47 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ یہی مشہور ہے۔

جنازہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے پڑھوایا کیوں کہ وہ اس وقت حاکم مدینہ تھا اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں آپ کو کبھی آگے نہ کرتا کیوں کہ حاکم وقت کی موجودگی میں شرعی حکم کے مطابق اور کوئی جنازہ نہیں پڑھا سکتا مگر اس کی اجازت سے۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ 64 جلد ہشتم اردو، سیر اعلام النبلاء صفحہ 345 جلد 4، کشف الغمہ جلد اول 584)

عليه قدم سعيد بن العاص و صلى عليه الحسن بن على و قال تقدم فلولا انها سنة ما قدمتك۔

ترجمہ: بے شک امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو آگے کیا اور کہا آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور فرمایا اگر اس طرح دستور نہ ہوتا تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

سبحان اللہ! سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرعی احکام اور اسلامی اصول وسنت کی پیروی کی کس قدر اہمیت اور قدر ہے کہ باوجود ذاتی مخالفت کے شرعی اصول اور اسلامی ضابطہ کو تبدیل کرنا گوارہ نہ فرمایا ایسے ہی لوگ شریف اور ہدایت کے اعلیٰ علمبردار ہوتے ہیں نیز جب سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو مروان نے آپ کی چارپائی (جنازہ) کو کندھا دیا اس حال میں وہ زاروقطار رورہا تھا اور سخت بے چین تھا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب روتا ہے جب کہ تو زندگی میں ان کو تنگ کیا کرتا تھا، تو مروان نے کہا میرا یہ معاملہ اس شخص کے ساتھ تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم اور بردبار تھا آپ کے وصال شریف پر سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں باآواز بلند روتے ہوئے کہا اے لوگو جتنا روسکتے ہو تو روؤ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب دنیا سے رخصت ہوگیا ہے۔

اولاد

صاحب زادیے:

1 قاسم بن حسن

2 عبداللہ بن حسن

3 حسن مثنیٰ بن حسن
4 زید بن حسن
5 عبدالرحمٰن بن حسن
6 ابوبکر بن حسن
7 اسماعیل بن حسن
8 محمد یعقوب بن حسن
9 جعفر بن حسن
10 علی بن حسن
11 حمزہ بن حسن
12 عبداللہ اصغر

صاحب زادیاں:

1 ام الحسن بنت حسن
2 ام الحسین بنت حسن
3 فاطمہ کبریٰ بنت حسن
4 فاطمہ صغریٰ بنت حسن
5 ام عبداللہ بنت حسن
6 ام سلمٰی بنت حسن
7 رقیہ بنت حسن

فضائل امام حسن رضی اللہ عنہ

آخر میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالیہ میں نذرانہ عقیدت اللہ تعالی ہزاروں ہزار اور بے شمار رحمتیں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی روح پر نازل کرے کہ انہوں نے اخلاص و ایثار خدمت اسلام کا بہترین نمونہ امت محمدیہ کے لیے چھوڑا

جس کی توقع خیر البشر رحمۃ للعالمین اور جامع جمیع کمالات انسانیت کے نواسے سے ہی ہو سکتی تھی۔ اے حسن! تو نے مسلمانوں کے دو ٹکروں کو آپس میں ملا کر ایک کر دینے کا وہ عظیم الشان کام کیا ہے جو دولخت شدہ کرم زمین کے جوڑنے شق شدہ آسمان کا باہم جوڑ ملانے سے بھی زیادہ مشکل کام تھا۔ اے حسن! تو نے اپنی مدت خلافت میں کوئی میدان کار زار گرم نہیں کیا لیکن تو نے دنیا کے تمام بہادروں تمام شمشیر زنوں تمام سپہ سالاروں تمام ملک گیروں تمام شیر افگنوں کی سرداری حاصل کر لی۔ اے حسن! تیرے ہی فضل حسن کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے بحر روم اور اس کے جزیروں پر قبضہ کیا، قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ کر عیسائی شہنشائی کو ذلیل ورسوا کیا، طرابلس الغرب مراکش سندھ ھدا، اسپین، افغانستان وترکستان وغیرہ ممالک اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے۔ اے حسن! تو نے عالم اسلام میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اے حسن! تو نے اپنی شرافت کا نمونہ دکھا کر اسلام کو از سرنو لبریز کیا۔ اے حسن! مسلمانوں کی ہر ایک سربلندی تیری روح مبارک پر رحمت الٰہی کی بارش بن کر برستی ہوگی۔ اے سیدہ فاطمہ کے لاڈلے! اے خاندان نبوت کے ماہتاب! اے امت مسلمہ کے چشم و چراغ! میری روح تیری محبت میں گداز پگھل رہی ہے، میرا دل تیری عزت و عظمت سے لب ریز ہے، میرے جسم کے ہر رونگٹے اور میرے بدن کے ہر ذرے سے تیری مدح وثنا کا ایک زبردست شور برپا ہے تیری بہادری تیرے حلم اور بردباری کی طرح کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ عظیم الشان اور بلند ہے تیری مردانگی بحر الکاہل سے زیادہ شوکت رعب اور دبدبہ رکھتی ہے۔ اے اشجع الناس اور اے اہل جنت کے سردار! بندہ ناچیز کی طرف سے لاتعداد سلام وصلوٰۃ کا تحفہ قبول فرمائیے اور اے بہادروں کے بہادر! قیامت کے دن اس ناچیز کو نہ بھولنا۔ والسلام (تاریخ اسلام)

حسن مجتبٰی سید الاسخیا
راکبِ دوش عزت پہ لاکھوں سلام
اوج مہر ہدیٰ موج بحر ندیٰ
روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
شہد خوار لعاب زبانِ نبی
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی الہٖ الطیبین و ذریاتہ المبارکین و صحابتہ الاکرمین و ازواجہٖ امہات المومنین صلوٰۃ موصولۃ تتردّد الی یوم الدین۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

و عن یعلی بن مرة، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: حسین منی و انا من حسین احبّ الله من احب حسینا حسین سبط من الاسباط۔ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: سیدنا یعلی ابن مرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

حسین سبط من الاسباط، من احبنی فلیحب حسینا وفی لفظ احب الله من احب حسیناً۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 350)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین سبط ہے اسباط سے جو مجھ سے محبت کرتا ہے پس اسے چاہیے کہ وہ حسین سے محبت کرے اور دوسرے لفظوں میں اللہ تعالی اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔

ان النبی سمع حسیناً یبکی، فقال لامه: الم تعلمی ان بکائه یؤذینی۔

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو روتے سنا تو آپ نے ان کی والدہ یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

یونس بن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث، قال بینا عمرو بن العاص فی ظل الکعبة، اذ رای الحسین فقال هذا احب اهل الارض الی اهل السماء الیوم۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ 352 جلد 4)

ترجمہ: یونس بن ابی اسحاق بن حریث سے راوی کہ ایک دن سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں تھے کہ اچانک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں دیکھ کر کہا آج یہ زمین وآسمان والوں سے سب سے زیادہ مجھے پیارا ہے۔

قال ابن عمر كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سوق من اسواق المدينه فانصرف وانصرفت معه فقال: ادع الحسين بن على و جاء الحسين بن على يمشنى فقال النبى صلى الله عليه و آله و سلم بيده هكذا، فقال الحسين بيده هكذا فالتزبه فقال: اللهم انى احبه فاحبه واحب من يحبه۔

(تاریخ دمشق الکبیر جلد 14 صفحہ 161)

ترجمہ حضور ﷺ سیدہ کے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: میرے سے حسین رضی اللہ عنہ کو بلاؤ تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے آئے تو نبی کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا اس سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو بھی حسین سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔

عن ابى موسى عن ابى حازم، عن ابى هريرة، قال رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يمص لسان الحسين بن على كما يمص الصبى التمرة۔

ترجمہ: ابوموسیٰ ابی حازم سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبان کو اس طرح چوستے ہیں کہ جس طرح بچہ کھجور کو چوستا ہے۔

حضور انور ﷺ کو آپ کی شہادت کی جگہ کی مٹی دکھائی گئی۔ (مختلف احادیث وروایات صفحہ 191 تا 194)

نام ونسب

آپ کا نام مبارک حسین بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کتابوں میں تحریر ہے کہ اس سے پہلے حسن وحسین رضی اللہ عنہم نام معاشرہ اور لوگوں میں متعارف نہ تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو سید الانبیاء ﷺ نے آپ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا سر منڈوایا بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اسی روز آپ کا ختنہ کیا۔

ابوعبداللہ سبط رسول اور سید شباب اہل جنت آپ کے القاب ہیں۔ آپ 5 شعبان سنہ 4 ہجری کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے پیدا ہوئے۔ آپ حضور ﷺ کو اپنے برادر بزرگ وار سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح بہت ہی پیارے اور

لاڈلے تھے۔

سخاوت وتقویٰ

آپ بہت بڑے عبادت گزار اور شب بیدار تھے اپنے بزرگ بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح 25 حج پیدل چل کر کئے جب کہ سواریاں ہمراہ تھیں آپ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور کثرت سے تلاوت قرآن پاک کرنے والے اور اعلیٰ درجہ کے سخی اور جودوکرم کے مالک اور بے مثل خطیب تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ حال ہے کہ علامہ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتا ہے:

ایک مرتبہ ایک سائل سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے تو اس نے آپ کے دروازے پر دستک دی آپ نماز کو مختصر کر کے دروازہ پر تشریف لائے اور دیکھا کہ دروازے پر سائل موجود ہے اور آپ نے معلوم کیا کہ واقعی یہ محتاج ہے اسی وقت خادم سے فرمایا کہ گھر میں جتنی رقم ہے لے آؤ خادم نے عرض کیا حضور آپ کے بال بچوں کی ضرورت کے لیے صرف دوسو درہم موجود ہیں فرمایا لے آؤ ہمارا گزارہ ہو جائے گا اس محتاج کو دینا اولین فرض ہے چناں چہ دوسو درہم منگوا کر آپ نے سائل کو پیش کر دیئے اور یہ بھی فرمایا اس وقت ہمارے پاس یہی مال تھا تمہاری کماحقہ خدمت نہیں کر سکے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

واغماہ، واغماہ۔
یعنی کتنا بڑا غم کتنا بڑا غم۔

تو آپ کے دریافت کرنے پر جواب دیا کہ موت سامنے کھڑی ہے اور میں بہت لوگوں کا مقروض ہوں اس قرض کی عدم ادائیگی کے فکر سے سخت مصیبت سے تکلیف میں مبتلا ہوں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ میں لیتا ہوں سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مقروض ہونے کی حالت میں نہ مر جاؤں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ فکر نہ کریں میں ابھی آپ کا قرض ادا کردوں گا چناں چہ آپ گھر تشریف

لائے اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے جن جن قرض خواہوں کا نام لیا تھا اور جتنے قرض کا ذکر کیا تھا ان تمام قرض خواہوں کو بلوایا اور ان سب کی ساری رقم ادا کر دی جو کہ تقریباً ساٹھ ہزار تھی یہ سن کر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیتے رہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ عرب کے مشہور شاعر فرزدق کو کسی قصور پر گورنر مدینہ حضرت مروان نے شہر بدر کر دیا جب کہ وہ بے سروسامان تھا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنی مصیبت اور بے سروسامانی کا ذکر کیا تو آپ نے اس کو بھی بہت سی رقم عطا فرما دی۔

آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بہتر مال وہ ہے جس سے کسی کی عزت اور آبرو محفوظ ہو جائے۔

و عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت علی رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ و سلم فقالت یارسول الله انی رایت حلما منکر اللیلة قال و ما هو قالت انه شدید قال وما هو قالت رایت کان قطعة من جسدك قطعت و وضعت فی حجری فقال رسول الله صلی الله علیه وآلهٖ و سلم رایت خیراً تلد فاطمة ان شاء الله غلاماً یکون فی حجرك فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری کما قال رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ و سلم فدخلت یوماً علیٰ رسول الله صلی الله علیه و آلهٖ و سلم فوضعته فی حجره ثم کانت منی التفاتة فاذ اعینا رسول الله صلی الله علیه وآلهٖ وسلم تهریقان الدموع قالت فقلت یا نبی الله بابی انت و امی مالك قال اتانی جبرائیل علیه السلام فا خبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا فقلت هذا قال نعم و اتانی بتربة من تربت حمراء۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 572)

ترجمہ: روایت ہے ام فضل بنت حارث سے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں بولیں یارسول اللہ! میں نے آج رات ایک خطرناک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: کیا ہے؟ بولیں: حضور بہت خطرناک ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ بولیں: میں نے دیکھا جیسے کہ آپ کے جسم کا ٹکرا کٹا اور میری گود میں رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھی خواب دیکھی ہے ان شاء اللہ فاطمہ لڑکا جنے گی وہ بچہ تمہاری گود میں

رہے گا چناں چہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا وہ میری گود میں رہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی انہیں آپ کی گود میں دیا پھر میرا دھیان بٹ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بہ رہے تھے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا نبی! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے، مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا: اس کو؟ فرمایا: ہاں اور وہ میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی میں سے کچھ مٹی لائے۔

لیکن یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سنہ 4ھ کو ہوئی جیسا کہ تمام علماء اور مؤرخین نے لکھا ہے سیدنا ام فضل اس وقت مدینہ پاک میں تھی ہی نہیں کیوں کہ آپ سنہ 8ھ فتح مکہ کے سال مدینہ طیبہ تشریف لائیں اگر روایت صحیح تسلیم کی جائے تو پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کم از کم تو سنہ 9ھ ماننا پڑے گی جو کہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

چوں کہ سیدہ ام فضل کا فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ آنا کہیں ثابت نہیں بلکہ یہ لکھا ہے چناں چہ ملاحظہ ہو! کتاب صحابیات حول الرسول، مصنفہ محمود المصری صفحہ نمبر 163

ترجمہ قابل غور ہے۔

و لم تخرج ام الفضل من مکه الی المدینة الا بعد فتح مکه فکانت حزینة علی کل هذا الخیر الذی فاتها لبقائها فی مکة بعیدً اعن النبی صلی الله علیه و آلہٖ و سلم واصحابه۔

ترجمہ: اور نہیں نکلی ام فضل مکہ سے مدینہ کی طرف مگر فتح مکہ کے بعد اور اس بات پر غم ناک رہتی کہ ان سے ہجرت کی نیکی فوت ہوگئی۔ (صحابیات، صفحہ 463)

دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض کتابوں میں اس کا مصداق سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ قرار دیا گیا ہے اور تیسرا سبب کہ کوئی تاریخی حوالہ یا واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ یا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے گود میں لیا ہو۔ و اللہ اعلم بالصواب

بلاشبہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزاج شریف میں قدرے فرق تھا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ صلح کو لڑائی اور جھگڑے پر ترجیح دیتے تھے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزاج شریف اس کے خلاف تھا چناں چہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سخت مخالفت کرتے اور ناراض تھے۔

حتیٰ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا دوٹوک فیصلہ سنانا پڑا بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو (یعنی سیدنا امام حسین) کو کمرے میں بند کر دیا کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ آخری اور اٹل فیصلہ ہے تو آپ نے بھی موافقت کر لی بعد ازاں یہ دونوں بھائی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتے جاتے اور آمد و رفت رکھتے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں کو تحفے اور تحائف دیتے رہے اور دونوں بھائیوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بارضا و رغبت بیعت کر کے ان کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ (ناسخ التواریخ صفحہ 78 جلد 6)

آداب کے لحاظ کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی خدمت کرتے تھے جیسا کہ یہی مؤلف آگے لکھتا ہے:

ومقرر روایت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ سیدنا او برندو بیرون ایں مبلغ ہموارہ خدمتش را بہ عروض و جوائز متاثرہ متواتر می داشت۔

ترجمہ اور معاویہ کا معمول تھا کہ سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے امام کی خدمت میں بھیجتے اس کے علاوہ بیش بہا تحائف بھی بہ کثرت روانہ کرتے تھے۔

چناں چہ زندگانی حضرت امام حسین سید الشہداء مصنفہ عماد زادہ کے صفحہ **40** پر موجود ہے۔

درزمانِ ابوبکر و عمر و عثمان حسین مورد احترام و محبت صحابہ بود و انعام و اکرام فراوان بہ او می کردند۔ عمر آں چہ مقرری بہ پسرش می داد دو برابر بہ حسین می داد و چوں عبد اللہ اعتراض می کرد می گفت او فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است۔

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام کے محبت و احترام کے مورد تھے اور خلفائے راشدین اُن کو بہت زیادہ انعام و اکرام دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب وظائف مقرر

کیے تو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے امام حسن حسین کو دوگنا زیادہ دیتے تھے۔ جب اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ حسن وحسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ہیں۔

اور اسی کتاب کے صفحہ 41 پر لکھتا ہے:

ابو الفداء می نویسد حسین کودک بود کہ پیغمبر اورا بسیار نوازش می کرد و ابوبکر و عمر و عثمان و بقیہ صحابہ حسین را احترام ونوازش می کردند وحتی معاویہ اکرام زائد از وصفی از حسین می نمود و یک مرتبہ ۲۰۰۰۰۰ درہم برای او فرستاد و گفت بگیر کہ تا کنون بخدا سوگند باحدی چنین عطائی نکردہ ام حسین فرمود بدان کہ احدی نہ قبل از تو نہ بعد از تو افضل از من نبودہ است۔

ترجمہ: ابو الفداء لکھتا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بہت زیادہ محبت اور نوازش فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکر، عمر عثمان رضی اللہ عنہم اور باقی صحابہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ احترام اور نوازش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ ان پر ایسی شفقت مہربانی احترام واکرام فرماتے تھے جو کہ حد بیان سے باہر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو لاکھ درہم پیش کیے اور عرض کی کہ میں نے آپ کے سوا کسی کو بھی اس قدر عطیہ نہیں دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ معاویہ جان لے کہ تو نے مجھ سے پہلے اور میرے بعد مجھ جیسے کو کبھی نہیں دیا ہوگا اور نہ دے گا۔

اسی حسن ادب اور خدمت کی وجہ سے اگر کبھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے مناسب زیادتی اور پیش قدمی ہوتی تھی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کو نظر انداز کر دیتے تھے چناں چہ حسین رضی اللہ عنہ کا خراج امیر شام کے پاس اونٹوں پر جارہا تھا جب مدینہ میں پہنچا تو سب مال خراج امام حسین رضی اللہ عنہ نے ضبط کر کے اپنے اہل بیت اور اصحاب میں تقسیم فرمادیا اور امیر معاویہ کو یہ خط لکھ دیا اما بعد ملک یمن سے ایک قافلہ اونٹوں کا ہماری طرف سے گزرہ جن پر مال اور عنبر وخوشبو تمہارے واسطے لیے جارہا تھا تاکہ خزانہ دمشق میں داخل کرے یا تمہارے رشتہ دار کام میں لائیں چوں کہ مجھ کو ضرورت تھی اس واسطے میں نے لے لیا۔ والسلام۔

اگر آں (قافلہ شتراں) را ترک کردی تا بمن آوردند اپنچہ بہرہ نصیبہ تو بود دریغ نداشتم لیکن گمان می کنم ای برادر زادہ کہ برائے خیالات مدارت ومصافات نیست و در زمان من برتو صعب نمی افتد چہ بر قدرت ومنزلت تو دانائم ومعف می دارم۔

(ناسخ التواریخ صفحہ 57,58ھ جلد 6، جز اول صفحہ 195 پر قدرے تغیر الفاظ کے ساتھ موجود ہے)

ترجمہ: اگر آپ اونٹوں کا قافلہ مجھ تک آنے دیتے تو جو کچھ آپ کا حصہ ہوتا میں اس سے ہرگز دریغ نہ کرتا لیکن میں خیال کرتا ہوں اے میرے بھتیجے! آپ آمادہ خلافت نہیں اور جب تک میرے دم میں دم ہے آپ کو تکلیف نہ ہوگی کیوں کہ میں آپ کی قدر ومنزلت کو خوب جانتا ہوں اور آپ کے اس اقدام سے بھی درگزر کرتا ہوں۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے کہ وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے بے حد احترام کرتے تھے آخری وقت اپنے بیٹے یزید کو یہ وصیت فرمائی:

امام حسین پس میدانی نسبت وقرابت اور آنحضرت رسالت واو پارہ تن آں حضرت است واز گوشت و خون آں حضرت برورده است ومن میدانم کہ البتہ اہل عراق اورا بہ سوی خود خواہند بردو یاری اونخواہند کردو اوراتنہا خواہند گزاشت اگر باوظفر یابی حق حرمت اورابشناس ومنزلت وقرابت اورا باپیغمبر بیاداور واابکردہ ہای اومواخذہ مکن وروابطی کہ من بااو دراین مدت محکم کردہ ام قطع مکن زنہار کہ باومکروا ہیبی مرسان۔

(جلاء العیون صفحہ 388)

ترجمہ: لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ پس ان کی نسبت قرابت کا حال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے معلوم ہے کہ وہ پارہ تن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گوشت اور خون سے پرورده ہیں میں جانتا ہوں اور مجھے اس بات کا خطرہ کہ عراقی لوگ ان کو اپنے پاس بلا کر تنہا چھوڑ دیں گے اور ان کی کوئی اور کسی طرح مدد نہیں کرے گا لازم ہے کہ اگر ان پر تو ظفر پائے ان کی حق حرمت کو پہچاننا اور ان کی منزل وقرابت جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو ہے اس کو یاد رکھنا اور ان کی کسی بات پر مواخذہ نہ کرنا۔

اور جو روابط میں نے اس مدت میں ان سے مستحکم اور مضبوط کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا اور وہ بھی جو کریں اس پر کوئی کسی قسم کی تکلیف اور رنج نہ پہنچانا۔

مگر جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے سب سے پہلے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو لکھا جس قدر جلد ہو سکے سیدنا عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے میری حکومت کی بیعت لی جائے چناں چہ جب یہ خط عامل مدینہ کو موصول ہوا تو اس نے ان دونوں حضرات کو جلد بلا بھیجا یہ دونوں سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم نماز عشاء کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کا کیا خیال ہے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا ہے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔

اور ہمیں اس وقت جو ہنگامی طور پر بلایا جا رہا ہے یہ صرف یزید کی بیعت کے لیے ہے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کیا کرنا چاہیے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا لیکن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ گورنر ولید بن عقبہ کے پاس چلے گئے تو اس نے آپ کو یزید کا خط سنایا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا سن کر اظہار افسوس کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ ابھی میری بیعت کے لیے جلدی نہ کیجیے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کروں گا یہ کہہ کر آپ چلے آئے مروان بن حکم جو پہلے مدینہ کا عامل تھا اور چوں کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کا مخالف تھا اس لیے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو گورنر بنایا تھا اس وقت یہ مروان بن حکم بھی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اس نے اشارہ کیا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت کیے بغیر نہ جانے دیا جائے لیکن ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔

اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو جانے کی اجازت دے دی چناں چہ سیدنا عبداللہ بن زبیر اسی رات اپنے اہل وعیال کو لے کر مکہ پاک کی طرف روانہ ہو گیا بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ اگلے دن ان کی گرفتاری کے لیے مروان اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کچھ آدمیوں کا دستہ لے کر نکلے مگر کہیں سوراغ نہ ملا شام کو واپس آ گئے یہ تمام دن سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں گزارا لہٰذا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہ ہو سکی دوسری رات میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ سے اہل وعیال کے ہمراہ مکہ پاک کی طرف روانہ ہو گئے، صبح کو ان کی روانگی کا حال ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو ہوا اس نے کہا میں حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا تعاقب ہرگز نہیں کروں گا کیوں کہ ممکن ہے وہ مزاحمت کریں اور مجھے ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں جو مجھ کو کسی طرح بھی گوارہ نہیں چناں چہ اس طرح یکے بعد دیگرے یہ دونوں حضرات مکہ معظّمہ میں پہنچ گئے چناں چہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تقریباً چار پانچ ماہ مکہ معظّمہ میں رہے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر اور امام حسین رضی اللہ عنہم اس مدت میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اکٹھے نماز پڑھتے اور ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے۔

اس مدت میں ان کے درمیان کوئی سیاسی گفتگو یعنی حکومت کے بارے میں کوئی بات چیت نہ ہوئی نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی باز پرس کی گئی بلکہ پوری آزادی سے یہ دونوں حضرات اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ پاک وقت گزارتے رہے۔

اہل کوفہ کی ریشہ دوانیاں

ادھر اہل کوفہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کو ناپسند کیا اور ساتھ ہی انہیں یہ اطلاع ملی کہ آپ مکہ معظمہ میں چلے گئے ہیں تو انہوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے شروع کر دیے جن میں وہ لکھا کہ ہم بھی یزید کو پسند نہیں کرتے اس لیے آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں ہم آپ اور آپ کے والد گرامی کے پرانے اور قدیم محبّ اور معتقد ہیں یہ حوالہ جات لکھنے کی ضرورت نہیں کہ آپ کو جن لوگوں نے خطوط لکھے تھے ان کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا کیوں کہ سنی اور شیعہ ہر دو فرق کی معتبر اور مستند کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو خطوط لکھنے والے شیعہ تھے یاد رہے اہل کوفہ بنیادی طور پر اسلام کے دشمن تھے اس لیے انہوں کے کسی زمانے اور وقت میں بھی حکومت اسلامیہ کو قبول نہیں کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے رویہ سے تنگ آ کر موت کی تمنا کیا کرتے تھے اور پھر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک انہوں نے کیا وہ آپ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذکر میں پڑھ چکے ہیں وہی اپنی تاریخ انہوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ دہرائی۔ جب ان کے خطوط کی تعداد حد سے بڑھ گئی تو آپ نے اصل صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو دھڑا دھڑ ان کے ہاتھ پر کوفیوں نے بیعت کرنا شروع کی تقریباً تمام اہل شہر نے آپ سے بیعت کر لی جب اس بات کا علم کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر کو علم ہوا تو انہوں نے صورتحال کا جائزہ لے کر اہل کوفہ کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ فتنہ فساد برپا نہ کرو اور امن و امان کو بحال رہنے دو، زبانی افہام و تفہیم کے علاوہ انہوں نے عملی کارروائی کرنے سے گریز کیا کیوں کہ وہ صحابی رسول اور انتہائی نرم مزاج کے حامل تھے چناں چہ کوفیوں میں سے ہی کسی نے یزید کو خط لکھا جس میں یہ ساری صورت حال لکھ کر یزید کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی لکھا اگر آپ کو کوفہ کی حکومت درکار ہے کہ جلد از جلد موجودہ گورنر کو معزول

کر کے کوئی سخت گیر اور جابر قسم کے شخص کو گورنر بنا کر بھیجیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے عراق کی طرف روانہ ہونے کا حال

جب اہل عراق کی جانب سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو متواتر خطوط آنے لگے اور ان کے اور آپ کے درمیان بار بار ایلچی آنے لگے تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط بھی آپ کے پاس آیا کہ آپ اپنے اہل کے ساتھ ان کے پاس آ جائیں۔ پھر اس دوران میں حضرت مسلم بن عقیل کے قتل کا وقوعہ ہو گیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کا کچھ علم نہ تھا بلکہ آپ نے ان کی طرف روانہ ہونے اور ان کے پاس پہنچنے کا پختہ ارادہ کر لیا، اتفاق سے مکہ سے آپ کی روانگی ایام الترویہ میں حضرت مسلم کے قتل سے ایک روز قبل ہوئی۔ حضرت مسلم عرفہ کے روز قتل ہوئے تھے اور جب لوگوں کو آپ کی روانگی کا علم ہوا تو وہ اس وجہ سے آپ پر رحم کھانے لگے اور انہوں نے آپ کو اس سے انتباہ کیا اور ان میں سے صاحب الرائے اور محبت کرنے والے لوگوں نے آپ کو عراق کی طرف نہ جانے اور مکہ میں قیام کرنے کا مشورہ دیا اور ان لوگوں نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اسے آپ کے سامنے بیان کیا، سفیان بن عیینہ عن ابراہیم میسرہ عن طاؤس عن ابن عباس بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے روانگی کے متعلق مشورہ لیا تو میں نے کہا اگر لوگ میری اور آپ کی بدگوئی نہ کریں تو میں اپنا ہاتھ آپ کے سر میں پیوست کر دوں اور آپ کو جانے نہ دوں، تو آپ نے مجھے جواب دیا کہ فلاں فلاں جگہ پر قتل ہونا مجھے مکہ میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے اس جواب سے مجھے تسلی دی۔ اور ابومخنف نے حارث بن کعب الوالبی سے بحوالہ عقبہ بن سمعان روایت کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی طرف روانگی کا پختہ ارادہ کر لیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ اے عم زاد، لوگوں نے یہ بری خبر اڑائی ہے کہ آپ عراق کو جانے والے ہیں، مجھے وضاحت سے بتایئے کہ کیا کرنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے ان دو دنوں میں ایک دن روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے (ان شاء اللہ)۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا مجھے بتایئے اگر انہوں نے اپنے امیر کو قتل کرنے اور اپنے دشمن کو جلاوطن کرنے اور اپنے شہروں کو کنٹرول کرنے کے بعد آپ کو بلایا ہے تو ان کی طرف چلے جایئے اور اگر ان کا امیر زندہ ہے اور وہ ان کا نگران ہے اور ان پر غالب ہے اور اس کے عمال اپنے شہروں کا خراج جمع کرتے ہیں تو انہوں نے آپ کو فتنہ اور قتال کے لیے بلایا ہے۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ لوگ آپ کو قتل

کر دیں گے اور اپنے دلوں کو آپ کے متعلق بدلیں گے اور جس بات کے لیے انہوں نے آپ کو بلایا ہے وہ سب لوگوں سے آپ پر سخت ہو گی۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا اور جو ہو گا میں اس پر غور کروں گا، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کو چھوڑ کر باہر نکل گئے اور حضرت ابن زبیر نے آ کر آپ سے کہا مجھے معلوم نہیں ہم نے ان لوگوں کے لیے کیا چھوڑا ہے حالاں کہ ہم مہاجرین کے بیٹے ہیں اور ان کے سوا اس امر کے منتظم ہیں۔ مجھے بتایئے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل نے مجھے کوفہ جانے کی بات بتائی ہے، میرے وہاں کے پیروکاروں اور اشراف نے مجھے اپنے پاس آنے کا خط لکھا ہے اور میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔ حضرت ابن زبیر نے کہا اگر آپ کے پیروکاروں کی طرح وہاں میرے پیروکار ہوتے تو میں کوفہ جانے سے پہلوتہی نہ کرتا، اور جب وہ آپ کے پاس سے چلے گئے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابن زبیر کو معلوم ہو گیا ہے کہ میرے امارات میں سے ان کے لیے کچھ نہیں اور لوگ میرے غیر کو میرے برابر قرار نہیں دیں گے، اس نے چاہا ہے کہ میں چلا جاؤں تا کہ اس کا میدان خالی ہو جائے، پس جب شام ہوئی یا دوسرا دن ہوا حضرت ابن عباس سیدنا امام حسین کے پاس آئے اور آپ سے کہا:

اے عم زاد! میں بہ تکلف صبر کرتا ہوں اور میں صبر نہیں کر سکتا اور مجھے اس طرف آپ کی ہلاکت کا خدشہ ہے، اہل عراق خائن لوگ ہیں ان سے دھوکہ نہ کھانا، اس شہر میں قیام کیجیے یہاں تک کہ اہل عراق اپنے دشمن کو جلاوطن کر دیں پھر ان کے پاس جایئے وگرنہ یمن کی طرف جایئے وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور وہاں آپ کے باپ کے پیروکار بھی ہیں اور لوگوں سے الگ رہیے اور ان کی طرف خط لکھیے اور ان میں اپنے داعی بھیجئے اگر آپ ایسا کریں گے تو مجھے امید ہے کہ جس بات کو آپ پسند کرتے ہیں وہ ہو جائے گی۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اے عم زاد! قسم بہ خدا مجھے معلوم ہے کہ آپ شفیق ناصح ہیں لیکن میں نے روانگی کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے آپ سے کہا:

اگر آپ نے ضرور ہی جانا ہے تو اپنے بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لے جایئے خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ آپ قتل ہو جائیں گے جیسے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے اور اُن کی بیویاں اور بچے اُن کی طرف دیکھتے رہے۔

پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ نے حجاز کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے خالی چھوڑ کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا ہے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جب میں آپ کے بالوں اور پیشانی کو پکڑوں گا تا کہ لوگ میرے اور آپ کے پاس اکٹھے ہو جائیں تو آپ میری بات مان لیں گے تو میں کھڑے ہو کر یہ کام کرتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے اور حضرت ابن زبیر سے ملے اور کہا اے ابن زبیر تیری آنکھ ٹھنڈی ہو گئی ہے؟ پھر کہنے لگے:

اے آباد اور خوش حال جگہ کی چنڈول، تیرے لیے فضا خالی ہو گئی ہے تو انڈے دے اور گیت گا اور جس کو چاہے چونچ مار، تجھے خوشخبری ہو تیرا صیاد آج قتل ہو گیا ہے۔

پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ حسین عراق جا رہے ہیں اور آپ کے لیے حجاز کو خالی کر رہے ہیں۔

اور کئی اور لوگوں نے بھی بحوالہ شبانہ بن سوار بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن اسماعیل بن سالم اسدی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں نے شعبی کو بہ حوالہ حضرت ابن عمر بیان کرتے سنا ہے کہ وہ مکہ میں تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو آپ کے تین دن کی مسافت پر انہیں جا ملے اور پوچھا آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عراق، اور آپ کے پاس خطوط بھی تھے۔ آپ نے کہا یہ ان کے خطوط ہیں اور بیعت ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے پاس نہ جائیے، آپ نے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو ایک حدیث بتاتا ہوں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا اور دنیا کو نہ چاہا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پارۂ گوشت ہیں خدا کی قسم آپ میں سے کوئی ایک شخص بھی کبھی دنیا کا حکمران نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے ہٹا کر اس چیز کی طرف پھیر دیا ہے جو تمہارے لیے بہتر ہے، مگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گلے لگا لیا اور رو پڑے اور کہنے لگے، اے مقتول میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

اور یحییٰ بن معین نے بیان کیا ہے کہ ابو عبیدہ نے ہم سے بیان کیا کہ سلیم بن حیان نے بحوالہ سعید بن مینا ہم سے

بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے سنا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے کی طرف سبقت کی، قسم بخدا اگر میں انہیں پالیتا تو میں انہیں جانے نہ دیتا سوائے اس کے کہ آپ مجھے مغلوب کر لیتے۔ بنی ہاشم سے اس کام کا آغاز ہوا اور بنی ہاشم پر اس کا اختتام ہوگا پس جب تو دیکھے کہ ہاشمی بادشاہ بن گیا ہے تو زمانہ ختم ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ فاطمی جھوٹے لے پالک تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے نہ تھے جیسا کہ کئی ائمہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اور ابھی ہم اس کے مقام پر اسے بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

اور یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ ابو بکر الحمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہم سے بیان کہ عبداللہ بن شریک نے بحوالہ بشر بن غالب ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ان لوگوں کی طرف جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے اور آپ کے بھائی پر طعن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا فلاں فلاں مقام پر میرا قتل ہونا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ مکہ کو میری وجہ سے حلال کیا جائے، اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ میرے چچا مصعب بن عبداللہ نے ایک شخص کو بحوالہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے سنا کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا میرے پاس چالیس ہزار لوگوں کی بیعت آئی ہے جو طلاق عتاق کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ ہیں، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا، کیا آپ ان لوگوں کے پاس جائیں گے جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو نکال دیا؟ ہشام نے بیان ہے میں نے معمر سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا وہ ثقہ ہے، زبیر نے بیان کیا ہے کہ میرے چچا نے بیان کیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہی ہے اور واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے اس عبارت کی بڑی تفصیل اور خوب صورتی سے بیان کیا ہے کہ علی بن محمد عن یحییٰ بن ابی المہاجر عن ابیہ وعن لوط بن یحییٰ العامری عن محمد بن بشیر المہمدانی وغیرہ وعن محمد بن الحجاج عن عبدالملک بن عمیر عن ہارون بن عیسیٰ عن یونس بن ابی اسحٰق عن ابیہ، وعن یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ عن مجالد عن الشعبی ہمیں بیایا کہ محمد بن سعد نے بیان کیا کہ ان لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح اس حدیث کے بارے میں مجھ سے ایک گروہ کے بارے میں بیان کیا اور میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق ان کی حدیث کے جامع الفاظ کو لکھا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے یزید کی بیعت لی تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے اس کی بیعت نہیں کی اور اہل کوفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کی طرف خط لکھتے اور آپ کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے مگر آپ ان کی کوئی بات نہ مانتے اور ان میں سے کچھ لوگ حضرت محمد بن الحنفیہ کے پاس مطالبہ کرتے ہوئے آئے کہ وہ ان کے ساتھ چلیں مگر انہوں نے انکار کر دیا اور وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا معاملہ پیش کرنے آئے تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں کھا جائیں اور ہم پر چھا جائیں اور لوگوں کے اور ہمارے خون بہائیں، پس حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو غم نے آلیا کبھی وہ ان کی طرف جانا چاہتے اور کبھی ان سے دور رہنا چاہتے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے آکر کہا اے ابوعبداللہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ پر مہربان ہوں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے کوفی پیروکاروں نے آپ سے خط و کتابت کی ہے اور وہ آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں اور میں نے آپ کے باپ کو کوفہ میں بیان کرتے سنا ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے بارے میں اظہارِ خیال

خدا کی قسم میں ان سے اکتا گیا ہوں اور میں ان سے نفرت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور ان میں قطعاً وفا نہیں اور جو ان میں کامیاب ہوا ہے وہ ناکام کرنے والے تیر سے کامیاب ہوا ہے خدا کی قسم نہ ان کی کوئی نیت ہے اور نہ کسی امر کے بارے میں ان کا کوئی عزم ہے اور تلوار پر کوئی صبر ہے۔

راوی بیان کرتا ہے حضرت المسیب بن عتبہ فزاری اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معزول کرنے کی دعوت دی اور انہوں نے کہا ہمیں آپ کی اور آپ کے بھائی کی رائے کا علم ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو جنگ سے روکنے کو پسند کرنے کی وجہ سے اس کی نیت کے مطابق اجر دے گا اور مجھے ظالمین کے ساتھ جہاد کو پسند کرنے کی وجہ سے میری نیت کے مطابق اجر دے گا۔

اور مروان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا، میں اس بات سے بے خوف نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فتنہ کی گھات میں ہوں اور میرا خیال ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمہاری جنگ طویل ہوگی، حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا، بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو عہد دے وہ وفا کا مستحق ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے آپ کو شقاق کی طرف دعوت دی ہے اور اہل عراق کے متعلق آپ کو تجربہ ہو چکا ہے کہ انہوں نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ خرابی کی ہے، اللہ سے ڈرو اور عہد کو یاد کرو، بلاشبہ آپ مجھ سے جنگ کریں گے تو میں آپ سے جنگ کروں گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کو لکھا، آپ کا خط مجھے ملا آپ کو میرے متعلق جو اطلاع ملی ہے اس کے بغیر ہی لائق و مناسب ہوں اور اللہ کے سوا نیکیوں کی طرف کوئی راہنمائی نہیں کرتا اور میں نے آپ سے جنگ کرنے اور آپ کی مخالفت کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور میرا خیال ہے کہ آپ سے جہاد ترک کرنے میں اللہ کے ہاں میرا کوئی عذر نہیں ہوگا، مجھے معلوم ہے کہ اس امت کی امارت پر آپ کے قابض ہونے سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں ابوعبداللہ سے شر پہنچا ہے اور اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کچھ ان باتوں کے بارے میں جو ان کو آپ کے بارے میں پہنچی تھیں لکھا۔ میرا خیال ہے آپ کے سر میں فساد ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے پالوں اور اسے آپ کو بخش دوں۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے یزید کو بلایا اور اسے جو وصیتیں کرنی تھیں کیں اور اسے کہا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خیال رکھنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں اور وہ لوگوں کو بہت محبوب ہیں۔ پس ان سے صلہ رحمی کرنا اور ان کا معاملہ تمہارے لیے درست ہو جائے گا اور اگر ان سے کوئی بات سرزد ہوئی تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تجھے ان لوگوں سے کفایت کرے گا جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا اور ان کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ 15 رجب سنہ 60 ہجری کی شب وفات پا گئے اور لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی، اور یزید نے عبداللہ بن عمرو بن اویس العامری عامر بن لوئی کے ہاتھ امیر مدینہ ولید بن عتبہ ابی سفیان کو لکھا کہ لوگوں کو بلا کر ان کی بیعت لو اور قریش کے سرداروں سے آغاز کرو اور چاہیے کہ سب سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرو، بلاشبہ امیر المومنین نے مجھے ان کے بارے میں نرمی کرنے اور ان کی دوستی چاہنے کی وصیت کی ہے۔ پس ولید نے اسی وقت نصف شب کو حضرت حسین بن علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف پیغام بھیج کر انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی وفات کی خبر دی اور انہیں یزید بن معاویہ کی بیعت کی دعوت دی، ان دونوں نے کہا صبح کو ہم دیکھیں گے کہ لوگ کیا کرتے ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اٹھ کر باہر نکلے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ باہر نکلے اور دونوں نے کہا یزید وہی ہے جسے ہم جانتے ہیں۔ خدا کی قسم اس کے عزم و جوانمردی کی کوئی بات بیان نہیں ہوئی اور ولید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے برا بھلا کہا اور اس کی پگڑی کو پکڑ کر اس کے سر سے اتار دیا، ولید نے کہا ہم نے ابوعبداللہ سے شر کو برانگیختہ کیا ہے، مروان نے اس سے کہا یا اس کے کسی ہم نشین سے کہا: اسے قتل کر دو، اس نے کہا: بلاشبہ یہ وہ خون ہے جس کے بارے میں بخل کیا جاتا ہے اور بنی عبد مناف میں محفوظ ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اسی شب کو مکہ روانہ ہو گئے اور لوگوں نے صبح یزید کی بیعت کر لی اور حضرت امام حسین اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی تلاش کی گئی تو وہ نہ ملے اور المسور بن مخرمہ نے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس امید پر جلدی کی ہے کہ وہ مکہ میں تنہا رہیں، پس وہ دونوں مکہ آ گئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں اترے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حجر اسود سے چمٹ گئے اور المعافری لباس پہن لیا اور لوگوں کو بنی امیہ کے خلاف برانگیختہ کرنے لگے اور آپ صبح و شام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور انہیں عراق جانے کا مشورہ دیتے اور کہتے وہ لوگ آپ کے اور آپ کے باپ کے پیروکار ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انہیں اس بات سے روکتے تھے اور عبداللہ بن مطیع نے انہیں کہا میں اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہمیں اپنے آپ سے فائدہ پہنچایئے اور عراق کی طرف نہ جایئے، خدا کی قسم ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو ہمیں غلام اور خادم بنا لیں گے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن ابی ربیعہ ان دونوں کو عمرہ سے واپسی پر ابواء مقام پر ملے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا تم دونوں کو اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں کہ تم واپس جا کر اس اچھے کام میں شامل ہو جاؤ جس میں لوگ شامل ہوئے ہیں اور دیکھو اگر لوگ اس پر اتفاق کر لیں تو تم سختی نہ کرنا اور اگر وہ افتراق کریں تو یہ وہ بات ہے جس کے تم خواہاں ہو اور حضرت ابن عمرؓ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: خروج نہ کرو، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا اور آپ نے آخرت کو

پسند کیا تھا اور آپ ان کے پارۂ گوشت ہیں اور آپ دنیا کو حاصل نہیں کریں گے اور آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور روئے اور آپ کو الوداع کہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ خروج کے ذریعے ہم پر غالب آ گئے اور میری زندگی کی قسم آپ نے اپنے باپ اور بھائی میں عبرت دیکھی تھی۔ آپ نے فتنہ اور لوگوں کا ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا دیکھا۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ جب تک زندہ رہتے حرکت نہ کرتے اور اس اچھی بات میں شامل ہو جاتے جس میں لوگ شامل ہوئے تھے، بلاشبہ جماعت بہتر ہوتی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے ابن فاطمہ! آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عراق اور اپنے پیروکاروں کے پاس۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی روانگی کو پسند نہیں کرتا، آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور آپ کے بھائی پر طعن کیا اور حتیٰ کہ انہوں نے ان سے ناراض اور ملول ہو کر انہیں چھوڑ دیا، میں آپ کو اللہ کے نام کی یاد دہانی کراتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو تباہی کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خروج کے بارے میں مجھ پر غالب آ گئے اور انہیں کہا اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر رہو اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کرو اور ابو واقد اللیثی نے بیان کیا کہ مجھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی اطلاع ملی تو میں انہیں ملل مقام پر ملا اور میں نے اللہ کے نام پر ان سے اپیل کی کہ وہ خروج نہ کریں، آپ نے فرمایا میں واپس نہیں جاؤں گا اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور میں نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ لڑاؤ خدا کی قسم جو تم نے کیا ہے اچھا نہیں کیا تو آپ نے میری بات نہ مانی اور حضرت سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خروج نہ کرتے تو آپ کے لیے بہتر ہوتا اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو چاہیے تھا کہ وہ اہل عراق کو پہچانتے اور ان کے پاس نہ جاتے لیکن حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر ان کی حوصلہ افزائی کی اور حضرت المسور بن مخرمہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اہل عراق کے خطوط سے دھوکہ کھانے سے بچنا اور حضرت ابن زبیر کہتے ان کے پاس جاؤ بلاشبہ وہ آپ کے مددگار ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ حرم کو نہ چھوڑنا بلاشبہ اگر انہیں آپ کی ضرورت ہوئی تو وہ عنقریب اونٹوں پر سوار ہو کر آپ سے آ ملیں گے اور آپ قوت اور تیاری کے ساتھ خروج کریں سو آپ نے انہیں بہتر بدلہ دیا اور کہا میں اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے

استخارہ کروں گا اور عمرۃ بنت عبدالرحمٰن نے آپ کو لکھا کہ آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں وہ بہت بڑا ہے اور اس نے آپ کو اطاعت کرنے اور جماعت کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا اور آپ کو بتایا کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو ان کو ان کے مقتل کی طرف لے جایا جائے گا، نیز کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے سنا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بابل کی زمین میں قتل کیا جائے گا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پڑھا تو کہنے لگے جب وہ میرا مقتل ہے تو مجھے ضرور وہاں جانا پڑے گا، اور چلتے بنے اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام آپ کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا اے عمزاد، جو کچھ اہل عراق نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ مجھے معلوم ہے اور آپ ان کے پاس جانا چاہتے ہیں اور وہ دنیا کے غلام ہیں اور جس نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی مدد کرے گا وہ آپ سے جنگ کرے گا اور وہ شخص آپ کو چھوڑ دے گا جس کو آپ اپنے مددگار سے زیادہ محبوب ہیں، میں آپ کو آپ کے بارے میں اللہ کے نام کی یاددہانی کراتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: عمزاد! اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اللہ نے جس امر کا فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ابوبکر نے کہا: انا لله و انا اليه راجعون اے ابوعبداللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کو خط لکھا اور آپ کو اہل عراق کے متعلق انتباہ کیا اور اللہ کا واسطہ دیا کہ ان کی طرف نہ جائیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کو خط لکھا میں نے ایک رؤیا دیکھا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے اور میں اسے کر گزرنے والا ہوں اور میں اس رؤیا کے متعلق کسی کو بتانے والا نہیں حتیٰ کہ میں اپنے عمل سے ملاقات کروں اور حرمین کے نائب عمرو بن سعید بن العاص نے آپ کو لکھا، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو آپ کے رشد کا الہام کرے اور جو بات آپ کو تباہ کرنے والی ہے اس سے آپ کو ہٹا دے، مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے عراق جانے کا پختہ عزم کر لیا ہے اور شقاسے آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اگر آپ خوفزدہ ہیں تو میرے پاس آ جایئے آپ کو میرے ہاں امان اور حسن سلوک حاصل ہوگا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا اگر آپ نے اپنے خط سے میرے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ کو دنیا اور آخرت میں جزائے خیر ملے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور عمل صالح کی طرف دعوت دے وہ مخالفت نہیں کرتا اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں اور بہترین امان اللہ کی امان ہے اور وہ شخص اللہ پر ایمان نہیں لایا جسے اس نے دنیا میں خوفزدہ نہیں کیا اور ہم اللہ سے دنیا میں اس خوف کی

دعا کرتے ہیں جو قیامت کے روز اس کے ہاں ہمارے لیے امان کو واجب کرے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور انہیں بتایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اہل مشرق سے کچھ لوگ ان کے پاس آئے ہیں اور انہوں نے آپ کو خلافت کی رغبت دلائی ہے اور آپ کو ان کے متعلق تجربہ ہے اور ان کی حقیقت کی خبر ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو انہوں نے قرابت کی پختگی کو قطع کر دیا ہے اور آپ اہل بیت کے بزرگ اور بھلے آدمی ہیں، انہیں انتشار کی کوشش سے روکیے اور اس نے آپ کی طرف مکہ اور مدینہ میں رہنے والے قریش کی طرف یہ اشعار لکھے:

اے سوار! جس کی سواری دوڑ کر اونٹنی سے آگے بڑھ جانے والی ہے اس کی چال میں سکوت پایا جاتا ہے، قریش کو ملاقات گاہ کی دوری کے باوجود اس قرابت کی خبر دے دے جو میرے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان پائی جاتی ہے اور بیت اللہ کے صحن میں ایک موقف ہے جس نے اسے اللہ کا عہد سنایا اور عہد پورے نہیں ہوئے تم نے اپنی ماں پر فخر کرتے ہوئے اپنی قوم کو قیدی بنایا میری زندگی کی قسم ماں اصیل نیکوکار اور سخی ہے اس سے فضل میں کوئی لگا نہیں کھا سکتا، وہ دختر رسول ہے اور لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سب لوگوں سے بہتر ہے اس کی فضیلت تمہاری فضیلت ہے اور تمہاری قوم کے سوا جو لوگ ہیں ان کو اس کے فضل سے حصہ دیا گیا ہے، میں جانتا ہوں یا اس کے جاننے والے کی طرح گمان کرتا ہوں اور کبھی کبھی گمان سچ ہو جاتا ہے اور مرتب ہو جاتا ہے، تم جس چیز کے دعویدار ہو عنقریب میرا قتل تمہیں اس حال میں چھوڑے گا کہ عقاب اور کرگس تمہیں تحائف دیں گے اے ہماری قوم کے لوگو جب جنگ کی آگ بجھ جائے تو اسے نہ بھڑکاؤ اور سلم درخت کی رسیوں سے چمٹ جاؤ اور بچاؤ اختیار کرو، تم سے پہلے لوگوں نے جنگ کا تجربہ کیا ہے، جنگ سے قومیں تباہ ہو گئی ہیں اپنی قوم سے انصاف کرو اور غصے سے ہلاک نہ ہو جاؤ بہت سے غصے والوں کے قدم اس سے لغزش کھا جاتے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا۔ مجھے امید ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اس امر کے لیے ہو گا جسے تو پسند نہیں کرتا اور میں ہر اس طریق سے ان کی خیر خواہی کروں گا جس سے الفت بڑھتی اور جوش ٹھنڈا ہوتا ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آکر طویل گفتگو کی اور انہیں کہا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کل آپ ضائع ہونے والے حال میں ہلاک ہو جائیں گے، عراق نہ جائیے اور اگر آپ نے ضرور جانا ہی

ہے تو حج کے اجتماع کے ختم ہونے تک ٹھہر جایئے اور لوگوں سے ملیے اور معلوم کیجیے وہ کیا ظاہر کرتے ہیں اور پھر اپنی رائے پر غور کیجیے یہ گفتگو 10 ذوالحجہ کی ہوئی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عراق جانے کے سوا اور کوئی بات نہ مانی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ کل آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے درمیان اس طرح قتل ہوں گے جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیویوں اور بیٹوں کے درمیان قتل ہوئے تھے، خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ آپ ہی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے گا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے آپ نے کہا اگر یہ بات مجھے اور آپ کو عیب نہ لگاتی تو میرا ہاتھ آپ کے سر میں گڑ جاتا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جب ہم ایک دوسرے سے اصرار کریں گے تو آپ ٹھہر جائیں گے تو میں ایسا کرتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ بات آپ کو روکنے والی نہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں فلاں فلاں مقام پر قتل ہو جاؤں تو یہ مجھے مکہ میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے اور یہ کہ وہ میرے لیے حلال ہو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رو کر کہا اس سے آپ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو ٹھنڈا کیا اور اس بات سے میں نے اپنے دل کو تسلی دی تھی، بیان کرتا ہے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں سے چلے گئے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے تھے جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا اے ابن زبیر آپ جس بات کو پسند کرتے ہیں وہ ہوا چاہتی ہے۔ آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو یہ ابو عبداللہ جانے والے ہیں اور آپ کو اور حجاز کو چھوڑنے والے ہیں پھر کہنے لگے:

اے آباد اور خوش حال جگہ کی چنڈول تیرے لیے فضا خالی ہو گئی ہے تو انڈے دے اور گیت گا اور جسے چاہتی ہے اسے چونچ مار، تیرا صیاد آج قتل ہونے والا ہے۔ تجھے خوش خبری ہو۔

راوی بیان کرتا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ پیغام بھیجا کہ بنی عبدالمطلب میں سے جو شخص کوچ کرنا چاہتا ہے وہ ان کے پاس آ جائے اور وہ انیس مرد تھے اور آپ کی بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں میں سے عورتیں اور بچے تھے اور حضرت محمد بن الحنفیہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ میں آ ملے اور انہیں بتایا کہ آج کی رائے سے ان کا خروج کرنا مناسب نہیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی بات نہ مانی تو حضرت محمد بن الحنفیہ نے اپنے بیٹوں کو روک لیا اور ان میں سے ایک بیٹے کو بھی نہ بھیجا حتیٰ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دل میں حضرت محمد

بن الحنفیہ پر رنج پیدا ہوا اور آپ نے فرمایا، آپ اپنے بچوں کو اس جگہ روکتے ہیں جس میں مجھے مارا جائے گا؟ حضرت محمد بن الحنفیہ نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ آپ مارے جائیں اور وہ بھی آپ کے ساتھ مارے جائیں، اگرچہ ہمارے نزدیک آپ کی مصیبت ان سے بڑی ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اہل عراق نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایلچی اور خطوط بھیجے جن میں آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، پس آپ اپنے اہل بیت اور ساٹھ کوفی اشخاص کے ساتھ ان کے پاس جانے کے لیے نکلے اور یہ 10 ذوالحجہ سوموار کا واقعہ ہے اور مروان نے ابن زیاد کو لکھا۔

اما بعد! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور وہ حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں اور قسم بخدا جس کسی کو اللہ چھوڑ دے وہ ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہیں، اپنے نفس پر اس چیز کو برانگیختہ کرنے سے بچ جسے کوئی چیز روک نہ سکے اور نہ عوام اسے پیچھے کر سکیں اور نہ تو کبھی اس کے ذکر کو چھوڑ سکے۔ والسلام

اور عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا:

اما بعد! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور اس قسم کے موقع پر تو آزاد ہوگا یا غلاموں کی طرح غلام بن جائے گا۔

اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الضحاک نے اپنے باپ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا ہے یزید نے ابن زیاد کو لکھا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور زمانوں میں سے آپ کے زمانے کو اور شہروں میں سے آپ کے شہر کو اور امراء میں سے آپ کو ان سے پالا پڑ گیا ہے اور اس موقع پر یا تو آزاد ہو جائے گا یا غلاموں کی طرح دوبارہ غلام بن جائے گا۔

پس ابن زیاد نے آپ کو قتل کر دیا اور آپ کے سر کو اس کے پاس بھیج دیا۔

میں کہتا ہوں صحیح بات یہ ہے کہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو شام نہیں بھیجا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو لکھا،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی جانب روانہ ہو چکے ہیں پس دیکھنے کی جگہیں اور میگزین تیار

کرو، اور محفوظ رہو اور تہمت پر قید کرو، اور پکڑو اور جو تجھ سے جنگ کرے صرف اسے قتل کرو اور جو صورت حال پیدا ہو اس کے متعلق مجھے لکھو۔ والسلام

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الضحاک نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے مکہ کی جانب جانے کا ارادہ کیا تو آپ مسجد الحرام کے دروازے سے گزرے اور کہا:

تو نے پو پھٹتے وقت چکر لگانے والے کو غارت گری کرتے ہوئے خوفزدہ نہیں کیا اور نہ تو نے یزید کو پکارا ہے اس روز جس نے موت کے خوف سے ظلم کیا اور موتیں مجھے دیکھتی رہیں کہ میں اکیلا ہو جاؤں۔

اور ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو خباب یحیٰی بن ابی خیثمہ نے عدی بن حرملہ اسدی سے بحوالہ عبداللہ بن سلیم اور المنذر بن المشمعل بیان کیا ہے یہ دونوں اسد قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم کوفہ سے حج کے لیے نکلے اور مکہ آئے اور یوم الترویہ کو داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان دھوپ چڑھ جانے کے وقت کھڑے ہیں اور ہم نے حضرت ابن زبیر کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا کہ اگر آپ ٹھہرنا چاہتے ہیں تو ٹھہر جایئے اور اس امارت کو سنبھال لیجئے ہم آپ کی مدد کریں گے اور آپ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ کی بیعت کریں گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کے لیے ایک مینڈھا ہے جو اس کی حرمت کو جائز سمجھے گا اور قتل ہوگا اور میں وہ مینڈھا نہیں بننا چاہتا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا اگر آپ چاہیں تو مجھے یہ امارت سپرد کر دیں آپ کی اطاعت ہوگی اور نافرمانی نہیں ہوگی، آپ نے فرمایا میں اسے بھی پسند نہیں کرتا، پھر انہوں نے ہم سے اپنی گفتگو کو خفیہ رکھا اور وہ مسلسل ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے دوپہر کے وقت لوگوں کے داعیوں کو منیٰ کی طرف جاتے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کیا اور اپنے بالوں کو کٹوایا اور اپنے عمرہ سے حلال ہو گئے پھر آپ کوفہ کی طرف چلے گئے اور ہم لوگوں کے ساتھ منیٰ کی طرف چلے گئے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب الوالبی نے بحوالہ عقبہ بن سمعان مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے تو آپ کو نائب مکہ عمرو بن سعید کے ایلچی ملے جن کا سربراہ اس کا بھائی یحیٰی بن سعید تھا۔ انہوں نے آپ سے کہا واپس ہو جایئے آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے ان کی بات نہ مانی اور چل دیئے اور

فریقین نے مزاحمت کی اور ایک دوسرے کو کوڑوں اور لاٹھیوں سے مارا، پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے زبردست بچاؤ کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے راستے پر چل پڑے تو اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ اے حسین! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے؟ آپ جماعت سے نکلتے ہیں اور اتفاق کے بعد امت میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس آیت (میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے جو کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو تم عمل کرتے ہو میں اس سے بری ہوں) کی تفسیر کی۔

راوی بیان کرتا ہے پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تنعیم سے گزرے اور وہاں ایک قافلہ سے ملے جسے نائب یمن بجیر بن زیاد حمیری نے بھیجا تھا اس نے اسے یمن سے یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا تھا، اونٹوں پر ورس اور بہت سے کپڑے تھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں لے لیا اور انہیں لے کر چل دیئے اور اونٹوں والوں سے کوفہ تک کرایہ مقرر کر لیا اور ان کا کرایہ انہیں دے دیا، پھر ابومخنف نے اپنے پہلے اسناد سے بیان کیا کہ راستے میں فرزدق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا اور آپ کو سلام کیا اور کہنے لگا، اللہ تعالیٰ نے آپ کا مطالبہ پورا کر دیا ہے اور جو آپ چاہتے تھے اس کا مالک بنا دیا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اور جو کچھ اس کے پیچھے تھا اس کے متعلق پوچھا تو اس نے آپ سے کہا لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تو نے درست کہا ہے، پہلے اور بعد کا امر اللہ ہی کے لیے ہے وہ جو چاہے کرتا ہے اور ہر روز ہمارے رب کی ایک شان ہوتی ہے، اگر فیصلہ ہماری پسند کے مطابق ہو تو ہم اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہر روز ہمارے رب کی ایک شان ہوتی ہے، اگر فیصلہ ہماری امید کے درمیان حائل ہو جائے تو جس کی نیت حق اور اندر تقویٰ ہو اس پر ظلم نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور فرمایا السلام علیکم پھر دونوں الگ ہو گئے اور ہشام بن الکلبی نے عن عوانہ بن الحکم عن لبطہ بن غالب بن الفرزدق عن ابیہ بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے میں نے اپنی ماں کو حج کروایا، اسی دوران میں میں اس کے اونٹ کو چلاتے چلاتے ایام حج میں حرم میں داخل ہو گیا یہ 60 ہجری کا واقعہ ہے کہ اچانک میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا آپ مکہ سے باہر جا رہے تھے اور آپ کی تلواریں اور ڈھالیں بھی آپ کے ساتھ تھیں، میں نے آپ سے کہا: اے پسر رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس وجہ سے حج سے سبقت کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر میں

سبقت نہ کروں تو پکڑا جاؤں پھر آپ نے مجھ سے پوچھا،تم کس سے تعلق رکھتے ہو، میں نے کہا میں ایک عراقی ہوں، آپ نے مجھ سے لوگوں کے متعلق پوچھا تو میں نے آپ سے کہا دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور جو بات پہلے بیان ہو چکی ہے اس کی مانند بیان کیا۔

فرزدق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ باتوں کے متعلق اور کچھ مناسک کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے مجھے ان کے متعلق بتایا، روای بیان کرتا ہے کہ عراق میں اسے ذات الجنب کی بیماری ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اس کی زبان بوجھل ہو گئی تھی۔

روای بیان کرتا ہے پھر میں چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حرم میں ایک خیمہ لگا ہوا ہے اور بڑا اچھا منظر ہے، اچانک میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے مجھ سے پوچھا میں نے انہیں بتایا کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا ہوں، انہوں نے کہا تو ان کے پیچھے کیوں نہیں چلا؟ بلاشبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق تجھے وہ ہتھیار سلام نہ کہے جس سے آپ کا قتل ہونا مقدر نہیں، پس فرزوق شرمندہ ہو گیا اور اس نے آپ سے ملنے کا ارادہ کرلیا اور اس کے دل پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا اثر ہوا، پھر میں نے انبیاء اور ان کے قتل کو یاد کیا تو اس بات سے مجھے آپ سے ملنے سے روک دیا اور جب اسے پتہ چلا کہ آپ قتل ہو گئے ہیں تو اس نے ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے لعنت کی اور ابن عمرو کہا کرتا تھا خدا کی قسم درخت کھجور اور چھوٹا بچہ بالغ نہیں ہوگا کہ یہ امر اپنے کمال کو پہنچ جائے گا اور نمایاں ہو جائے گا اور حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے قول کہ تجھے ہتھیار سلام نہ کہے گا مقصد یہ ہے کہ وہ ہتھیار جس سے آپ کا قتل ہونا مقدر نہیں اور اس کے علاوہ بھی اس کے مفہوم بیان کیے گئے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آپ کا مقصد فرزوق سے مذاق کرنا تھا، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کسی چیز کی طرف توجہ دیئے بغیر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ ذات عرق میں اترے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب الوالبی نے بحوالہ علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتے ہیں جب ہم مکہ سے نکلے تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عون اور محمد کے ہاتھ ایک خط حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا:

اما بعد! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرے اس خط کو دیکھے بغیر واپس نہ ہوں، مجھے آپ کی

حالت پر رحم آتا ہے اس لیے کہ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بیخ کنی ہوگی اور اگر آج آپ ہلاک ہو گئے تو نور اسلام بجھ جائے گا بلاشبہ آپ ہدایت پانے والوں کے علم اور مومنین کی امید ہیں، روانگی میں جلدی نہ کیجیے میں بھی اپنے خط کے پیچھے آ رہا ہوں۔ والسلام

پھر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نائب مکہ عمرو بن سعید کے پاس گئے اور اسے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھو جس میں انہیں امان دو، اور انہیں نیکی اور حسن سلوک کی تمنا دلاؤ اور اپنے خط میں انہیں اعتبار دلاؤ اور ان سے واپسی کا مطالبہ کرو تا کہ اس بات سے مطمئن ہو کر واپس آ جائیں۔ عمرو نے آپ سے کہا آپ جو چاہتے ہیں میری طرف سے لکھ دیں اور خط کو میرے پاس لے آئیں میں اس پر مہر لگا دوں گا۔ حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید کی زبان سے وہ کچھ لکھا جو عبداللہ نے چاہا، پھر خط کو عمرو کے پاس لائے تو اس نے اپنی مہر سے اس مہر لگا دی اور عبداللہ نے عمرو بن سعید سے کہا میرے ساتھ اپنا امان بھی بھیج دیجیے تو اس نے ان کے ساتھ اپنے بھائی یحیٰ کو بھیج دیا تو وہ دونوں واپس چلے گئے حتیٰ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور آپ کو خط پڑھ کر سنایا تو آپ نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جسے میں کر گزرنے والا ہوں، ان دونوں نے کہا، وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں وہ خواب کسی ایک کو ضرور بتاؤں گا حتیٰ کہ اپنے رب سے جا ملوں گا۔

ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قیس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے حتیٰ کہ ذوالرمۃ وادی کی بلند جگہ پر پہنچ گئے جس کے بیچ میں پست جگہ تھی اور آپ نے قیس بن مسہر الصیداوی کو اہل کوفہ کے پاس بھیجا اور اسے ان کی طرف خط لکھ کر دیا۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے مومنین اور مسلمین بھائیوں کی طرف

تم پر سلامتی ہو میں تمہارے ساتھ مل کر اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! مسلم بن عقیل کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں انہوں نے مجھے تمہاری رائے کی عمدگی اور تمہارے سرداروں کے ہماری مدد پر متفق ہونے اور ہمارے حق کا مطالبہ کرنے کی اطلاع دی ہے، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ عمدہ طور پر ہمارا کام کر دے اور تم لوگوں کو اس کا بڑا اجر دے اور میں نے 8 ذوالحجہ یوم الترویہ کو بہ روز

منگل تمہاری طرف کوچ کیا ہے پس جب میرا ایلچی تمہارے پاس آئے تو اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھنا اور سنجیدہ رہنا اور میں انہی دنوں میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ ان شاء اللہ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت مسلم کا خط آپ کو قتل ہونے سے ستائیس راتیں پہلے ملا جس کا مضمون یہ تھا:

اما بعد! پیش رو اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا بلاشبہ سب اہل کوفہ آپ کے ساتھ ہیں، آپ جب میرے اس خط کو پڑھیں تو آ جائیں۔ والسلام علیکم

راوی بیان کرتا ہے کہ قیس بن مسہر الصیداوی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط لے کر کوفہ آیا اور جب وہ قادسیہ پہنچا تو حصین بن نمیر ثقفی نے اسے پکڑ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھجوا دیا۔ ابن زیاد نے اسے کہا محل کی چوٹی پر چڑھ کر کذاب بن کذاب علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے حسین کو گالیاں دو، اس نے چڑھ کر اللہ کی حمد وثنا کی پھر کہا اے لوگو، بلاشبہ یہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ اللہ کی مخلوق کا بہترین آدمی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہے اور میں تمہاری طرف اس کا ایلچی ہوں اور میں وادی ذوالرمۃ کی بلند جگہ سے آپ سے جدا ہو رہا ہوں، انہیں جواب دو اور ان کی سمع واطاعت کرو، پھر اس نے عبید اللہ بن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی، پھر ابن زیاد کے حکم سے اسے محل کی چوٹی سے گرا دیا گیا اور وہ لخت لخت ہو گیا بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس میں زندگی کے آخری سانس باقی رہ گئے اور عبد الملک بن عمری البجلی نے اس کے پاس جا کر اسے قتل کر دیا اور کہنے لگا میں نے اسے تکلیف سے آرام دینا چاہا ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ شخص عبد الملک بن عمر کے مشابہ تھا وہ خود نہیں تھا اور ایک روایت میں کہ جو شخص حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط لایا تھا وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا رضائی بھائی عبد اللہ بن یقطر تھا، پس اسے محل کی چوٹی سے گرا دیا گیا۔ واللہ اعلم

پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف چلنے لگے اور جو واقعات ہو چکے تھے ان کے متعلق آپ کو کچھ علم نہ تھا، ابو مخنف نے ابو علی انصاری سے ابحوالہ بکر بن مصعف مزنی بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عرب کے جس پانی کے پاس سے گذرتے وہ آپ کا پیچھا کرتا، ابو مخنف نے عن ابی خباب عن عدی بن حرملہ عن عبد اللہ بن سلیم والمنذر بن المشمعل الاسدیین بیان کیا ہے وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حج ادا کر چکے تو ہمارا

صرف یہی ارادہ تھا کہ ہم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملیں اور ہم ان سے جا ملے اور آپ بنی اسد کے ایک شخص کے پاس سے گزرے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو کرنی چاہی اور ان سے پوچھنا چاہا پھر آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور ہم نے اس شخص کے پاس آ کر اس سے لوگوں کے حالات پوچھے تو اس نے کہا قسم بخدا میں اس وقت کوفہ سے نکلا ہوں جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا گیا اور میں نے ان دونوں کو دیکھا انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر بازار میں گھسیٹا جا رہا ہے، وہ دونوں بیان کرتے ہیں ہم نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انہیں اطلاع دی تو آپ بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، ہم نے آپ سے کہا اپنے بارے میں اللہ سے ڈریئے آپ نے فرمایا ان دونوں کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں، ہم نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب کیا ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے آپ سے کہا خدا کی قسم آپ مسلم بن عقیل کی مانند نہیں، اگر آپ کوفہ آتے تو لوگ بہت سرعت کے ساتھ آپ کے پاس آتے اور دوسروں نے بیان کیا کہ جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کا سنا تو اس موقع پر بنو عقیل بن ابی طالب اٹھ کھڑے ہوئے او کہنے لگے خدا کی قسم ہم اپنا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے یا ہم وہ مزہ چکھیں گے جو ہمارے بھائی نے چکھا ہے، پس حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چل پڑے اور جب آپ زرود مقام پر پہنچے تو آپ کو اس شخص کے قتل کی اطلاع ملی جسے آپ نے مکہ سے نکلنے کے بعد وادی ذوالرمۃ کی بلند جگہ پر پہنچ کر اپنا خط دے کر اہل کوفہ کے پاس بھیجا تھا اور آپ نے فرمایا ہمارے پیروکاروں نے ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے پس جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہتا ہے وہ واپس چلا جائے اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور نہ ہماری طرف سے اس پر کوئی ذمہ داری ہوگی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ لوگ آپ کو چھوڑ کر دائیں بائیں منتشر ہو گئے اور آپ اپنے ان اصحاب میں باقی رہ گئے جو مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے اور آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ نے خیال کیا کہ جن اعراب نے آپ کی اتباع کی ہے انہوں نے صرف اس لیے آپ کی اتباع کی ہے کہ آپ اس شہر میں جائیں گے جس کے باشندے آپ کی اطاعت میں مستقیم ہوں گے پس آپ نے اپنے ساتھ ان کے چلنے کو پسند نہ کیا۔ سوائے اس کے کہ انہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ جب آپ ان کے سامنے حقیقت حال کی وضاحت کریں گے تو آپ کی مصاحبت وہی شخص کرے گا جو موت میں آپ کی ہمدردی کرنا چاہتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے جب سحر ہوئی تو آپ

نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ بکثرت پانی پی لیں پھر آپ چل پڑے حتیٰ کہ وادی عقبہ سے گزرے اور وہاں اتر پڑے۔

اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر بن سلیمان نے بحوالہ یزید الرشک ہم سے بیان کیا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالمشافہ بات کرنے والے نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے بیابان میں خیمے لگے دیکھے میں نے پوچھا یہ کس کے خیمے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیمے ہیں، راوی بیان کرتا ہے میں آپ کے پاس آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیخ قرآن پڑھ رہا ہے اور اس کے رخساروں اور داڑھی پر اشک رواں ہیں، میں نے پوچھا اے پسر دختر رسول! آپ کو اس علاقے اور بیابان میں جہاں کوئی شخص موجود نہیں کس نے اتارا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ خطوط اہل کوفہ نے مجھے لکھے ہیں اور میں انہیں اپنا قاتل پاتا ہوں اور جب وہ ایسا کریں گے تو وہ خدا تعالیٰ کی ہر حرمت کی بے حرمتی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کردے گا جو ان کو ذلیل کرے گا اور وہ لونڈی کی اوڑھنی سے بھی ذلیل تر ہو جائیں گے۔

اور علی بن محمد نے حسن بن دینار سے بحوالہ معاویہ بن قرہ ہمیں بتایا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم بخدا وہ مجھ پر زیادتی کریں گے جیسے بنی اسرائیل نے سبت کے بارے میں زیادتی کی تھی اور علی بن محمد نے حوالہ جعفر بن سلیمان الضبعی ہم سے بیان کیا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خدا کی قسم جب تک وہ میرے پیٹ سے اس لوتھڑے کو باہر نہ نکال لیں مجھے نہیں چھوڑیں گے اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کردے گا جو انہیں ذلیل کردے گا حتیٰ کہ وہ لونڈی کی اوڑھنی سے بھی ذلیل تر ہو جائیں گے۔ پس آپ 10 محرم سن 61 ہجری کو نینویٰ کے مقام پر قتل ہو گئے اور یعقوب بن سفیان کیا ہے کہ ابوبکر الحمیدی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ شہاب بن خراش نے اپنی قوم کے ایک شخص کے حوالے سے ہم سے بیان کیا وہ بیان کرتا ہے میں اس فوج میں شامل تھا جسے ابن زیاد نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا، میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے آپ کو سیاہ سر اور سیاہ ریش پایا میں نے آپ سے کہا اے ابوعبداللہ السلام علیک آپ نے وعلیک السلام فرمایا اور اس میں گنگناہٹ تھی۔ نیز فرمایا آج شب تم میں چوروں نے رات بسر کی ہے، شہاب کا بیان ہے میں نے یہ بات حضرت زید بن علی سے بیان کی تو آپ حیران رہ گئے اور ان میں بھی گنگناہٹ تھی، سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ حسینیوں میں گنگناہٹ تھی۔

ابومخنف نے بحوالہ ابوخالد الکاہلی بیان کیا ہے کہ جب صبح کو سواروں نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ تو ہی ہے غم و رنج میں میرے لیے قابل بھروسہ اور ہر سختی میری امید ہے اور تو ہر نازل ہونے والے امر میں میرے لیے سامان اور بھروسہ کے قابل ہے اور کتنے ہی غم ہیں جن میں دل کمزور ہو جاتا ہے اور حیلہ کم ہو جاتا ہے اور ان میں دوست مدد چھوڑ دیتا ہے اور دشمن خوش ہوتا ہے پس میں نے انہیں تیرے سامنے پیش کیا اور دوسرے سے بے نیاز ہو کر تیرے پاس ان کی ہر شکایت کی، پس تو نے انہیں دور کر دیا اور تو نے مجھے ان کے مقابلہ میں کفایت کی، پس تو میرے لیے ہر نعمت کا منتظم اور ہر نیکی کا مالک اور ہر غایت کا منتہا ہے اور ابوعبید القاسم بن سلام نے بیان کیا ہے کہ حجاج بن محمد نے ابومعشر سے اس کے بعض مشائخ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب وہ کربلا میں اترے تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس زمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کربلا، آپ نے فرمایا کرب اور بلا، اور عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اے عمر مجھے تین باتوں میں سے ایک بات کے انتخاب کرنے کا اختیار دو، یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جیسے آیا ہوں ویسے ہی واپس چلا جاؤں اور اگر تو اس بات کو تسلیم نہ کرے تو مجھے یزید کے پاس لے جا اور میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دوں اور جو مناسب سمجھے میرے بارے میں فیصلہ کرے اور اگر تو یہ بات بھی تسلیم نہ کرے تو مجھے ترکوں کے پاس بھیج دے کہ میں ان سے جنگ کروں حتیٰ کہ مر جاؤں، اس نے یہ باتیں ابن زیاد کو پہنچا دیں اور اس نے آپ کو یزید کے پاس بھجوانے کا ارادہ کیا تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا جب تک یہ تمہارا فیصلہ نہ مانیں انہیں یزید کی طرف نہیں بھجوایا جائے گا۔ پس اس نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچا دی تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا اور عمر نے آپ سے جنگ کرنے میں دیر کر دی اور ابن زیاد نے شمر بن الجوشن کو بھیجا اور اسے کہا اگر عمر آگے بڑھے تو جنگ کرو گرنہ اسے قتل کر کے اس کی جگہ سنبھال لینا میں نے امارت کو تمہارے سپرد کر دیا ہے اور عمر کے ساتھ اہل کوفہ کے تقریباً تیس سردار تھے انہوں نے اسے کہا، پسر دختر رسول تمہارے سامنے تین باتیں پیش کر رہا ہے تم ان میں سے کوئی بات بھی قبول نہیں کرتے؟ پس وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے لگا۔

ابوزرعہ نے بیان کیا ہے کہ سعید بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا ہے کہ عباد بن العوام نے بحوالہ حصین ہم سے

بیان کیا کہ میں نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی کیفیت کو دیکھا وہ بیان کرتا ہے کہ سعید بن عبیدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ دھاری دار جبہ پہنے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے جسے عمرو بن خالد الطہر ی کہا جاتا تھا آپ کو تیر مارا اور میں نے اس تیر کو آپ کے جبہ کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا اور ابن جریری نے بیان کیا ہے کہ محمد بن عمر الرازی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ سعید بن سلیمان نے مجھ سے بیان کیا کہ عباد بن العوام نے ہم سے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہیں اور آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا اور اس نے حضرت مسلم کا واقعہ اس کو اس طرح بیان کیا ہے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حصین نے بیان کیا ہے کہ بلال بن یساف نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن زیاد نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ واقصہ کے درمیانی علاقہ سے شام کے راستے تک اور شام سے بصرہ کے راستے تک حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں اور نہ کسی کو اندر آنے دیں اور نہ باہر جانے دیں۔

اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ کو کچھ معلوم ہی نہیں تھا حتیٰ کہ آپ نے اعراب کے پاس آ کر ان سے لوگوں کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ آپ نہ اندر داخل ہو سکتے ہیں اور نہ باہر جا سکتے ہیں، راوی بیان کرتا ہے آپ یزید بن معاویہ کی طرف چل پڑے تو کربلا کے مقام پر سوار آپ سے آ ملے اور آپ ان کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیتے ہوئے اتر پڑے، راوی بیان کرتا ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن نمیر کو آپ کے پاس بھیجا اور آپ نے ان کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیا کہ وہ آپ کو امیر المومنین یزید کے پاس لے جائیں اور وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دیں گے انہوں نے آپ سے کہا ایسا نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ آپ ابن زیاد کے فیصلہ کو تسلیم کریں اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان میں حر بن یزید حنظلی ثم نہشلی بھی سواروں کا سالار تھا، جب اس نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اس نے انہیں کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کیا تم ان لوگوں کی باتوں کو قبول نہیں کرو گے جو وہ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں، خدا کی قسم اگر ترک اور دیلم تم سے یہ مطالبہ کرتے تو ان کو واپس کرنا تمہارے لیے جائز نہ ہوتا مگر انہوں نے ابن زیاد کے فیصلے کے سوا اور فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا، پس اس نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ ان کے ساتھ جنگ کرنے آیا ہے اور جب وہ ان کے نزدیک ہوا تو اس نے اپنی ڈھال کو پلٹ دیا

اورانہیں سلام کہا پھر اس نے ابن زیاد کے اصحاب پر حملہ کر دیا اور ان میں سے دو آدمیوں کو قتل کر دیا پھر خود قتل ہو گیا۔

اس نے بیان کیا ہے کہ زہیر بن القین البجلی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا اور وہ حاجی تھا، پس وہ آپ کے ساتھ آیا اور ابن ابی مخرمہ اور دو اور اشخاص عمرو بن الحجاج اور معن السلمی اس کے پاس آئے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس شخص کے ساتھ گفتگو کرنے آئے جسے ابن زیاد نے آپ کے پاس بھیجا تھا اور آپ دھاری دار جبہ زیب تن کیے ہوئے تھے۔ جب آپ ان سے گفتگو کر چکے تو واپس لوٹے اور بنی تمیم کے ایک شخص نے جسے عمرو الطہری کہا جاتا تھا' نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تیر مارا اور میں نے اس تیر کو آپ کے کندھوں کے درمیان آپ کے جبہ کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھ رہا ہوں، پس جب انہوں نے آپ کی بات نہ مانی تو آپ اپنے میدان کارزار کی طرف واپس آ گئے اور میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ تقریباً ایک سو آدمی تھے، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلب کے پانچ اور بنی ہاشم کے سولہ اور بنی سلیم کا ایک شخص جوان کا حلیف تھا اور بنی کنانہ کا ایک شخص جوان کا حلیف تھا اور ابن زیاد کا عم زاد شامل تھے۔

اور حصین نے بیان کیا ہے کہ سعید بن عبیدہ نے مجھ سے بیان کیا ہم عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں نہا رہے تھے کہ اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اس سے سرگوشی کی اور اس نے اس سے کہا، ابن زیاد نے تمہاری طرف جویریہ بن بدر تمیمی کو بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ اگر تو نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہ کی تو بہ تجھے قتل کر دے اور راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اٹھ کر اپنے گھوڑے کے پاس گیا اور اس پر سوار ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ہتھیار منگوا کر پہنے اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور لوگوں کے ساتھ ان کی طرف گیا اور انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ابن زیاد کے پاس لا کر اس کے سامنے رکھا گیا اور وہ اپنی چھڑی کو آپ کی ناک پر رکھ کر کہنے بلاشبہ ابو عبداللہ سیاہ وسفید بالوں والے ہیں، راوی بیان کرتا ہے اور آپ کی بیویوں، بیٹوں اور اہل کو بھی لایا گیا، راوی بیان کرتا ہے اس نے سب سے اچھا کام کیا کہ ان کے لیے ایک فرودگاہ کا حکم دیا جو ایک الگ تھلگ جگہ پر تھی اور ان کی رسد جاری کر دی اور ان کے لیے لباس اور اخراجات کا حکم دیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ان میں سے دو لڑکوں نے جو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یا ابن ابی جعفر کی اولاد میں سے تھے، آ ک کرطی قبیلہ کے ایک شخص کی پناہ لی تو اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان دونوں کے سر لا کر ابن زیاد کے سامنے رکھ دیئے۔ ابن زیاد نے بھی اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور

اس کے حکم سے اس کے گھر کو منہدم کر دیا گیا، راوی بیان کرتا ہے مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے غلام نے بتایا کہ جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لا کر یزید کے سامنے رکھا گیا تو میں نے اسے روتے اور کہتے دیکھا کہ اگر ابن زیاد اور ان کے درمیان قرابت ہوتی تو ابن زیاد یہ نہ کرتا۔ حصین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو وہ دو یا تین ماہ ٹھہرے یوں معلوم ہوتا تھا کہ طلوع آفتاب کے وقت دیواریں خون سے لتھڑ جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ بلند ہو جاتا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ لوذان نے مجھ سے بیان کیا کہ عکرمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کے ایک چچا نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے اسے بتایا تو اس نے آپ سے کہا، میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ واپس نہ لوٹے تو خدا کی قسم آپ کے آگے جو لوگ ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی آپ کا دفاع نہ کرے گا اور نہ آپ کے ساتھ مل کر جنگ کرے گا اور قسم بخدا آپ نیزوں اور تلواروں کے پاس جا رہے ہیں اور جن لوگوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے کاش وہ آپ کو جنگ کے اخراجات سے کفایت کرتے اور اشیاء کو آپ کے لیے درست کر دیتے پھر اس کے بعد آپ ان کے پاس آتے اور یہ ایک مشورہ ہے اور اس صورت میں میں آپ کو کچھ نہیں دیکھتا، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا جو تو نے بیان کیا اور دیکھا مجھے پر مخفی نہیں لیکن اللہ اپنے امر میں مغلوب نہیں ہوتا پھر آپ کوفہ جانے کے لیے کوچ کر گئے اور خالد بن العاص نے کہا:

بہت سے خیر خواہ دھوکہ دیتے ہیں اور ہلاک کرتے ہیں اور غیب پر بدگمانی کرنے والا خیر خواہ کو پا لیتا ہے اور اس سال عمرو بن سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کروایا اور وہ یزید کی طرف سے مدینہ اور مکہ کا گورنر تھا اور یزید نے مدینہ کی امارت سے ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا اور عمرو بن سعید کو اس سال مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ و اللّٰه سبحانه و تعالٰی اعلم۔

61 ہجری سال کا آغاز ہوا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اقرباء اور اصحاب کے ساتھ مکہ اور عراق کے درمیان کوفہ کی طرف رواں دواں تھے اور مشہور قول کے مطابق جسے واقدی اور کئی مؤرخین نے صحیح قرار دیا ہے آپ اس سال کے محرم کی دس تاریخ کو قتل ہو گئے اور بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ اس سال کے صفر میں قتل ہوئے مگر پہلا قول اصح ہے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل

یہ بیان اس شان کے ائمہ سے ماخوذ ہے نہ کہ جس طرح اہل تشیع کا جھوٹا گمان ہے

ابومخنف نے عن ابی خباب عن عدی بن حرملہ عن عبداللہ بن سلیم والمذری بن المشمعل الاسدیین نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور جب شرف میں اترے تو آپ نے اپنے نوجوانوں سے بہ وقت سحر کہا کہ زیادہ سے زیادہ پانی جمع کرلو پھر وہ دن کے شروع میں روانہ ہوگئے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو تکبیر کہتے سنا اور آپ نے اسے کہا تم نے کس وجہ سے تکبیر کہی ہے؟ اس نے کہا میں نے نخیلہ کو دیکھا ہے، اسد قبیلہ کے دونوں آدمیوں نے اسے کہا اس جگہ سے کسی شخص نے نخیلہ کو نہیں دیکھا، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، تم دونوں کی رائے میں اس نے کیا دیکھا ہے اور ان دونوں نے کہا یہ سوار آگئے ہیں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہمارے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں کہ ہم اسے پس پشت رکھیں اور ایک جانب سے لوگوں کا سامنا کریں؟ ان دونوں نے کہا ہاں ذوجسم جگہ ہے پس آپ نے اس کی طرف جانے کے لیے بائیں جانب کو اختیار کیا اور اتر پڑے اور آپ کے حکم سے خیمے لگادیے گئے اور حر بن یزید تمیمی کے ساتھ ایک ہزار سوار آگئے اور وہ اس فوج کے ہراول تھے جسے ابن زیاد نے بھیجا تھا اور دوپہر کے وقت آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب عمامے باندھے ہوئے اور اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے تھے، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ پانی سے سیراب ہوجائیں اور اپنے گھوڑں کو پانی پلائیں اور اپنے دشمنوں کے گھوڑوں کو بھی پانی پلائیں، ابومخنف اور دیگر مؤرخین نے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ جب ظہر کا وقت ہوا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے حجاج بن مسروق نے اذان دی پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ایک تہبند، چادر اور دو جوتوں کے ساتھ باہر نکلے اور آپ نے اپنے اصحاب اور اپنے دشمنوں سے خطاب کیا اور یہاں آنے کے متعلق ان کے سامنے عذر پیش کیا کہ اہل کوفہ نے آپ کو لکھا ہے کہ ان کا کوئی امام نہیں ہے اور گر آپ ہمارے پاس آئیں تو ہم آپ کی بیعت کریں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ پھر نماز کھڑی ہوگئی تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حر سے فرمایا آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھانا چاہتے ہیں اس نے کہا نہیں، آپ نماز پڑھیے ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے پس حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں نماز پڑھائی پھر آپ اپنے خیمے میں آگئے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کے پاس جمع ہوگئے اور حر اپنی

فوج کے پاس واپس چلا گیا اور سب اپنی اپنی جگہ تیار تھے اور جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں نماز پڑھائی پھر واپس چلے گئے اور آپ نے ان سے خطاب کیا اور انہیں سمع و اطاعت کرنے اور ان دشمن لے پالکوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دی جو تم میں ظلم کو روا رکھے ہوئے ہیں، حر نے آپ سے کہا، ہمیں معلوم نہیں یہ خط کیسے ہیں اور انہیں کس نے لکھا ہے، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خطوط کے دو بھرے ہوئے تھیلے پیش کیے اور انہیں اس کے سامنے بکھیر دیا اور اس نے ان میں سے کچھ خطوط پڑھے، حر نے کہا ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم آپ سے ملیں تو آپ سے الگ نہ ہوں حتیٰ کہ ہم آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے آئیں۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات سے موت زیادہ نزدیک ہے پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

سوار ہو جاؤ، پس وہ سوار ہو گئے اور عورتیں بھی سوار ہو گئیں اور جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو وہ لوگ آپ کے درمیان اور واپسی کے درمیان حائل ہو گئے، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حر سے فرمایا تیری ماں تجھے کھو دے تو کیا چاہتا ہے، حر نے آپ سے کہا خدا کی قسم اگر عربوں میں سے آپ کے سوا کوئی اور شخص یہ بات کہتا اور وہ آپ جیسی حالت میں ہوتا تو میں اس سے قصاص لیتا اور اس کی ماں کو نہ چھوڑتا، لیکن ہمیں مقدور بھر احسن رنگ میں آپ کی ماں کا ذکر کرنے کے سوا چارہ نہیں اور لوگوں نے باہم سوالات و جوابات کیے تو حر نے آپ سے کہا مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے الگ نہ ہوں حتیٰ کہ آپ کوفہ میں ابن زیاد کے پاس پیش کر دوں اور جب آپ کو اس بات کے ماننے سے انکار ہے تو ایسا راستہ اختیار کریں جو آپ کو نہ کوفہ لے جائے اور نہ مدینہ واپس لے جائے اور اگر آپ چاہیں تو میں ابن زیاد کو خط لکھ دیتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم لے آئے جس میں آپ کے معاملہ مبتلا ہونے کی بجائے میرے لیے عافیت کا سامان ہو، راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے العذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں طرف کو اختیار کر لیا اور حر بن یزید آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور آپ سے کہہ رہا تھا اے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میں آپ کو آپ کی جان کے بارے میں اللہ کا نام یاد دلاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو آپ قتل ہو جائیں گے اور اگر آپ سے جنگ کی گئی تو میرے خیال میں ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ لیکن میں اوس قبیلے

کے شخص کی طرح جس نے اپنے عمزاد سے کہا تھا، کہتا ہوں وہ اسے ملا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کو جا رہا تھا اور اس نے کہا تو کہاں جا رہا ہے بلاشبہ تو قتل ہونے والا ہے؟ اس نے کہا:

میں ابھی جاؤں گا اور جب نوجوان حق کی نیت کرے اور مسلمان ہو کر جہاد کرے تو موت اس کے لیے عار نہیں اور اپنی جان سے صالح مردوں کی ہمدردی کرے اور اس خوف کو چھوڑ دے کہ وہ زندہ رہے گا اور ذلیل ہوگا۔

ان اشعار کو ایک اور طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔

میں ابھی مر جاؤں گا اور جب نوجوان حق کی نیت کرے اور وہ مجرم نہ ہو تو موت اس کے لیے عار نہیں، پس اگر تو مر گیا تو میں پشیمان نہ ہوں گا اور اگر تو زندہ رہا تو دردمند نہ ہوں گا تیرے لیے یہی موت کافی ہے کہ تو ذلیل وخوار ہو۔

جب حر نے آپ سے یہ اشعار سنے تو آپ سے ایک طرف ہو گیا اور اپنے اصحاب کے ساتھ آپ سے ایک طرف ہو کر چلنے لگا پس وہ عذیب الہجانات تک پہنچ گئے اور جب چار آدمیوں نے سفر کیا جو کوفہ سے اپنی سواریوں پر دو گام چلتے ہوئے اور نافع بن ہلال کے گھوڑے کو جسے الکامل کہا جاتا تھا کوتل بنا کر آئے، وہ کوفہ سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے راہنما جسے الطرماح بن عدی کہا جاتا تھا، گھوڑے پر سوار تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔

اے میری ناقہ! میری ڈانٹ سے خوف نہ کر اور بہترین سوار کے ساتھ اور بہترین سفر میں طلوع فجر سے قبل تیز تیز چل یہاں تک کہ تو کریم الاصل بزرگ شریف اور کشادہ سینے والے شخص کے پاس جا اترے جسے اللہ تعالیٰ بہترین کام کے لیے لایا ہے وہاں وہ اسے ہمیشہ زندہ رکھے۔

حر نے چاہا کہ وہ ان کے درمیان اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو جائے مگر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اس بات سے روکا اور جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے پوچھا مجھے اپنے پچھلے لوگوں کے متعلق بتاؤ تو ان چاروں میں سے ایک شخص مجمع بن عبداللہ عامری نے آپ سے کہا سرداران قوم آپ کی عداوت پر متحد ہیں اس لیے کہ انہیں بڑی رشوت دی گئی ہے اور ان کے تھیلوں کو بھر دیا گیا ہے، اس سے ان کی محبت اور خیر خواہی کو حاصل کیا گیا ہے پس وہ سب آپ کے عداوت پر متحد ہیں اور بقیہ لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور کل ان کی تلواریں آپ کے خلاف سونپی گئی ہوں گی آپ نے فرمایا کیا تمہیں میرے ایلچی کے متعلق کوئی علم ہے؟ انہوں نے پوچھا آپ کا ایلچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا قیس بن مسہر الصیداوی انہوں نے کہا ہاں پس ابن نمیر نے

اسے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھجوا دیا ہے اور ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے باپ پر لعنت کرتے تو اس نے آپ کی اور آپ کے باپ کی تعریف کی اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی مدد کرنے کی دعوت دی اور انہیں آپ کی آمد کی اطلاع دی تو ابن زیاد کے حکم سے اسے محل کی چوٹی سے پھینک دیا گیا اور وہ مر گیا، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ نے یہ آیت فمنهم من قضٰى نحبه و منهم من ينتظر پڑھی یعنی ان میں سے کچھ فوت ہو گئے ہیں اور کچھ منتظر ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ جنت ان کا وہ ٹھکانہ بنا دے اور ہمیں اور انہیں اپنی رحمت کے ٹھکانے اور اپنے ثواب کی جمع شدہ مرغوب اشیاء میں اکٹھا کر دے، پھر الطرح ماح بن عدی نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا دیکھئے آپ کے ساتھ کیا ہے؟ میں آپ کے ساتھ اس چھوٹے سے گروہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھ رہا اور جن لوگوں کو میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا دیکھ رہا ہوں وہ آپ کے ساتھیوں کے ہم پلہ ہیں اور یہ کیسے ہو گا جب کہ کوفہ کا بیرونی علاقہ گھوڑوں اور فوجوں سے بھرا ہوا ہے جو ضرور آپ کا قصد کریں گے۔ میں آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ کے بس میں ہے تو ایک بالشت بھی ان کے طرف نہ بڑھیں اور ایسا ہی کیجیے اور اگر آپ نے کسی شہر میں اترنے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کو غسان وحمیر کے بادشاہوں اور نعمان بن المنذر اور اسود احمر سے بچائے گا۔ قسم بخدا اگر کبھی ہمیں ذلت نے آ لیا تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ حتیٰ کہ آپ کو پستی میں اتاروں گا پھر آپ طی کے باجا اور سلمی کے مردوں کی طرف پیغام بھیجنا پھر جو معلوم ہوا اس کے مطابق ہمارے ساتھ قیام کرنا۔ میں دس ہزار طائیوں کا سردار ہوں جو آپ کے آگے اپنی تلواروں سے شمشیر زنی کریں گے، خدا کی قسم وہ کبھی آپ تک نہ پہنچ سکیں گے اور ان کی آنکھ دیکھ لے گی، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ مگر آپ جس بات کے درپے تھے اس سے رجوع نہ کیا تو الطرماح نے آپ کو الوداع کہا اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چلتے بنے اور جب رات ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق پانی جمع کر لیں۔ پھر آپ رات کو چلے اور اپنے سفر میں آپ کو اونگھ آ گئی حتیٰ کہ آپ کا سر جھٹکے کھانے لگا اور آپ انا للہ وانا الیہ راجعون اور الحمد للہ رب العالمین کہتے ہوئے بیدار ہو گئے پھر آپ نے فرمایا میں نے گھوڑے پر ایک سوار دیکھا ہے جو کہہ رہا ہے کہ لوگ چل رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف چل رہی ہیں پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ہماری جانیں ہیں جن کی موت کی خبر ہمیں دی گئی ہے۔ جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے اپنے

اصحاب کو نماز پڑھائی اور جلدی سے سوار ہو گئے پھر اپنے سفر میں بائیں طرف ہو گئے یہاں تک کہ نینوا پہنچ گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار کمان کندھے پر رکھے کوفہ سے آیا ہے اور اس نے حر بن یزید کو سلام کیا ہے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہیں کہا اور اس نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

وہ سفر میں عراق تک کسی بستی اور قلعہ میں اترے بغیر برابر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کے ایلچی اور اس کی فوجیں اس کے پاس آ جائیں اور یہ 2 محرم 61 ہجری جمعرات کا روز تھا۔ اور جب دوسرا دن ہوا تو عمر بن سعد چار ہزار فوج کے ساتھ آیا اور ابن زیاد نے اسے ان لوگوں کے ساتھ دیلم کی طرف بھیجا تھا، اور وہ کوفہ کے باہر خیمہ زن ہو گیا۔ اور جب انہیں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آیا تو اس نے اسے کہا ان کی طرف روانہ ہو جا اور جب تو ان سے فارغ ہو جائے تو دیلم کی طرف چلے جانا، عمر بن سعد نے اس سے اس بات کی معافی چاہی تو ابن زیاد نے اسے کہا اگر تو چاہے تو میں تجھے معاف کر دیتا ہوں اور ان شہروں کی حکومت سے تجھے معزول کر دیتا ہوں جن پر میں نے تجھے حاکم بنایا ہے، اس نے کہا: ذرا مجھے اپنے معاملے میں غور و فکر کر لینے دو اور وہ جس شخص سے بھی مشورہ کرتا وہ اسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے روکتا۔ حتیٰ کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے بچنا تو اپنے رب کی نافرمانی کرے گا اور اپنی قرابت کو قطع کرے گا خدا کی قسم اگر تو ساری زمین کی حکومت سے بے دخل ہو جائے تو یہ بات خونِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی نسبت تجھے زیادہ محبوب ہونی چاہیے۔ اس نے کہا میں ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

پھر عبید اللہ بن زیاد نے اسے عزل و قتل کی دھمکی دی تو وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا اور اس مقام پر آپ سے جنگ کی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، پھر اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایلچی بھیجے کہ آپ کیوں آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا اہل کوفہ نے مجھے خط لکھے ہیں کہ میں ان کے پاس آؤں، پس اب جب انہوں نے مجھے ناپسند کیا ہے تو میں مکہ واپس چلا جاتا ہوں اور تم کو چھوڑ دیتا ہوں، جب عمر بن سعد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے گا اور اس نے یہ بات ابن زیاد کو بھی لکھ بھیجی، ابن زیاد نے اسے جواب دیا کہ ان کے اوپر اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ جیسا کہ پرہیزگار، پاکباز مظلوم امیر المومنین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پیشکش کرو کہ وہ امیر المومنین یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں تو یہی ہماری رائے ہے، اور عمر بن سعد کے اصحاب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو پانی سے روکنے لگے اور ان کے ایک دستے کا سالار عمرو بن الحجاج تھا آپ نے ان کے لیے پیاس کی بددعا کی تو وہ شدت پیاس سے مر گیا۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں فوجوں کے درمیان آپ سے ملاقات کرے اور دونوں میں سے ہر ایک تقریباً بیس سواروں کے ساتھ آیا اور دونوں نے طویل گفتگو کی حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ دونوں نے کیا بات کی ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ آپ اس کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس شام چلے جاتے ہیں اور دونوں فوجوں کو مقابل میں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، عمر نے کہا اس صورت میں ابن زیاد میرے گھر کو منہدم کر دے گا، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسے تیرے لیے اس سے بھی خوبصورت رنگ میں تعمیر کر دوں گا، اس نے کہا وہ میری جاگیر کو ضبط کر لے گا، آپ نے فرمایا میں تجھے اپنے حجازی مال سے اس جاگیر سے بھی بہتر عطا کروں گا، راوی بیان کرتا ہے عمر بن سعد نے اس بات کو پسند نہ کیا اور بعض مؤرخین کا قول ہے کہ آپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ یا تو وہ یزید کے پاس چلے جاتے ہیں یا وہ حجاز واپس چلے جاتے ہیں یا کسی سرحد پر جا کر ترکوں سے جنگ کرتے ہیں، عمر نے عبید اللہ کی طرف یہ باتیں لکھ بھیجیں تو اس نے کہا بہت اچھا میں انہیں قبول کرتا ہوں، پس شمر بن ذی الجوشن اٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ آپ کے اصحاب تمہارے حکم کو قبول کریں پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے اطلاع ملی ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ابن سعد دونوں کی فوجوں کے درمیان بیٹھ کر رات کا اکثر حصہ باہم گفتگو کرتے رہے ہیں، ابن زیاد نے اسے کہا: تمہاری رائے بہت اچھی ہے۔

اور ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن جندب نے بحوالہ عقبہ بن سمعان مجھ سے بیان کیا کہ میں مکہ سے قتل کے وقت تک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں اور قسم بخدا آپ نے میدان کارزار میں جو بات بھی کی ہے میں نے اسے سنا ہے اور آپ نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ آپ یزید کے پاس جاتے ہیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور نہ ہی آپ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ آپ کسی سرحد کی طرف چلے جاتے ہیں بلکہ آپ نے دو باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کیا ہے کہ یا تو وہ جہاں سے آئے ہیں وہاں واپس چلے جاتے ہیں اور یہ وہ آپ کو وسیع و عریض زمین میں

جانے کے لیے چھوڑ دیں تاکہ وہ دیکھیں کہ لوگوں کی امارت ان کے پاس آتی ہے۔ پھر عبید اللہ نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیجا اور کہا اگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب میرے حکم کو قبول کر لیں تو فبہا وگرنہ عمر بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دو اور اگر وہ اس سے گریز کرے تو اسے قتل کر دینا پھر تم ہی لوگوں کے امیر ہو گے اور اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے میں سستی کرنے پر عمر بن سعد کو دھمکی آمیز خط لکھا اور اس نے اسے حکم دیا کہ اگر وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس نہ لایا تو وہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرے گا، بلاشبہ وہ مخالفین ہیں عبید اللہ بن ابی المحل نے اپنی پھوپھی ام البنین بنتِ حرام کے بیٹوں کے لیے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تھے امان طلب کی اور وہ عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان تھے، ابن زیاد نے انہیں پروانہ امان لکھ دیا اور عبید اللہ بن المحل نے اپنے غلام کرمان کے ہاتھ اسے بھیج دیا اور جب اس نے انہیں یہ پروانہ امان پہنچا دیا تو انہوں نے کہا ہم ابن سمیہ کی امان کے خواہاں نہیں اور ہم ابن سمیہ کے امان سے بہتر امان کی امید رکھتے ہیں اور جب شمر بن ذی الجوشن عبداللہ بن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا تو عمر نے کہا اللہ تیرے گھر کو تباہ کرے اور جو تو لایا ہے اس کا برا کرے۔ خدا کی قسم میں تجھے وہ شخص خیال کرتا ہوں جس نے اسے ان تین امور سے برگشتہ کر دیا ہے جن کا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا تھا اور میں نے انہیں اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ شمر نے اسے کہا مجھے بتاؤ تم کیا کرنے والے ہو کیا تو ان سے جنگ کرے گا یا مجھے اور ان کو چھوڑ دے گا۔ عمر نے اسے کہا نہیں تجھے عظمت حاصل نہ ہو میں اس کام کو سنبھال لوں گا اور اس نے اسے پیادوں کا سالار بنا دیا اور اس نے 9 محرم بروز جمعرات شام کو ان پر تیزی سے حملہ کیا اور شمر بن ذی الجوشن نے کھڑے ہو کر کہا: میرے بھانجے کہاں ہیں؟ تو سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے بیٹے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان رضی اللہ عنہم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا تم امان میں ہو۔ انہوں نے کہا اگر تو ہمیں اور پسر رسول کو امان دے تو فبہا ورنہ ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔

راوی بیان کرتا ہے: پھر عمر بن سعد نے فوج میں اعلان کیا اے اللہ کے سوار وسوار ہو جاؤ اور خوش خبری ہو، پس وہ سوار ہو گئے اور اسی دن کی نماز عصر کے بعد ان کی طرف دھیرے دھیرے بڑھے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے آگے اپنی تلوار کو گود میں رکھے بیٹھے تھے کہ آپ کو اونگھ آ گئی اور آپ کے سر کو جھٹکا لگا اور ہمشیرہ نے شور سنا تو قریب ہو کر آپ کو جگایا تو آپ اپنے سر کو پہلی حالت پر واپس لائے اور فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ

نے مجھے فرمایا تو بلاشبہ شام کو ہمارے پاس آئے گا تو اس نے اپنے چہرے پر تھپڑ مارا اور کہنے لگی ہائے میری ہلاکت آپ نے فرمایا اے ہمشیرہ آپ کے لیے ہلاکت نہیں پرسکون ہو جایئے۔ آپ پر رحمان رحم فرمائے گا اور آپ کے بھائی عباس بن علی نے آپ سے کہا اے میرے بھائی لوگ آپ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا ان کے پاس جاؤ اور پوچھو ان کی کیا مرضی ہے وہ تقریباً بیس سواروں کے ساتھ ان کے پاس گئے اور پوچھا تمہیں کیا ہے انہوں نے کہا امیر کا حکم آیا ہے یا تو تم ان کا حکم مان لو یا ہم تم سے جنگ کریں گے۔ عباس نے کہا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو میں جا کر ابو عبداللہ کو بتاتا ہوں۔ آپ واپس آ گئے اور آپ کے اصحاب کھڑے رہے اور وہ آپس کی گفتگو میں الٹ پھیر کرنے لگے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی کہتے تم کس قدر برے لوگ ہو۔ تم اپنے نبی ذریت اور اپنے زمانے کے بہترین لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر عباس بن علی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس سے ان کی طرف واپس گئے اور انہیں کہنے لگے ابو عبداللہ تمہیں کہتے ہیں کہ اس شام کو واپس چلے جاؤ تا کہ وہ آج شب اپنے معاملے میں سوچ بچار کر سکیں۔ عمر بن سعد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا تم امیر ہو اور رائے بھی تمہاری ہی ہے۔ عمرو بن الحجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا سبحان اللہ خدا کی قسم اگر دیلم کا کوئی شخص تم سے اس بات کا مطالبہ کرتا تو اس کا قبول کرنا ضروری ہوتا اور قیس بن اشعث نے کہا جو بات انہوں نے آپ سے پوچھی ہے اس کا جواب دو اور میری زندگی کی قسم کل صبح کو وہ تم سے ضرور جنگ کریں گے۔ یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور جب عباس واپس آئے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا واپس جا کر انہیں آج شام تک کے لیے واپس کر دو۔

آپ رضی اللہ عنہ کا عبادت الٰہی کے لیے ایک رات کا طلب کرنا

تا کہ ہم اس شب کو اپنے رب کی نماز پڑھ لیں اور اس سے دعا و استغفار کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اس کی نماز اور اس کی کتاب کی تلاوت اور دعا و استغفار کو پسند کرتا ہوں۔ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس شب اپنے اہل کو وصیت کی اور رات کے پہلے حصے میں اپنے اصحاب سے خطاب کیا اور اللہ کی حمد و ثناء کی اور فصیح و بلیغ عبارت میں اس کے رسول پر درود پڑھا اور اپنے اصحاب سے فرمایا جو شخص آج شب اپنے اہل کے پاس واپس جانا پسند کرتا ہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔ بلاشبہ دشمن کو صرف میں مطلوب ہوں مالک بن نصر نے کہا مجھ پر قرض ہے اور میرے عیال بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا آج کی رات نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے پس تم ایسے پازیب بنالو

اور تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑ لے۔ پھر تم اس رات کی تاریکی میں سطح زمین پر اپنے اپنے ممالک اور شہروں میں چلے جاؤ بلاشبہ دشمن کو میں ہی مطلوب ہوں۔ کاش وہ دوسروں کی تلاش سے غافل ہو کر مجھے تکلیف دیتے چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کشائش کر دے۔ آپ کے بھائیوں، بیٹوں اور بھتیجوں نے آپ سے کہا آپ کے بعد ہماری کوئی زندگی نہیں اور آپ کے بارے میں اللہ ہمیں وہ کچھ نہ دکھائے جسے ہم پسند نہیں کرتے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بنی عقیل تمہارے بھائی مسلم کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تمہارے لیے کافی ہے چلے جاؤ۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ اس نے کہا لوگ کیا کہیں گے ہم نے اپنے شیخ اور سردار اور اپنے بہترین چچاؤں کے بیٹوں کو چھوڑ دیا ہے اور ہم نے دنیاوی زندگی کی رغبت میں ان کے ساتھ ایک تیر نہیں چلایا اور نہ ان کے ساتھ نیزہ مارا ہے اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی ہے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں بلکہ ہم اپنی جان و مال اور اہل کو آپ پر قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں حتیٰ کہ آپ کے گھاٹ پر آ جائیں گے۔ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ زندگی خراب کر دے۔ اور اسی قسم کی بات مسلم بن عوسجہ اسدی نے کی اور سعید بن عبداللہ حنفی نے بھی ایسی ہی بات کی کہ خدا کی قسم ہم آپ کو تنہا نہ چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں آپ کی حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں آپ کی حفاظت میں ایک ہزار بار قتل ہوں گا اور اللہ تعالیٰ اس قتل کے ذریعے آپ سے اور آپ کے اہل بیت کے ان جوانوں سے مصیبت کو دور کر دے گا تو اس بات کو پسند کر لوں گا حالاں کہ یہ صرف ایک ہی قتل ہے اور آپ کے اصحاب کی جماعت نے بھی گفتگو کی جو ایک طریق سے ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہوں گے اور ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں گی، اور ہم آپ کو اپنے سینوں، اپنی پیشانیوں، اپنے ہاتھوں اور اپنے بدنوں سے بچائیں گے اور جب ہم قتل ہو جائیں گے تو ہم اس حق کو جو ہم پر لازم ہے پورا کر دیں گے اور آپ کے بھائی عباس نے کہا اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی موت کا دن نہ دکھاوے اور ہمیں آپ کے بعد زندگی کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کے اصحاب نے اس پر موافقت کی۔

ابومخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب اور ابوالضحاک نے بحوالہ علی بن الحسین زین العابدین مجھ سے بیان کیا کہ جس شب کی صبح کو میرے باپ قتل ہوئے اس کی شام کو بیٹھا ہوا تھا اور جب میرے باپ اپنے خیمے میں الگ ہو جاتے اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہوتے تو میری پھوپھی حضرت زینب میری تیمارداری کرتیں اور آپ کے

پاس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا غلام حوی بھی تھا جو آپ کی تلوار کو درست کر رہا تھا اور میرا باپ کہہ رہا تھا:

اے زمانے! تیرے دوست ہونے پر افسوس ہے، تیری کتنی ہی چاشتیں اور شامیں ہیں اور کتنے ہی ساتھی یا مقتول کے طالب ہیں اور زمانہ عوض پر قناعت نہیں کرتا اور معاملہ خدائے جلیل کے سپرد اور ہر زندہ اس راستے پر چلنے والا ہے۔

آپ نے ان اشعار کو دو تین بار دہرایا حتیٰ کہ میں نے انہیں یاد کر لیا اور میں آپ کے مقصد کو سمجھ گیا، پس آنسوؤں نے میرا گلا گھونٹ دیا اور میں انہیں دہرانے لگا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مصیبت نازل ہو چکی ہے اور میری پھوپھی ننگے سر کھڑی ہو گئیں حتیٰ کہ آپ کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں ہائے اس کا کھو دینا، کاش موت آج میری زندگی ختم کر دیتی، میری ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور میرے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں۔ اے گزشتہ کے جانشین اور باقی رہنے والے کے فریاد رس، آپ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا اے میری بہن شیطان آپ کے حلم کو ختم نہ کر دے وہ کہنے لگیں اے ابوعبداللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کر دیا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا غش کھا کر گر پڑیں، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر بہن کے چہرے پر پانی ڈالا اور فرمایا اے میری بہن اللہ سے ڈر اور صبر کر اور اللہ کی تسلی سے تسلی حاصل کر اور جان لے کہ اہل زمین مر جائیں گے اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہیں گے اور اس خدا کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور وہ انہیں اپنی قوت اور غلبے سے مارے گا اور انہیں دوبارہ واپس لائے گا اور وہ اس اکیلے کی عبادت کریں گے اور وہ اکیلا یکتا ہے اور جان لے میرا باپ مجھ سے بہتر تھا اور میری ماں مجھ سے بہتر تھی اور میرا بھائی مجھ سے بہتر تھا اور میرے لیے اور ان کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ ہے پھر آپ نے ان پر تنگی کی کہ ان کے مرنے کے بعد ان باتوں میں سے کچھ نہ کرنا پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں میرے پاس واپس بھیج دیا پھر آپ اپنے اصحاب کے پاس چلے گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں کو ایک دوسرے کے نزدیک کر لیں کہ ایک دوسرے کی رسائیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں اور ایک طرف کے سوا دشمن کے لیے اپنے پاس آنے کا کوئی راہ نہ رہنے دیں اور خیمے ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے پوری رات نماز پڑھتے، استغفار کرتے، دعا کرتے اور تضرع کرتے گزاری اور ان کے دشمن کے محافظوں کے گھوڑے ان کے پیچھے چکر لگاتے رہے جن کا لیڈر عزرۃ بن قیس

احمسی تھا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ لایحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما و لھم عذاب مھین ، ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب کی آیت پڑھ رہے تھے اور ابن زیاد کے اصحاب میں سے جو سوار حفاظت کر رہے تھے ان میں سے ایک شخص نے اس آیت کو سنا تو وہ کہنے لگا رب کعبہ کی قسم ہم پاک ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ سے ممتاز کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اسے پہچان لیا اور میں نے زید بن خضر سے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون ہے اس نے کہا نہیں میں نے کہا یہ ابوحرب السبیعی عبداللہ بن شمر ہے اور وہ بڑا ہنس مکھ تمسخر کرنے والا معزز شجاع اور دلیر تھا اور سعید بن قیس نے کئی دفعہ اسے اپنے خیمے میں قید کر دیا تو یزید بن حسین نے اسے کہا اے فاسق تو کب سے پاکیزہ لوگوں کے ہم پلہ ہوا ہے۔ اس نے پوچھا تو ہلاک ہو تو کون ہے اُس نے کہا میں یزید بن حسین ہوں اِس نے کہا اناللہ اے دشمن خدا کی قسم تو ہلاک ہو گیا ہے وہ کیوں تیرے قتل کا خواہاں ہے میں نے اس سے کہا اے ابوحرب کیا ہو سکتا ہے کہ تو اپنے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کرے۔ قسم بخدا ہم ہی پاکیزہ لوگ ہیں اور بلاشبہ تم لوگ خبیث ہو۔ اُس نے کہا ہاں اور میں اس کا گواہ ہوں۔ اس نے کہا تیرا برا ہو کیا تجھے تیری معرفت فائدہ نہیں دیتی۔

راوی بیان کرتا ہے جو دستہ ہماری حفاظت کر رہا ہے اس کے امیر عزرۃ بن قیس نے اسے ڈانٹا تو وہ ہمارے پاس سے واپس چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ اُردو جلد ہشتم صفحہ 205 تا 230)

چناں چہ یہی مضمون شیعوں کی مشہور اور مستند کتاب جلاء العیون سے بھی پڑھیے۔ یہاں بھی بہ وجہ اجتنابِ طوالت صرف اُردو ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بیان توجہ سیدنا امام حسین بہ عراق اور جو کچھ اہل کفر و نفاق سے ظلم گزرے

شیخ مفید و سید ابن طاؤس و شیخ بن نما و سید محمد ابن ابی طالب رحمہم اللہ نے اس قصہ جاں سوز واقعہ ہائلہ غم اندوز کو جس نے جان قدسیان ملکوت کو مجروح و دل ہائے مقربان بارگاہ جبروت کو مجروح کر دیا ہے اس طرح تحریر کیا ہے کہ جب سید الشہداء تیسری شعبان ۶۰ ھ کو مخالفوں کے خوف سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے، بقیہ ماہ شعبان و رمضان و شوال و ذی قعدہ اسی مقام متبرک میں بہ عبادت الٰہی قیام کیا اس مدت میں شعیان اہل حجاز و بصرہ و جمیع بلاد امام حسین کے پاس جمع ہوئے جب ماہ ذی الحجہ آیا، امام حسین احرام حج بندھا چوں کہ یزید پلید نے ایک گروہ کو حج کے بہانے سے بھیجا تھا کہ

حضرت کو پکڑ کے اس شقی پاس لے جائیں یا قتل کریں، اس وجہ سے احرام حج کو حضرت نے عمرہ سے بدل دیا، اور اعمال عمرہ بجالا کے جب فارغ ہوئے اس وقت متوجہ عراق ہوئے اور چند حدیث معتبر میں امام جعفر صادق سے منقول ہے چوں کہ حضرات جانتے تھے کہ اعمال ومناسک حج بجالانے کی وہ اشقیاء اجازت نہ دیں گے، اس وجہ سے احرام بعمرہ منفردہ باندھا اور اعمال عمرہ کے تمام کر کے ساتویں ذوالحجہ کو مکہ سے چل دیئے اور اسی روز حضرت مسلم شہید ہوئے اور روایت کی ہے کہ جب سیدنا نے قصد توجہ عراق کیا ایک خطبہ ادا فرمایا اور بعد از حمد وثنائے الٰہی درود جناب رسول خدا واہل بیت اطہار ارشاد فرمایا کہ جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا اور پناہ قوت نہیں ہے مگر خدا سے بدرستیکہ موت کو مثل طوق جمیع فرزندان آدم کے گردنوں پر لازم کر دیا ہے اور کس قدر خواہان ومشتاق لقائے اسلاف ہوئے ہیں مانند اشتیاق یعقوب، بیوسف اور خداوند عالم نے میرے دفن کے لیے ایک بقعہ شریف اختیار کیا ہے کہ میں جلد اس جگہ پہنچوں گا اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت جلد میرے اعضا صحرائے کربلا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور جو روز اس امر کے لیے مقعد ہوا ہے اس روز سے چارہ نہیں ہے اور ہم اہل بیت بہ قضائے الٰہی راضی ہیں اور اس کی بلا پر صابر رہتے ہیں کہ ہم کو اسکے عوض بہترین جزائے صابراں عطا فرمائے اور بہت جلد وہ اعضائے پارہ پارہ خطیرہ قدس میں جناب رسول خدا کے پاس جمع ہوں گے اور خداوند عالم ان کی آنکھیں روشن کرے گا اور اپنے وعدوں کی تعمیل کرے گا جس کسی کو آرزوئے شہادت ہو اور میری نصرت میں جان دے کے بہ سعادت ابدی فائز ہونا منظور ہو وہ میرے ہمراہ رہے کہ کل کے روز میں ان شاء اللہ روانہ ہوں گا۔ ایضاً

زراہ بن صالح سے روایت کی ہے کہا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانگی سفر عراق سے تین روز پہلے پہنچا اور عرض کیا مردم کوفہ کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بنی امیہ کی جانب ہیں، پس امام حسین نے بہ جانب آسمان اشارہ کیا نگاہ میں نے دیکھا، دروازے آسمان کے کھل گئے اور اس قدر افواج ملائکہ آسمان سے نیچے آئیں کہ ان کی تعداد بغیر خدا کے دوسرا نہیں جانتا، امام حسین نے فرمایا اگر ارزوئے شہادت وشوق ملاقات حضرت رسالت ورضا بقضائے جناب احدیت کا ارادہ نہ ہوتا تو بے شک ہمراہ ان لشکروں کے اعداد وکفار سے جہاد کرتا اور لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اور میرے اہل بیت واصحاب وہاں شہید ہوں گے اور میرے فرزندوں میں سے سوائے زین العابدین کے اور کوئی نہ بچے گا، ایضاً، بسند معتبر جناب صادق سے روایت کی ہے کہ جس رات کو امام حسین نے عزم کیا کہ صبح کو متوجہ

کوفہ ہوں، محمد بن حنفیہ خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے برادر جو کچھ اہل کوفہ نے مکر و عذر آپ کے پدر و برادر کے ساتھ کیا آپ جانتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ سے بھی ویسا ہی سلوک نہ کریں اگر آپ مکہ میں اقامت فرمائیں ،عزیز و مکرم رہے گا اور کوئی مکہ میں آپ کا معترض نہ ہو سکے گا حضرت نے فرمایا میں ڈرتا ہوں ، یزید مکہ میں مجھے شہید کرے مجھے منظور نہیں کہ حرمت کعبہ کی میری وجہ سے ضائع ہو جائے محمد بن حنفیہ نے عرض کی ، اچھا آپ یمن کی طرف یا جنگل میں تشریف لے جایئے کہ آپ پر کوئی ظفریاب نہ ہو سکے ،سیدنا امام حسین نے جواب دیا اس مقدمہ میں فکر کروں گا جب صبح ہوئی حضرت نے حکم دیا اونٹوں پر اسباب بار کریں جب یہ خبر محمد بن حنفیہ کو پہنچی بیتبانہ آئے اور مہار ناقہ برادر بزرگوار سے لپٹ گئے اور کہا اے برادر آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس مقدمہ میں فکر کروں گا ،اس قدر کیوں جلدی آپ متوجہ سفر ہو گئے ،حضرت نے فرمایا جب تم کل چلے گئے جناب رسول خدا خواب میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا ،اے حسین سفر کرو کہ خدا چاہتا ہے کہ تم کو اپنی راہ میں کشتہ دیکھے محمد بن حنفیہ نے کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون ، جب کہ آپ اس قصد سے جاتے ہیں ،عورتوں کو اپنے ہمراہ کیوں لے جاتے ہیں ،امام حسین نے فرمایا: خدا کو منظور ہے کہ انہیں اسیر دیکھے ، پس محمد بن حنفیہ بادل بریاں خدمت حسین میں حاضر ہوئے اور میں مخالفت جناب رسول خدا نہ کروں گا ، پس ابن عباس روتے ہوئے اور فریاد و فغاں کرتے ہوئے رخصت ہوئے ،احادیث معتبرہ میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب امام حسین بارادہ سفر عراق مکہ سے باہر تشریف لیے جاتے تھے عبداللہ بن زبیر استقبال امام حسین کو آیا اور بظاہر اس سفر سے منع کرتے تھے ،حضرت نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے حرمت حرم و کعبہ برطرف ہو جائے جس قدر میں حرم سے دور جا کر قتل ہوں ،اسی قدر زیادہ خوشی ہے اور اگر نہر فرات کے کنارے دفن ہوں اس سے بہتر ہے کہ نزدیک کعبہ دفن ہوں ،حضرت نے باعجاز عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر دی کہ وہ مکہ میں مارا جائے گا اور ہتک حرمت کعبہ اسکی وجہ سے ہوگا ،مگر وہ نہ سمجھتا تھا یا تجاہل کرتا تھا ،آخر جو حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ حجاج نے کعبہ کو اس کے سامنے خراب کیا ،

امام محمد باقر سے منقول ہے کہ جب سید الشہدا مکہ سے متوجہ عراق ہوئے ایک نامہ محمد بن حنفیہ و جمیع بنی ہاشم کو لکھا ہو تو مکہ جسے آرزوئے شہادت ہو میرے ہمراہ آئے اور جو شخص میرے ہمراہ نہ آئے گا ، فتح و فیروزی نہ پائے گا۔
والسلام

امام زین العابدین سے منقول ہے جب امام حسین متوجہ سفر عراق ہوئے، عبداللہ بن عمر سوار ہوئے، بہ سرعت تمام سید الشہداء پاس آیا اور پوچھا: یا ابن رسول اللہ! آپ کہاں جاتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: بہ جانب عراق جاتا ہوں۔ ابن عمر نے کہا: نہ جایئے، بلکہ اپنے جد بزرگ وار کے حرم میں تشریف واپس لے جائے ہر چند وہ مبالغہ کرتا تھا ،سیدنا قبول نہ فرماتے تھے، پس ابن عمر نے کہا، یا حضرت ایک موضع جسم اطہر اپنا جسے رسول خدا چومتے تھے مجھے دکھا دیجئے، پس حضرت نے موضع ناف مبارک دکھایا اور اپنے تین مرتبہ اس موضع مبارک کا بوسہ لیا، اور باگریہ وزاری کہا میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ اس سفر میں قتل ہوں گے اور بہ روایت دیگر حضرت نے فرمایا مگر تو نہیں جانتا کہ جو بیقدری دنیا کی جو خدا کے نزدیک ہے حضرت یحییٰ بن ذکریا کا سر مبارک واسطے ایک زن زنا کار کے زنان بنی اسرائیل سے ہدیہ بھیجا مگر تو نہیں جانتا کہ طلوع آفتاب سے تا غروب آفتاب ستر پیغمبر شہید کئے اور اپنے بازاروں میں اسی طرح مشغول خرید وفروخت تھے کہ گویا کچھ نہیں کیا ہے، اور خدا نے ان پر عذاب نازل کرنے میں تعجیل نہ کی بعد اس کے ان کو دنیا وعقبیٰ میں بہ شدائد عقوبات مبتلا کیا، پس اے پسر عمر! خدا سے ڈر اور میری ترک نصرت نہ کر، شیخ مفید وغیرہ نے فرزوق شاعر سے روایت کی ہے اس نے کہا میں ۶۰ ھ میں اپنی ماں کو حج کے لیے لے گیا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ امام حسین مع اسلحہ جنگ مکہ سے باہر تشریف لیے جاتے ہیں جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین ہیں ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حق تعالیٰ آپ کے مقاصد برلائے میرے پدر و مادر آپ پر سے فدا ہوں آپ نے جلدی کیوں کی کہ قبل ادائے مناسک حج مکہ سے باہر تشریف لائے، امام حسین نے فرمایا: اگر جلدی نہ کرتا منافقین مجھے پکڑ لیتے، پس حضرت نے احوال اہل عراق اُن سے دریافت کئے، میں نے عرض کیا: ان کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بجانب بنی امیہ ہیں اور جو خدا چاہتا ہے کرتا ہے قضائے خدا سے چارہ نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا، سچ کہتا ہے تمام امور خلائق قبضہ قدرت خداوند عالم میں ہیں اور ہر روز ہر ساعت امور خلائق میں خدا کی تدبیر وتقدیر ہے اگر قضائے خدا نازل ہوا اسی طرح مجھے منظور ہے پس میں خدا کی اس کی نعمتوں پر حمد کرونگا، اور اس سے نصرت و یاری طلب کرونگا اور اس کے لشکر پر توفیق چاہوں گا اور اگر قضائے الٰہی خلاف امید جاری ہو جس کی نیت حق ہے اور سیرت اس کی پرہیز گاری پر ثابت ہے وہ بلاہائے دنیا سے کچھ پروا نہیں رکھتا میں نے عرض کیا آپ حق فرماتے ہیں خدا آپ کو آپ کے مطلب تک پہنچائے اور جس امر سے آپ پرہیز کرتے ہیں اس سے باز رکھے پس چند مسائل

حج حضرت سے میں نے دریافت کئے اور سیدنا امام حسینؑ کوالوداع کر کے روانہ ہوا پس عمرو بن سعید بن العاص نے اپنے برادر یحییٰ کو بھیجا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو سفر کرنے سے منع کرے جب وہ حضرت کی خدمت میں پہنچا حضرت نے قبول نہ کیا اور ان سب کو حضرت نے نزاع سے مخالفت فرمائی اور قبل اس کے کہ جدال وقتال کی نوبت پہنچے وہ سب سے باز رہے۔

مقام تنعیم:

پس امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہوئے جب مقام تنعیم پہنچے ایک قافلہ یمن آتا تھا اور ہدایا حاکم یمن نے یزید کو بھیجے تھے امام حسینؑ نے ان کے بار برداروں کو کہ دونگا اور احسان نے اس کے ساتھ کروں گا اور جسے منظور نہ ہو اس پر جبر بھی نہ کرونگا، بعضوں نے اونٹ اصحاب آنحضرت کو بکرایہ دیئے اور بعض نے مفارقت اختیار کی بہ روایت شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ جب خبر روانگی آنحضرت بجانب عراق عبداللہ پسر جعفر طیار چچا زاد بھائی کو پہنچی اپنے دونوں بیٹوں عون ومحمد کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور ایک عریضہ لکھا اور بہت التماس کی کہ اس سفر میں تعجیل نہ کریں اور لکھا کہ اب پشت وپناہ مومنان شیعان پیشوا ومقتدائے ہدایت یافتگاں آپ ہی آپ ہی ہیں، اور جب بھی آپ ہم سے چلے جائیں گے اس وقت اہل بیت آپ کے ہلاک ہو جائیں گے، اپنے بیٹوں کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور خود بھی عقب سے آتا ہوں جب حضرت عبداللہ اپنے بیٹوں کو روانہ کر چکے، عمرو بن سعید حاکم مدینہ پاس چلے گئے، اور اس سے کہا ایک خط امام حسینؑ کے نام اپنی طرف سے تم لکھ دو اور اپنی امان دے کے التماس معاونت کرو عمرو نے ایک خط امام حسینؑ کی خدمت میں لکھا اور اپنے برادر یحییٰ کے ہمراہ روانہ کیا اور عبداللہ بھی ہمراہ یحییٰ ہوئے جب امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے، ہر چند مبالغہ مراجعت امام حسینؑ میں کیا کچھ مفید نہ ہوا، حضرت نے فرمایا میں نے خواب میں رسول خدا کو دیکھا ہے تو حضرت نے مجھے حکم دیا ہے میں ان کے فرمان سے درگذر نہیں کرسکتا، پوچھا آپ نے کیا خواب دیکھا ہے حضرت نے فرمایا میں بیان نہ کروں گا، اس کا اثر بہت جلد خود ہی ظاہر ہو جائے گا جب حضرت عبداللہ معاودت امام حسینؑ سے ناامید ہوئے، اپنے فرزندوں کو ہمراہ کر دیا، خود بادیدہ اشک بار وفگار واپس گئے۔

مقام ثعلبیہ:

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام مقام ثعلبیہ میں پہنچے، بشر بن غالب نے آکر کہا: یا

ابن رسول! مجھ سے تفسیر اس آیت کی بیان کیجیے: یوم ندعو کل اناس بامامھم، یعنی جس روز ہم نے ہر جماعت مردم کو ان کے امام کے نشان ساتھ بلائیں گے۔

امام حسین نے جواب دیا: ایک امام وہ ہے کہ اس نے لوگوں کو ہدایت کی اور انہوں نے اس کی ہدایت قبول کی اور ایک امام وہ جس نے لوگوں کو حالب ضلالت دعوت دی انہوں نے اس کی متابعت کی ہر جماعت کو اس کے امام وپیشوا کے ہمراہ طلب کریں گے، مطعیان ہدایت یافتہ کو بہ جانب بہشت اور گم راہوں کو بہ جانب جہنم لے جائیں گے ،جس طرح خدا نے فرمایا ہے: فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر۔ یعنی ایک گروہ آتش فروختہ جہنم میں ہے۔

اور بروایت دیگر امام حسین نے بشیر سے احوال اہل کوفہ دریافت کیا، بشیر نے بھی مثل ان لوگوں کے بیان کیا کہ ان کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بہ جانب بنی امیہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: یفعل اللہ ما یشاء یحکم ما یرید۔ کلینی نے بہ سند معتبر روایت کی ہے جب امام حسین منزل ثعلبیہ پر پہنچے ایک شخص حضرت امام حسین کی خدمت میں آیا اور سلام کیا، حضرت نے فرمایا کہاں رہتے ہو، اس نے کہا کوفہ میں رہتا ہوں، حضرت نے فرمایا اگر مدینہ میں آتے تو میں تم کو اپنے مکان میں اثر ونشان جبرئیل کے دکھاتا کہ کس طرف سے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوتے تھے اور کیوں کر ہمارے جد کو وحی پہنچاتے تھے، آیا چشمہ آب حیوان علم وعرفان ہمارے گھر ہے یا اور کسی کے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ علوم الٰہی کو جانیں اور ہم جانیں۔

مقام غدیب:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سید الشہداء کنارے چشمہ غدیب پہنچے وہاں قیام کیا اور قیلولہ فرما کے خواب سے گریاں بیدار ہوئے، پس حضرت علی اکبر نے پوچھا آپ کا سبب گریہ کیا ہے حضرت نے فرمایا اے فرزند گرامی یہ ساعت وہ ہے کہ اس ساعت کا خواب دروغ نہیں ہوتا اس وقت میں نے خواب دیکھا کہ ایک ہاتف نے مجھے آواز دی کہ تم جلدی کرتے ہو اور موت تمہیں بجانب بہشت لیے جاتی ہے، حضرت علی اکبر نے عرض کی اے پدر بزرگوار کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے فرزند گرامی میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی طرف سب کی بازگشت ہے کہ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر ہیں، حضرت علی اکبر نے عرض کی پھر ہمیں قتل ہو جانے سے کیا ڈر اور خوف ہے پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے فرزند گرامی خدا

تجھے جزائے خیر عطا کرے۔

مقام ہیمیہ:

پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مقام غدیب سے کوچ کر کے مقام ہیمیہ میں نزول فرمایا، اور اس منزل میں ایک شخص کوفی جس نے کو ابو ہرہ کہتے تھے سلام کر کے کہا: یا ابن رسول آپ حرم خدا اور اپنے جد رسول خدا کے حرم سے کیوں چلے آئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ نبی امیہ نے میرا مال لے لیا میں نے صبر کیا، میری ہتک حرمت و آبرو کی اس پر بھی میں نے صبر کیا جب انہوں نے چاہا مجھے قتل کریں اس وقت میں نے ترک وطن کیا۔

(جلاء العیون اُردو صفحہ 205 تا 210)

محمد بن ابی طالب نے روایت کی ہے کہ جب ولید حاکم مدینہ نے سنا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ متوجہ عراق ہوئے ایک خط ابن زیاد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے امام حسین رضی اللہ عنہ متوجہ عراق ہوئے ہیں اور وہ فرزند فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا معترض نہ ہونا اور کچھ صدمہ انہیں نہ پہچانا کہ جب تک دنیا باقی ہے دوست دشمن تجھ پر لعنت کریں گے، جب یہ خط ابن زیاد پاس پہنچا، مطلق تاثیر اس بے پیر کو نہ ہوئی۔

بنی امیہ نے میری منزلت گھٹائی، میں نے صبر سے کام لیا، میرا مال لے لیا اس پر بھی میں نے صبر کیا، مگر اب میری جان کے پیچھے پڑ گئے تو میں جان بچانے کی خاطر نکل کھڑا ہوا۔ (کشف الحقائق صفحہ 177)

ان بنی امیة قد اخذو مالی فصبرت و شمو عرضی فصبرت فطلبو دمی فهربت۔

(خلاصۃ المصائب صفحہ 56)

ترجمہ: اے شخص! بنی امیہ نے ہمارا مال غصب کیا ہم نے صبر کیا حتیٰ کہ بے حرمتی ہماری کی ہم نے صبر کیا اب چاہا ظالموں میں حرم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھے قتل کریں اب میں آوارہ وطن ہوا ہوں۔

واقدی، ابومعشر اور المدائنی کے قول کے مطابق اس سال سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان کو فتح کیا اور آپ طبرستان سے جنگ کرنے والے پہلے شخص ہیں اور سیف کا خیال ہے کہ انہوں نے سیدنا سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ سے اس سے پہلے اس شرط پر مصالحت کر لی تھی کہ انہوں نے جو مال خرچ کیا ہے وہ اس پر اس سے جنگ نہیں کریں گے۔ واللہ اعلم

اور المدائنی نے بیان کیا ہے کہ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ایک فوج کے ساتھ، جس میں سیدنا حسن، سیدنا حسین

رضی اللہ عنہم چاروں عبادلہ اور سیدنا خذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما اور بہت سے صحابہ شامل تھے، روانہ ہوئے اور مختلف شہروں سے بہت سے اموال پر مصالحت کرتے گزرے، حتیٰ کہ متعلقہ شہر میں پہنچ گئے، انہوں نے آپ سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کو نماز خوف کی ضرورت ہوئی، سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے سیدنا خذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف کیسے پڑھی؟ سو انہوں نے ان کو بتایا تو انہوں نے ان کے بتانے کے مطابق نماز پڑھی، پھر اس قلعے کے باشندوں نے آپ سے امان طلب کی تو آپ نے ان کو اس شرط پر امان دی کہ آپ ان میں سے صرف ایک شخص کو قتل نہیں کریں گے، پس انہوں نے قلعے کو فتح کر لیا اور ایک شخص کے سوا، سب کو قتل کر دیا اور قلعے میں جو کچھ تھا اس پر قبضہ کر لیا اور بنی نہد کے ایک آدمی کو ایک مقفل ٹوکری ملی تو اس نے سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس بلایا، انہوں نے اسے کھولا تو دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک لپٹا ہوا سیاہ چیتھڑا پڑا ہوا ہے انہوں نے اسے کھولا تو اس کے اندر ایک زرد چیتھڑا دیکھا جس میں سرخ و سیاہ اور سرخ سوئیاں تھیں، شاعر نے ان دونوں سے بنی نہد کو ہجو کرتے ہوئے کہا:

شرفاء قیدیوں کو غنیمت میں حاصل کر کے واپس لوٹے اور بنو نہد ٹوکری میں دو سوئیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے وہ سرخ سیاہ اور سرخ سوئیاں تھیں، جنہیں انہوں نے غنیمت خیال کیا، پس تیرے لیے یہ غلطی ہی کافی ہے۔

سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد

جب یہ خبر یزید خبیث کو پہنچی تو اس نے گورنر کوفہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے اس کی جگہ عبد اللہ بن زیاد کو گورنر کوفہ بنا کر بھیجا اور ابن زیاد کو لکھا جب تو کوفہ آئے سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو طلب کرنا اگر تو ان پر قابو پائے انہیں قتل کر دینا یا انہیں کوفہ جلاوطن کر دینا ابن زیاد رات کے وقت سیاہ عمامہ باندھے کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں کے اشراف کی جس جماعت کے پاس سے گزرتا انہیں السلام علیکم کہتا وہ سلام کا جواب دیتے اور ساتھ ہی مرحبا مرحبا اے پسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے۔ ان کا گمان تھا یہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں کیوں کہ آپ کی آمد کے سخت منتظر تھے اور وہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس جلد تشریف لانے والے ہیں کوفیوں کا ابن زیاد کے پاس کافی اجتماع ہو گیا اس کے ساتھیوں میں سے انہیں کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ بھیڑ مت کرو یہ امیر عبد اللہ بن زیاد ہے جب انہیں اس بات کا علم ہوا تو ان کو شدید رنج و غم چھا گیا عبد اللہ بن زیاد کوفہ کے قیصر عمارت میں اتر پڑا اور لوگ یہ سن کر وہاں سے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے اس کے بعد اس نے سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش شروع کر دی سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر

اپنی رہائش تبدیل کر کے اپنے آپ کو چھپا لیا مگر ابن زیاد نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا بہت جلد پتہ لگا لیا مگر حالات کی نزاکت کے باعث ان پر ہاتھ نہ ڈالنے میں جلد بازی نہ کی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یعنی ابن زیاد کوفہ والوں کو لڑ کر زیر نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اپنی حکمت عملی سے کام لے کر اہل کوفہ پر اعزاز و اکرام اور عام احسانات کرنا چاہتا تھا اور اہل کوفہ بھی جو کچھ کر رہے تھے خفیہ اور پوشیدہ ہی کر رہے تھے اعلانیہ ابھی کوئی کشمکش شروع نہیں ہوئی تھی چناں چہ جس شخص کے مکان میں سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چھپے ہوئے تھے ابن زیاد نے پتہ چل جانے کے باوجود ان سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ ایک معزز سردار شریک بن آور جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہی کے پاس آ کر بیمار پڑ گیا ابن زیاد اس کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے آیا کتابوں میں لکھا ہے صاحب خانہ اور شریک بن آور نے سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چھپ کر بیٹھ جائیں جب ابن زیاد آئے تو اسے قتل کر دیں اگر چہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا ابن زیاد کے غلام کو ان کے اشاروں کناروں سے شبہہ ہو گیا وہ ابن زیاد کو اٹھا کر جلد باہر لے گئے اس نے ابن زیاد سے کہا آپ کو معلوم نہیں میں محسوس کر چکا ہوں آپ کے قتل کی سازش تھی اس بات نے ابن زیاد کو غضب ناک کر دیا اور اس کا غصہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ میزبان سیدنا ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ اس سے ملنے کے لیے گئے کیوں کہ ابن زیاد نے ان کو بلا بھیجا تھا تو ابن زیاد نے نہایت سختی سے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں باز پرس کی انہوں نے انکار کرنا چاہا مگر بات چل نہ سکی کیوں کہ ابن زیاد کے پاس موقع گواہ موجود تھا جس نے مسلم بن عقیل کو ہانی کے گھر ٹھہرتے ہوئے دیکھا تھا ہانی بن عروہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ میرے مکان میں رہائش پذیر ہیں ابن زیاد نے کہا تو اسے فوراً میرے سامنے حاضر کرو، اس پر دونوں طرف سے تکرار ہوئی قصہ مختصراً یہ کہ ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بری طرح مارا پیٹا اور کمرہ میں بند کر دیا۔

سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی یورش اور شیعانِ کوفہ کی غداری

سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ہانی بن عروہ کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کی جب خبر ہوئی تو انہوں نے قلعہ اور دارالامارت کا دھاوا بولنے اور حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا جہاں ابن زیاد تھا سیدنا ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ بھی بہ حالت مجروح اس جگہ مقید تھے سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اپنے حامیوں کو جمع کرنے کے لیے باآواز بلند پکارا آپ کی پکار کو سن کر چار ہزار نوجوان جمع ہو گئے اور فوجی تربیت کے بعد قلعہ کی طرف مارچ کر دیا گیا۔ یہ مجمع نعرے مارتا ہوا جب گورنر ہاؤس

پہنچا تو ابن زیاد بہت سٹ پٹایا کیوں کہ اس کے مقابلہ کے لیے کوئی فورس نہیں تھی بڑی مشکل سے سو دوسو آدمی اس کے پاس موجود تھے جن کو اس نے یرغمال بنایا ہوا تھا اس نے پوچھا کسی تدبیر سے اس مجمع میں انتشار پیدا کیا جائے اس نے یہ تدبیر کی کہ جو لوگ اس کے پاس موجود تھے کیوں کہ وہ کوفہ کے سردار تھے جن کو آج کل کی زبان میں چوہدری کہتے ہیں اس نے ان سرداروں کو اس طرح استعمال کیا انہیں کہا تم مکان کی چھت پر جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو سمجھا کر واپس کردو ورنہ تمہاری گردن اڑا دی جائے گی چناں چہ ان سرداروں نے ایسا ہی کیا اور یہ بھی کہا کہ اے لوگو ہم پر رحم کرو اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ ورنہ ابن زیاد ہم کو قتل کردے گا اہل کوفہ نے جب اپنے اپنے سرداروں کی تقاریر سنی کہ وہ سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے حتیٰ کہ رات کی تاریکی اور اندھیرا تھا اور سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اکیلے اور تن تنہا رہ گئے کوئی واپسی کے لیے راستہ تک بتانے والا نہ تھا، گھومتے پھرتے ایک مکان کے دروازے پر جا پہنچے وہاں ایک عورت نظر آئی سوال جواب کے بعد اس نے آپ کے ساتھ ہمدردی کی جب اس نے آپ کا نام سنا وہ اپنے گھر میں لے گئی اس طرح آپ کو رات کے وقت کچھ دیر کے لیے پناہ مل گئی جب اس کے لڑکے کو خبر ہوئی تو اس خبیث نے صبح کے وقت آپ کی مخبری کردی۔ حالاں کہ یہ لڑکا بھی ان ہی لوگوں میں سے تھا جنہوں نے کل قلعہ پر حملہ کیا تھا چناں چہ اس مکان پر ابن زیاد نے آپ کو گرفتار کرنے کے لیے پچاس سپاہی بھیجے جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ہرگز ہرگز گرفتار نہیں ہوں گا چناں چہ جو سپاہی بھی دروازہ سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا آپ اس پر حملہ کردیتے کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن ایک آدمی کب تک پچاس ساٹھ آدمیوں کا مقابلہ کرتا اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو چکے تھے مگر پھر بھی اپنا ارادہ نہ بدلا سرکاری فوجی بھی آپ رضی اللہ عنہ کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو امان دیتے ہیں چوں کہ آپ بھی شدید زخمی ہو چکے تھے اس لیے ہاتھ روک لیا پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا گرفتار کرنے والے دستہ کے سردار محمد بن اسعش نے حسب وعدہ اس سے کہا ہم ان کو امان دے کر لائے ہیں مگر ابن زیاد نے اس سے انکار کردیا اس بدبخت ابن زیاد نے آپ رضی اللہ عنہ کو نازیبا کلمات کہے جب آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اس بدبخت پر خون سوار تھا اور یہ مجھے ہر صورت قتل کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اجازت دے کہ میں کسی کو وصیت کرسکوں جو کہ وہ میری وصیتوں کی تعمیل کرے ابن زیاد نے اس کو اجازت دے دی، سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس قرابت کی وجہ سے جو میرے اور تیرے درمیان

ہے میری وصیت قبول کر اس نے ابن زیاد کے خوف سے آپ کی یہ بات ماننے سے انکار کیا ابن زیاد نے کہا عمر بن سعد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بات سن اور وصیت کو قبول کر کیوں کہ اس وقت ان تمام لوگوں میں تو ہی اس کا حق دار اور قریبی ہے اس کے بعد اس نے سیدنا مسلم بن عقیل کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تین وصیتیں

میری وصیتوں میں پہلی وصیت یہ ہے اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں تجھ پر لازم ہے قتل کے بعد میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے میرا قرض اتار دینا، دوسری وصیت یہ ہے کہ میں سیدنا امام حسین کو یہاں آنے کی دعوت دے چکا ہوں جس قدر جلد ہو سکے کسی شخص کو روانہ کر کے اس کی اطلاع دے دینا کہ کوفیوں نے بے وفائی کی ہے اور مجھے اور ہانی اور عبداللہ یقطر جس کو آپ نے بطور قاصد بھیجا تھا ان سب کو قتل کر دیا خدارا آپ ہرگز ہرگز کوفہ تشریف نہ لانا اور تیسری وصیت یہ ہے کہ میرے قتل ہونے کے بعد میری لاش کو دفن کر دینا اس کے بعد زیاد کے حکم سے آپ کو بہت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

بنی ہاشم اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کا آپ کا ساتھ دینے سے انکار

انتہائی تعجب کی بات ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ آپ کے بھائیوں میں سے سوائے چار پانچ کے کسی نے بھی نہیں دیا اور آپ کے موقف کی بنی ہاشم میں سے کسی نے تائید نہ کی باوجود کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے تمام بھائیوں اور بنی ہاشم کو آپ کے ساتھ چلنے کی دعوت دی حتیٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بہادر فرزند محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ جو کہ آپ کی اولاد پاک میں سیدنا امام حسین اور سید امام حسن رضی اللہ عنہما کے بعد سب سے افضل جانے جاتے تھے۔

کان محمد ابن الحنفیة احد رجال الدھر فی العلم و الزھد و العبادة و الشجاعة و ھو افضل ولد علی بن ابی طالب ع بعد الحسن و الحسین۔

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ 352)

علاوہ ازیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کی بہادری کے واقعات مشہور ہیں آپ سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہی جنگوں میں بھیجتے رہے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں بھیجتے اور کسی لڑائی میں ان کو عملی طور شامل نہیں کیا سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما،

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں ان کا ہاتھ ہوں کہ انسان بوقت مشکل اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور آپ کے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں خود سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے عدم خروج کی درخواست کر چکا ہوں اور میں اچھی طرح سمجھتا ہوں آپ کا سفر عراق خطرہ سے خالی نہیں کہ میں خود کیسے جا سکتا ہوں جب کہ میں اس کو درست نہیں سمجھتا ان لوگوں نے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر آئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نکلیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اور ان کے ساتھیوں کو ہم آپ کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ان حالات میں لڑائی اور جنگ کو مناسب نہیں سمجھتا نہ میں اپنے لیے اور نہ ہی کسی کے لیے لڑنا چاہتا ہوں یاد رہے! اس وقت خاندان بنی ہاشم کے علاوہ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پندرہ سولہ صاحب زادے موجود تھے اور ان میں ایک بھی بزدل نہ تھا مگر افسوس ہے کہ ان میں سوائے پانچ اور چھ کے اور بقول ملا باقر مجلسی نو کے علاوہ کسی نے آپ کا ساتھ نہ دیا اس سے بھی زیادہ تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد جب مدینہ طیبہ کے قریب واقعہ حرا پیش آیا اس وقت بھی بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی ان لوگوں کی حمایت نہیں کی جو لوگ سیدنا امام حسین پر یزیدی ظلم و ستم سن کر تڑپ گئے اور یزید اور انکی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کر دیا جب کہ ان کا اولین فرض تھا کہ خود پیش پیش ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے مگر ایسا نہ ہوا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عراق کی طرف روانگی اور آپ کے خاندان کے اہم افراد اور اصحاب رسول کی آپ کو روکنے کی کوشش

سیدنا امام حسین کو سیدنا مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ برابر بڑھتے چلے گئے یہاں تک مقام ثعلبیہ میں پہنچ گئے یہاں پہنچ کر کوفہ سے آنے والے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی ان سے آپ کو یہ معلوم ہوا کہ سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پر نظر ثانی کا مشورہ دیا اور طے پایا واپس چلے جانا چاہیے کیوں کہ آپ کو کوفہ والوں پر اعتماد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی آگے بڑھنا محض اپنے آپ

کو ہلاکت میں ڈالنا ہے مگر سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ کے بیٹے بھتیجے اور بھائی واپسی پر راضی نہ ہوئے کیوں کہ انہوں نے اس بات پر اصرار اور ضد کی کہ جب تک ہم اپنے باپ بھائی اور چچا کا بدلہ نہیں لیں گے واپس نہیں جائیں گے انہوں نے کہا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو واپس جانا ہو تو چلا جائے ہم تو آگے ہی جائیں گے، ان کے اس رویہ نے معاملہ کو پیچیدہ کر دیا ورنہ کیا بعید تھا کہ تاریخ میں واقعہ کربلا کا وجود ہی نہ ہوتا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان نوجوانوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے تھے کیوں کہ وہ آپ کی مدد کے لیے اپنے گھروں سے نکلے تھے اور یہ کہ ان کا باپ بھائی اور چچا سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آپ ہی کے کام میں شہید کر دیئے گئے ہوں چناں چہ سفر جاری رکھنے کا فیصلہ بحال کرنا پڑا اور کچھ دیر تذبذب کے بعد پھر سے اپنی راہ میں یہ قافلہ گامزن اور رواں دواں ہو گیا اور یاد رہے کہ کوفی جو آپ کے ساتھ مل رہے تھے انہوں نے کہا حضور آپ آپ ہیں اور مسلم۔ آپ کے کوفہ پہنچنے پر حالات آپ کے حق میں بہت بہتر ہو جائیں کوئی یہ نہ کہے کہ کوفی لوگ کیسے آ گئے۔ مستند اور معتبر کتب تواریخ میں موجود کم وبیش ساٹھ اہل کوفہ جو کوفیوں کے خطوط لے کر مکہ معظمہ میں آپ کے پاس حاضر ہوئے تھے آپ کے ساتھ چل رہے تھے بلکہ ان لوگوں نے سیدنا امام حسین کو کوفہ جانے پر ابھارا جس طرح کے اس سے قبل عراقی لوگ سیدنا امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی چرب زبانی سے مدینہ طیبہ سے عراق لے آئے تھے تاریخ گواہ ہے کہ بہت سے عظیم بزرگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہی آیا ہے چناں چہ آپ کا سفر جاری رہا۔

اس جگہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

چناں چہ جلاء العیون صفحہ 421 پر آپ کا یہ خطبہ

خبر بمار سید کہ مسلم بن عقیل وہانی وعبداللہ یقطر را شہید کردند شیعان مادست از یاری ما برداشتہ اند ہر کہ خواہد از ما جدا شود بر او حرفی نیست۔

ترجمہ: پس سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور عبداللہ یقطر کو شہید کر دیا گیا اور ہمارے شیعوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھا لیا پس جو کوئی چاہے چلا جائے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

بعینہ ہی عبارت منتہی الآمال کے صفحہ 238 پر موجود ہے۔ علاوہ ازیں شیعوں کی کثیر کتابوں میں موجود ہے۔

(ناسخ التواریخ ذکر سید الشہداء جلد ششم جز دوم صفحہ 148)

اما بعد فانه فقد اتانا خبر فظیع قتل مسلم بن عقیل وھانی بن عروہ وعبداللہ بن یقطر و قد خذلنا شیعتنا فمن احب منکم الا نصراف فلینصرف فی غیر حرج ولیس علیه زمام۔ (الارشاد شیخ مفید جلد دوم صفحہ 77)

چناں چہ آپ کا یہ خطاب سن کر بہت سے لوگ وہیں سے واپس ہو گئے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کے ساتھ منزلوں پر منزلیں طے کرتے رہے، یہاں تک کہ مقام شراف سے آگے بڑھ کر ایک لشکر نظر آیا جسے دیکھ کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ قریب ہے جہاں ہم پشت سے محفوظ ہو جائیں اور مقابلہ سامنے سے ہو؟ ایک ساتھی جو واقف کار تھے انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں، رکوہ ذی جسم اس مقصد کے لیے بہت موزوں ہیں۔ چناں چہ تیزی سے بڑھ کر اپنے اس مقام پر قبضہ کر لیا، بعد میں حر بن یزید اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا اور آپ کے بالکل محاذ اور برابر میں پڑاؤ ڈال دیا، حر کے ساتھ ایک ہزار پر مشتمل لشکر تھا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ حر اور ان کے ساتھی اور گھوڑے سخت پیاسے تھے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے رفقا نے آپ کے حکم سے ان کو پانی پلایا۔

لشکر حر سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب

اس لشکر کو دیکھنے کے بعد کوفیوں کی غداری میں کوئی شبہہ باقی نہ رہا کیوں کہ لشکر حر میں بہت سے وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے جب آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کے مقابلے میں دشمن کے کیمپ میں موجود ہیں تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور تقریر کی جس میں ان میں ان کے وعدے اور خطوط یاد دلائے اور فرمایا اور اگر تم اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہے تو مجھے واپس جانے دیا جائے لیکن ظاہر ہے وہ کیا جواب دیتے، اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ لشکر میں اذان ہوئی تو آپ نے حر بن یزید سے دریافت کیا کہ کیا تم نماز الگ پڑھو گے یا ہمارے ساتھ تو حر نے کہا کہ حضور آپ جماعت کروائیں میں اور میرا لشکر آپ کی امامت میں نماز ادا کریں گے چناں چہ تمام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نماز عصر بھی اس طرح ادا کی گئی نماز عصر کے بعد آپ نے پھر تقریر فرمائی اور انہیں باتوں کا اعادہ کیا جو آپ پہلے فرما چکے نیز آپ نے اپنے حقوق یاد دلائے حر نے کہا کہ اللہ کی قسم کہ ہمیں خطوط کا علم ہے نہ بھیجنے والوں کا پتہ ہے کہ وہ کون ہیں اس پر آپ نے خطوط لکھنے والوں کے نام لے کر انہیں ان کے خطوط اور وعدے یاد کروائے مگر وہ خاموش رہے۔

اس جگہ سے آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا

آپ نے جب یہ حالات دیکھے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنی سواریوں پر سوار ہو جاؤ کہ واپس جانا ہے مگر حر کے حکم سے آپ کو روک لیا (جب آپ کے حالات دیکھے کہ مجھے واپس نہیں جانے دیا جاتا تو آپ نے شام کا راستہ اختیار کیا تا کہ یزید کے پاس جا کر خود مسئلہ حل کر لوں)

سلك طريق الشام سائراً نحو يزيد بن معاويه لعلمه عليه السلام بانه على مابه ارق به من ابن زياد و اصحابه۔ (تلخیص الشافی ابو جعفر طوسی الجزء الرابع صفحہ 185)

آپ کے ساتھیوں نے آپ کو یہ مشورہ دیا ان سے لڑ پڑیں مگر آپ نے منع فرما دیا حر نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ جائے اور نہ ہی حجاز کی طرف اتنے عرصے میں صورتحال سے ابن زیاد کو آگاہ کرتا ممکن ہے کوئی مصالحت کا راستہ نکل آئے اس بات کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے منظور فرما لیا، ایسے راستے پر چلنا شروع کیا جو نہ سیدھا کوفہ جاتا تھا نہ کوفہ سے بہت زیادہ ہٹا ہوا تھا چناں چہ چلتے چلتے آپ ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی کا چشمہ تھا یہاں پر اتر پڑے اور ٹھہر گئے آپ نے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے چار آدمی آ رہے ہیں جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حمایتیوں میں تھے انہیں دیکھ کر حر نے کہا چوں کہ یہ آپ کے ساتھی نہیں ہیں اس لیے مجھے حق پہنچا کہ میں ان کو آپ کے پاس آنے دوں یا روک لوں مگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اگر ان کو روکا تو ہماری تمہاری جنگ ہو گی یہ سن کر حر نے کوئی مداخلت نہ کی اور چاروں آدمی آ گئے یہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے واقعی حر آپ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اور کاش کہ جو اس کے بعد میں کیا وہ اب کرتا تو شاید واقعہ کربلا کی تاریخ کا نام و نشان نہ ہوتا مگر ہوا وہ جو اللہ کو منظور تھا آپ نے ان سے بھی کوفہ کے حالات دریافت کیے تو انہوں نے اہل کوفہ کے حالات وہی بیان کیے تھے جو آپ پہلے سن چکے تھے۔ نیز انہوں نے بتایا کہ اس لشکر کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو رہا ہے جو کہ غالباً آپ کے مقابلے کے لیے آئے گا اور انہوں نے ایک محفوظ مقام کا مشورہ دیا کہ اگر آپ وہاں تشریف لے جائیں تو آپ جنگ سے بچ سکیں گے نیز ہم پوری طرح آپ کی حفاظت بھی کر سکیں گے مگر آپ نے یہ کہہ کر منظور نہ کیا یہ معاہدہ کے خلاف تھا جو میرا حر بن یزید سے ہو چکا اس جگہ سے آپ طلحہ بنی مقابل میں پہنچے تھوڑی دیر آرام فرما کر یہاں سے بھی روانہ ہو کر نینوی کے مقام پر قیام فرمایا اس جگہ حر کے پاس ابن زیاد کا قاصد پہنچا اس نے ابن زیاد کا خط حر کے

حوالے کیا جس میں لکھا تھا کہ میرا خط پہنچتے ہی تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کسی ایسی جگہ محاصرہ کر لو جہاں نہ تو کوئی جائے پناہ ہو اور نہ ہی پانی کا چشمہ اور میرا یہ قاصد مسلسل تیری نگرانی کرے گا تو نے میرے حکم کی تعمیل کرنا ہے یا نہیں؟ چناں چہ حر نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط سنایا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دو تین مقامات کا ذکر کیا مگر حر نے ابن زیاد کے خوف سے اسی نینویٰ مقام کو پسند کیا یہ حالات دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے پھر مشورہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے جنگ ہو کر رہے گی کیوں نہ ہو کہ ابھی ان کے ساتھی لڑائی کی جائے یوں مقابل فوج کی تعداد ابھی کم ہے اور مزید زیادہ ہونے کا خطرہ ہے مگر حر چوں کہ کسی طرح بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے آپ نے بھی اس بات کو پسند نہ کیا کہ ہماری طرف سے لڑائی کا آغاز ہو چناں چہ نینویٰ سے بھی آپ نے کوچ کیا۔

کربلا میں ورود اور ابن زیاد کے دوسرے لشکر کی آمد

چناں چہ آپ مقام کربلا میں پہنچے جو دریائے فرات سے کچھ فاصلہ پر واقعہ ہے تو حر نے آپ کو آگے بڑھنے سے روکا اور آپ کو رکنا پڑا اور یہی وہ بدنصیب اور منحوس مقام ہے جس کی زمین اس جنتی نوجوانوں کے سردار کا مقتل ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پہلی یا دوسری محرم 41ھ کو کربلا میں پہنچے تھے اور دوسرے ہی دن ابن زیاد کا دوسرا لشکر جن کی تعداد چار ہزار تھی عمرو بن سعد کی مدد کو پہنچا، اس لشکر کی تعداد کل پانچ ہزار تھی، مگر غیر معیاری غیر معتبر واعظانہ کتابوں میں جو بہت زیادہ بیان کی گئی ہیں یا سنی وشیعہ ذاکر بیان کرتے ہیں وہ سراسر غلط ہیں، اس کا کسی معتبر کتاب میں کوئی ثبوت نہیں۔

عمرو بن سعد کا قابل عبرت کردار

یہ عمرو بن سعد سیدنا سعد بن ابی وقاص کا بیٹا ہے جو اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کا بہت بڑا فاتح جرنیل اور سپہ سالار اعظم تھا سید الانبیاء کا رشتہ میں ماموں اور احد کے دن سید الانبیاء کا اس قدر دشمنوں سے دفاع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے سعد تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اور ایک حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد میرا ماموں ہے اور میرے ماموں جیسا کسی کا ماموں نہیں اگر ہو تو دکھاؤ نیز آپ ان خوش قسمت دس صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں سے ہیں جن کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت مژدہ اور خوشی کی خبر دی مگر جب دنیا کی محبت لالچ نے ابن سعد کو اس قدر گمراہ کر دیا دنیا کی محبت میں یہ سب کچھ بھول گئے اس لیے حدیث میں ارشاد ہوا کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سوائے اللہ سب ملعون ہے تاہم جب ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو سیدنا امام

حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھیجنا چاہا تو اولاً عمر بن سعد نے انکار کر دیا ایک طرف سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کا مقام اور مرتبہ اس کے پیش نظر تھا دوسری وجہ اس کی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے خاندانی قرابت بھی ملتی تھی اس لیے اس نے لیت ولعل سے کام لینا چاہا مگر ابن زیاد کے ڈرانے دھمکانے اور کچھ حکومت کا لالچ دے کر وعدہ کیا آخر عمرو بن سعد اس کام کے لیے تیار ہو گیا ایک تاریخی روایت یہ بھی کہ اس کے بیٹے نے کہا اے ابا جان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کے بدلے ساری دنیا کی حکومت مل جائے تو تب بھی یہ گوارہ نہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ ابن سعد بہت بڑی کشمکش میں تھا کہتے ہیں کہ رات بھر اس اضطراب اور کشمکش میں رہا بار بار شعر پڑھتا:

اترك ملك الری والری رغبتی

اوارجع مذموماً بقتل حسین

ترجمہ: کیا میں رے کی حکومت جانے دوں حالاں کہ اس سے مجھے محبت ہے یا پھر حسین کے قتل کی برائی اپنے سر لے لوں۔

لیکن رے کی حکومت کی محبت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت پر غالب آ گئی اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے جانا منظور کر لیا مگر پھر بھی وہ آپ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح معاملہ سلجھ جائے چناں چہ میدان کربلا میں آ کر پہلا کام یہ کیا اس نے چاہا کہ کسی طرح سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا وجہ بنی آپ یہاں تشریف لائے اپنے لشکر میں ایک شخص جس کا نام عروہ بن قیس تھا اس کو بلا کر حکم دیا کہ بہ طور قاصد وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جائے چوں کہ وہ ان بدبختوں میں تھا جنھوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھے تھے اس نے یہ قاصدی قبول نہ کی ابن سعد جس کسی کو بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنا چاہتا تو بہ وجہ شرم کوئی جانے کو تیار نہ ہوتا کیوں کہ ان میں اکثریت انہیں لوگوں کی تھی جنھوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے تھے۔

لمحہ فکریہ اور قابل غور یہ بات ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والے سب کے سب کوفی تھے۔

شیعوں کی معتبر کتاب خلاصۃ المصائب کے صفحہ 212 پر موجود ہے:

لیس فیھمم شامی ولا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفۃ۔

ترجمہ: ان میں نہ کوئی شامی تھا نہ حجازی بلکہ سب کے سب کوفی تھے۔

اس میں لکھا ہے: اکثر وہ ہی بے حیا تھے جنہوں نے نامہائے پُر دغا جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھے تھے کہ سیدنا جلد آیئے کہ فوجِ کثیر آپ کی مدد کو موجود ہے۔ (ناسخ التواریخ جز دوم جلد ششم حالات سید الشہداء صفحہ 183)

ہمہ گان کوفی بودند وحجازی وشامی ما ایشاں نمود۔

تمام کے تمام کوفی تھے حجازی اور شامی ان میں کوئی نہ تھا۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ عمرو بن سعد کے لشکر کی تعداد چار پانچ ہزار تھی جن غیر معیاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی تعداد 24 ہزار تھی اور کوئی لکھتا ہے چالیس ہزار تھی بلکہ اسی نوے ہزار تک بعض واعظ کی کتابوں میں درج ہے اور کئی بے علم واعظ اور ذاکر اس قسم کی خرافات بیان کرتے ہیں جب ثابت ہو گیا کہ وہ سب کے سب کوفی تھے تو اس وقت کوفہ کی اتنی آبادی بھی نہیں تھی کیوں کہ یہاں پر سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوجی چھاؤنی قائم کی تھی جو آہستہ آہستہ بعد میں قصبہ اور شہر کی صورت اختیار کر گئی یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ دس بارہ سال کی مدت میں اتنا بڑا شہر بن گیا ہو جس کی آبادی میں سے ایک لاکھ کے قریب فوج تیار ہو گئی ولہٰذا ایسی روایات جن میں پانچ ہزار سے زیادہ تعداد بیان کی گئی ہو وہ سب کی سب روافض کا جھوٹ اور پراپیگنڈہ ہے جس میں کوئی صداقت نہیں کہیں محققین اور مورخین اس کو پانچ ہزار ماننے کے لیے بھی تیار نہیں بندہ کے نزدیک یہ روایات جن میں چار پانچ بیان کی گئی ہے قابل تسلیم ہو سکتی ہے کیوں کہ مؤرخین ایک ہزار فوج حر بن یزید کی ہمراہی میں ہے لکھتے ہیں۔

اور ملا باقر مجلسی خود جلاء العیون اردو ترجمہ صفحہ 220 پر لکھتا ہے کہ ابن سعد کے ساتھ چار ہزار کوفیوں کی فوج آ گئی اگر کوئی اعتراض کرے سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو اٹھارہ ہزار کوفیوں نے ان کی بیعت کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہو گی مگر محققین علماء اور مورخین نے اس کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اس میں بھی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے دار العمارت اور قلعہ پر ہلہ بولا تو اس وقت ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ چار ہزار کے لگ بھگ کوفی تھے اہل کوفہ سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو جو خطوط لکھے ان کی تعداد بھی ڈیڑھ دو ہزار سے زیادہ نہ تھی جب کہ ان میں بھی زیادہ تر جعلی اور بناوٹی تھے اور اس گروہ کو اس جعل سازی میں بڑی مہارت ہے اس سے قبل سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خلاف جو خطوط تحریر کیے گئے تھے ان کا بھی یہی حال تھا کیوں کہ ان ظالم سباہیوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہا کی طرف سے

خطوط لکھ کر شائع کروائے تھے یہی وجہ ہے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف وکالت اور حمایت کی تو سبائیوں نے کہا تھا اگر آپ نے سیدنا عثمان کی ہی حمایت کرنا تھی تو ہمیں آپ نے خط کیوں لکھے جس کے جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں نے کوئی خط آپ لوگوں کو نہیں لکھا یہ سن کر وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور اس واقعہ پر بھی یہ عین ہی وہی کارروائی عمل میں لائی گئی آمدم برسر مطلب جب ابن سعد کے لشکر میں سے کوئی بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے جانے کو تیار نہ ہوتا تھا تو ان میں ایک شخص جس کا نام کثیر ابن عبداللہ جو کہ بڑا بے باک بہادر اور بڑا بے حیا تھا نے کہا جو پیغام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دینا چاہتے ہو مجھے حکم دو میں جا کر پہنچا دیتا ہوں اگر حکم کرو تو میں ابھی ان کا سر اتار کر پیش کر دیتا ہوں ابن سعد نے اسے کہا تو ان کے پاس جا کر سیدنا سے یہ پوچھ کر آ کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں چناں چہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا آپ کے ساتھیوں نے جب اس کو آتے دیکھا اور اس سے خطرہ محسوس کیا مطالبہ کیا اپنے ہتھیار کھول کر پھینک دیئے اور خالی ہاتھ آگے آئے، اس نے آپ کے ساتھیوں کے اس رویہ اور مطالبہ کو اپنی توہین سمجھا تو غصہ سے واپس چلا گیا اس کے بعد ابن سعد نے ایک اور آدمی جس کا نام قرہ بن قیس کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور اس نے ابن سعد کا پیغام آپ تک پہنچایا یہ پیغام سن کر عمرو بن سعد خود آپ کے قریب آیا آپ کو سلام کیا براہ راست آپ کے آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خود بہ خود یہاں نہیں آیا بلکہ کوفہ والوں نے مسلسل خط اور آدمی بھیج کر مجھے آنے کے لیے مجبور کیا اور آپ نے کوفیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ ان کے خطوط ہیں یاد رہے بطور سند سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کوفیوں کے خطوط کو تھیلے میں ڈال کر آپ کے ساتھ لے گئے تھے یہ سن کر ابن سعد نے کہا کہ سیدنا بے شک آپ یزید خبیث کے مقابلے میں خدمت کے حق دار ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں آپ کے خاندان میں حکومت / خلافت آئے آپ کے والد گرامی اور برادر اکبر کے حالات آپ کے سامنے گزر چکے ہیں لہٰذا میری گزارش ہے آپ حکومت اور خلافت کا خیال چھوڑ دیں ورنہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے اس پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں ان تینوں میں سے جسے چاہو میرے لیے منظور کر لو۔

اول یہ کہ میرا راستہ چھوڑ دو میں واپس چلا جاؤں۔

دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو وہاں کفار کے ساتھ لڑتا ہوا اپنی زندگی گزار دوں۔

سوم یہ کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو، میں خود جا کر براہ راست اس سے اپنا معاملہ طے کرلوں جس طرح میرے برادر اکبر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ سے طے کیا تھا۔

شیعہ کتب کے حوالے ملاحظہ کیجیے!

پہلا حوالہ:

و قد روی انه علیه السلام قال لعمر بن سعد اختاروامنی اما الرجوع الی المکان الذی اقبلت منه او ان اضع یدی علٰی ید یزید فهو ابن عمی یری فیّ رایه و اما ان تسیرو الی ثغر من ثغور المسلمین فاکون رجلاً من اهله لی ما له و علی ما علیه۔ (تلخیص الشافی جز 4 مصنف ابوجعفر طوسی صفحہ 186)

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے کہا میری طرف سے تین چیزوں (باتوں) میں کوئی ایک قبول کرلو یا مجھے واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں یا میں خود یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں چوں کہ وہ میرا چچا زاد ہے میرے بارے جو مناسب ہوگا کرے گا یا مجھے اسلامی سرحدوں کی طرف چلے جانے دو۔

دوسرا حوالہ:

ان یاتی الی امیرالمومنین یزید فیضع یده فی یده فیریی فیما بینه وبینه رایه و فی هذا لك رضی و لامة صلاح۔ (علامہ الوری باعلام الہدیٰ، ابی علی لفضل بن الحسن الطبرسی صفحہ 241)

تیسرا حوالہ:

هذا حسین قد اعطانی عهداً ان یرجع الی المکان الذی هو منه اتی او یسیر الی ثغرمن الثغور فیکون رجلا من المسلمین له مالهم وعلیه ماعلیهم او یاتی امیرالمومنین یزید فیضع یده۔ (الارشاد شیخ مفید صفحہ 89 جلد دوم)

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے کہا میری طرف سے تین چیزوں (باتوں) میں کوئی ایک قبول کرلو یا مجھے واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں یا میں خود یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ

میں ہاتھ دے دوں چوں کہ وہ میرا چچا زاد ہے میرے بارے جو مناسب ہوگا کرے گا یا مجھے اسلامی سرحدوں کی طرف چلے جانے دو۔

(پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کی طرف سے اردو ہشتم کی کتاب میں عنوان ''شہید کربلا'' کے عنوان کے صفحہ 102 مطبوعہ 2004ء)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری تینوں شرطوں میں آپ جسے چاہیں قبول کر لیں۔

1 مجھے واپس مکے جانے دیں تا کہ باقی عمر یاد خدا میں بسر کروں۔

2 مجھے سرحد کی طرف جانے دیں تا کہ کفار سے جہاد کرتا ہوں شہید ہو جاؤں۔

3 مجھے یزید کے پاس دمشق جانے دیں کہ میں براہ راست اس معاملہ کو طے کر لوں۔

سنی کتابوں کے حوالے:

حوالہ اول:

فانطلق يسير نحو يزيد بن معاوية، فتلقتة الخيول بكر بلاء فنزل ينا شدهم الله و الاسلام، قال: و كان بعث اليه ابن زياد عمر بن سعد و شمر ذى الجوشن و حصين بن نمير، فنا شدهم الله و الالسلام ان يسيروه الى امير المؤمنين يزيد فيضع يده، فى يده، فقالوا له: لا الا ان تنزل على حكم ابن زياد۔

(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 118)

حوالہ دوم:

خالد بن عبدالله عن الجريرى عن رجل ان الحسين لما ارهقه السلاح قال الا تقبلون منى ماكان رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ و سلم يقبل من المشركين؟ كان اذجنع احد هم قبل منه قالوا: لا، قال: فدعونى ارجع، قالوا: لا، قال: فدعونى اتى امير المومنين۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 366)

حوالہ سوم:

انه قال اختار و منى خصالا ثلاثاً اما ان ارجح الى المكان الذى اقبلت منه و اما ان اضع يدى فى يد يزيد ابن معاوية فيرى فيما بينى و بينه رايه و اما ان تسير

و نی الی ای ثغر من ثغور المسلمین۔

(تاریخ طبری المعروف بتاریخ الامم والملوک جلد 4 صفحہ 313 امام جعفر محمد بن جریر طبری)

حوالہ چہارم:

او ان نسیره الی ای ثغر من الثغور شئنا، فیکون رجلا من المسلمین له مالهم او ان یاتی امیرالمومنین یزید، فیضع یده فی یده ، فیری فیه رایه، وفی هذا لکم رضی، و لامة صلاح۔

(تجارب الامم الجزء الثانی صفحہ 44 ابی علی احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ التوفی 421)

حوالہ پنجم:

فخذ له اهل الکوفة کما هو شانهم مع ابیه من قبله فلما رهقه السلاح عرض علیهم الاستسلام و الرجوع و المضی الی یزید فیضع یده فی یده فابوا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 158 امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی 111ھ)

امام حسین نے ان سے صلح کی درخواست کی اور کہا یا تو مکہ لوٹنے دو یا پھر یزید کے پاس جانے دو تا کہ اس کی بیعت کی جاسکے لیکن فوج نے سب باتوں سے انکار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

رہی یہ روایت عقبہ بن شمعان اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان جو بات چیت ہوئی وہ انتہائی اور علیحدگی میں ہوئی وہ کیسے سن سکتا تھا اور اس لیے بھی صحیح نہیں اس روایت کے مطابق وہ کہتا ہے کہ میں قدم بہ قدم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شروع سے آخر تک۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ شہید کیوں نہیں ہوا ایک کتاب میں لکھا ہے کہ وہ گرفتار ہوا اور کہنے لگا میں تو غلام ہوں میرا کوئی قصور نہیں ہے تو شخص کے کہنے سے کس طرح اتنی کثیر اور مشہور روایات رد کی جاسکتی ہیں۔

ابن زیاد کی بدبختی کی انتہا

اس کے باوجود اس نے کسی کی پروا نہیں کی اور وہی کیا جو اس کے دل میں آیا۔ چناں چہ طبری میں درج ہے، یزید نے ابن زیاد کو لکھا:

و انه قد بلغنی ان الحسین بن علی قد توجه نحو العراق فضع المناظرة و

المسالح و احترس على الظن و خذ على التهمة غير الا تقتل الامن قاتلك و اكتب الى۔ (تاریخ طبری صفحہ 286 ج4)

ترجمہ: مجھے خبر ملی ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف آ رہے ہیں ہوشیار رہنا اور خوب نظر رکھنا اور کسی تہمت کی بنا پر اس کو گرفتار کر لینا اور خبر دار نہ قتل کرنا یا لڑنا مگر اس سے جو تم سے قتال یا لڑائی کریں۔

پہلا حوالہ:

فكتب مروان الى ابن زياد اما بعد فان الحسين بن على قد توجه اليك، و هو الحسن بن فاطمه ،وفاطمه بنت رسول الله صلى الله عليه و آلہٖ و سلم و تاللّٰه ما احد يسلمه الله احب الينا من الحسين، فاياك ان تهيج على نفسك و الا يسده شى۔ (البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 115)

ترجمہ: اور مروان نے بھی ابن زیاد کو لکھا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور وہ حسین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ کی صاحب زادے ہیں اللہ کی قسم جس کسی کو اللہ چھوڑ دے وہ ہمیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے نفس پر اس چیز کو برانگشتہ کرنے سے بچ۔

دوسرا حوالہ:

روایت کردہ است کہ چوں ولید والی مدینہ منورہ شنید کہ سیدنا امام حسین متوجہ عراق است نامہ بسپر زیاد نوشت کہ شنیدم کہ حسین متوجہ عراق شدو او فرزند فاطمہ است زنہار متعرض او رمشو و آسیبی باو مرسان کہ تا دنیا باقی باشد مورد لعنت دوست و دشمن خواہی شد۔

ترجمہ: روایت ہے مدینہ منورہ کے گورنر ولید نے جب سنا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی جانب متوجہ ہیں اس نے ابن زیاد کو خط لکھا میں نے سنا ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عراق آ رہے ہیں یاد رکھنا وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے ہیں اور ہرگز ہرگز اس کے در پے نہ ہونا اور اس کو کسی قسم کی اذیت تکلیف یا نقصان نہ پہنچانا ورنہ جب تک دنیا باقی ہے دوست دشمن کی لعنت کا مورد ہوگا۔ (جلاء العیون صفحہ 417,18)

اس موضوع کے بارے میں سنی و شیعہ کتابوں کی فہرست پیش کی جا سکتی ہے لیکن ضرورت نہیں۔

سوال: یہ اس کے باوجود ان خبیثوں اور حرامیوں نے آپ کو شہید کیوں کیا؟

جواب: ان کا مطالبہ یہ تھا کہ سیدنا امام حسین پہلے گرفتاری دیں ابن زیاد کی بیعت کریں تاکہ ہم اس کو گرفتار کر کے یزید کے پاس لے جائیں مگر سیدنا امام حسین نے اس ذلت اور رسوائی کو برداشت اور قبول نہ کیا اور اس میں آپ بالکل حق بہ جانب تھے آپ نے فرمایا اس ذلت اور رسوائی کی زندگی سے موت ہی بہتر ہے آپ کا یہ موقف بالکل درست اور صحیح تھا۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ میں ان تاریخی حوالہ جات کو نہیں مانتا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ اسی بنا پر نہیں مانتا اور کہتا ہے یہ حوالہ جات غلط ہیں یہ بات درست نہیں اس کو دلائل سے اس کی تردید کرنا ہوگی اور اگر ویسے ہی تاریخ کو تاریخی روایات کو تسلیم نہ کرے تو کوئی ہرج نہیں کیوں کہ تاریخ آخر تاریخ ہی ہے اس کو قرآن وحدیث کی طرح ماننا ضروری نہیں تاریخی واقعات اخبار کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

الحاصل حر بن ابن سعد آپ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا چناں چہ ٹال مٹول کرتا رہا سنی شیعہ ہر دو فریق کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے نیز محرم کی 10 ویں رات سیدنا امام حسین اور ابن سعد کی تنہائی میں ملاقات ہوئی جس میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز بھی دی کہ صرف ہم دونوں یزید کے پاس چلے جاتے ہیں اور اپنے اپنے لشکر کو یہی چھوڑ دینے یا رہنے دیتے ہیں مگر اس تجویز کو ابن سعد نے اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے کے بہانے قبول نہ کیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی کی پابندی

آپ کا پانی بند کیا گیا اول تو یہ روایت صحیح نہیں اگر اس کو درست مان بھی لیا جائے تو یہ دسویں محرم کی رات کا واقعہ ہوسکتا ہے محرم کی سات تاریخ کو پانی بند ہونا یہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے نیز دسویں رات کو سیدنا عباس بن علی علمبردار رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ پچاس یا ساٹھ آدمیوں کو لے کر نہر فرات سے مشکیں پانی سے بھر کر لائے تھے۔

حضرت برادر عباس راطلبید وسی سوار وبیست پیادہ با او ہم راہ کرد مشک بہ ایشاں داد کہ از فرات آب پر کشند بزودی اصحاب حضرت مشک ہار اپر آب کردند ومعاودت نمودند آسیبی بہ ایشاں نرسید۔ (جلاء العیون صفحہ 429)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور تین سوار اور بتیس پیادے ان کے ہمراہ کر کے

بیس مشکیں ان کو دیں اور فرات سے بھر لائیں جب فرات پر پہنچے عمرو بن حجاج نے پوچھا کون ہو؟ بلال بن نافع نے اصحاب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تمہارے پسر عم ہوں پانی پینے آیا ہوں۔ اس نے کہا: تم پی لو۔ بلال بن نافع نے کہا: تم پروائے : د، میں کس طرح پانی پیوں حالاں کہ اہل بیت نبوت و دیگر جگر گوشہ رسالت رات سے پیاسے ہیں اس شقی نے کہا یہ سچ ہے جو مجھے حکم ملا اس کی میں تعمیل کروں گا۔ یہ سن کر بلال نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی جلدی پانی بھر لو حجاج نے اپنے لشکر سے کہا: پانی نہ بھرنے دو قریب تھا، آتش ضرب مشتعل ہو مگر اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ نے جلدی سے مشکیں بھر لیں اور روانہ ہوئے کوئی آسیب و گزند نہ پہنچا۔ (جلاء العیون اردو جلد دوم صفحہ 223)

باشد وعلی اکبر را باسی سوار و بیست پیادہ فرستاد کہ چند مشک آب با نہایت خوف و بیم آور دند پس اہل بیت و اصحاب خود را فرمود از این آب بیا شامید کہ آخر توشہ شما است وضو بسازید و غسل کنید و جامہ ہای خود را بپو شید کہ کفنہای شما خواہد بود۔ (جلاء العیون فارسی صفحہ 433)

ترجمہ: علی اکبر کو تیس سوار اور بیس پیادا بھیجا کہ وہ چند مشک آب با نہایت خوف و اضطراب بھر لائیں آپ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب سے فرمایا کہ پانی پیو یہ آخری توشہ تمہارا ہے اور وضو غسل کرو اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ کہ وہ تمہارے کفن ہوں گے لہذا پانی بند ہونے کی روایات صحیح نہیں ہیں پانی آپ کے خیموں میں موجود تھا تب ہی تو دسویں تاریخ کو نماز فجر کے غسل اور وضو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کیا نیز یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے کنواں بھی کھودا تھا اور وہ واقعہ جو جاہل واعظ بیان کرتے ہیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر مشتمل ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ شرائط پر ابن سعد اور ابن زیاد کا رد عمل

چناں چہ ابن سعد چاہتا تھا کہ آپ کی اس تجویز کو تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کو یزید کے پاس جانے کی اجازت دے دی جائے اس لیے اس نے یہ شرائط لکھ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیں نیز یہ بھی بہت اچھا ہے کہ ہم اس معاملہ سے بچ جائیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس جانے دیا جائے تمام کتب تواریخ نیز سنی شیعہ کی مذہبی کتب میں موجود ہے کہ یہ خط ابن سعد پڑھ کر ابن زیاد بھی خوش ہوا اور اس نے بھی اس تجویز کو پسند کیا مگر شمر لعین نے شرارت کی اور کہا اگر تو نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس جانے دیا کہ وہ مقام حاصل کر لیں گے جو تم کسی کو بھی حاصل نہیں ہوا یہ

سن کر ابن زیاد نے فوراً رخ بدلہ اور ابن سعد کو سخت ترین الفاظ پر مشتمل خط لکھا کہ میرا یہ حکم پہنچتے ہی جس قدر ہو سکے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر سختی کر اور اسے اس بات پر آمادہ اور مجبور کر کہ وہ پہلے میری بیعت کرے پھر ہم دیکھیں گے آگے کیا کرنا ہے اور یہ خط اس نے شمر لعین کے حوالے کیا اور ساتھ ہی انہیں کہا کہ اگر عمرو بن سعد میرے اس حکم کی روح گردانی کرے تو فوراً اسے گرفتار یا قتل کر دیں اور لشکر کی کمان تو خود اپنے ہاتھ میں لے لینا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اب بالکل کسی قسم کی مہلت نہ دینا چناں چہ شمر لعین جب خط لے کر ابن سعد کے پاس پہنچا ابن سعد خط پڑھ کر بہت پریشان ہوا اور شمر کو برا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں یہ سب تیری ہی خباثت اور شرارت ہے ورنہ اچھا بھلا معاملہ طے ہو چکا تھا وہ خط لے کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ابن زیاد کا یہ نیا حکم ہے آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے سوچنے کا موقع دیا جائے، جب اس بات کا علم شمر لعین کو ہوا اس نے کہا: اب سوچنے کا کوئی موقع نہ دیا ابن زیاد کی بیعت کر دیا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ چناں چہ تھوڑی دیر کے بعد حملہ کرنے کی غرض سے فوج کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپ سے کہہ بھیجا کم از کم آج رات جنگ ٹال دی جائے چناں چہ یہ تجویز مان لی گئی آپ اور آپ کے سارے ساتھیوں نے رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے گزاری نیز اس رات آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ رات کی تاریکی اور اندھیرا چھا گیا میں آپ سب کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ سب رات اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں سے نکل جائیں میں بارضا و رغبت اور خوشی سے آپ سب کو اجازت دیتا ہوں کیوں کہ دشمن کو صرف میرے ساتھ ہی کام ہے، وہ مجھے ہی قتل یا گرفتار کرنا چاہتا ہے آپ کسی کا تعاقب نہیں ہوگا کہتے ہیں یہ فرما کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے چراغ بجھا دیا مگر ساتھیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا کتابوں میں لکھا ہے اس کے تھوڑی دیر بعد طرماح بن عدی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ آپ اکیلے میرے ساتھ چلیں میں آپ کو بچالوں گا مگر آپ نے یہ کہہ کر اس کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا کہ میں نے ابھی ابھی اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ تم مجھے چھوڑ کر سب چلے جاؤ تو اب میں ان کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔

جنگ اور شہادت

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرما لیا ابن زیاد کی پیش کردہ شرائط پر صلح ہرگز نہیں کروں گا چناں چہ صبح ہوتے ہی نماز فجر کے بعد آپ اور آپ کے ساتھیوں نے غسل کیا اور نورہ وغیرہ استعمال فرمایا خوشبو لگائی اور لڑائی کے لیے تیار ہو

گئے آپ نے لشکر کو فوجی تربیت سے مرتب کر کے میدان میں اتار دیا بعد از ادھر سے عمر بن سعد کا لشکر بھی سامنے آ گیا۔

میدانِ کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا آخری خطاب

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور قرآن پاک لے کر اپنے آگے رکھا اور اعلان کیا اے لوگو میں تمہیں جو نصیحت کرتا ہوں اس کو خاموشی سے سنو اور آپ نے اللہ تعالی کی حمد وثناء کے بعد فرمایا اے لوگو تم میری مانو اور مجھ سے انصاف کرو تم اس سے بڑے سعادت مند بن جاؤ گے۔ اے لوگو تم میری بات غور سے سنو عجلت اور جلدی نہ کرو جب تک جو مجھ پر واجب ہے میں تم کو سمجھا نہیں لوں اور میں اپنے آنے کا سبب تم سے نہ بیان کر لوں بس اگر تم میرے عذر کو قبول کر لو گے اور میری بات کی تصدیق کرو گے تو تمہاری اس میں سعادت مندی ہے اگر تم عذر قبول نہیں کرنا چاہتے تو تم لوگ جمع ہو جاؤ اور اپنے سب ساتھیوں کو جمع کرو تا کہ تم میں کوئی امر پوشیدہ نہ رہے اس کے بعد پوری تیاری سے میرے مقابلے میں آؤ اور کوئی رعایت اور لحاظ نہ کرو بے شک میرا اللہ تعالی حامی اور ناصر ہے آپ کی ہمشیرہ نے جب یہ آواز سنی تو وہ رونے لگی ایک اپنے بھائی عباس اور لڑکے علی کو ان کو چپ کرانے کے لیے بھیجا اور فرمایا اللہ تعالیٰ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے کیوں کہ انہوں نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ بچے اور عورتیں ساتھ نہ لے جاؤ واقعی اس بارے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی جب وہ خاموش ہو گئی تو آپ نے حمد وثناء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا بعد از ان ظہران سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا اما بعد تم میرے نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں اور سوچو کیا میرا قتل کرنا اور آبروریزی کرنا جائز ہے کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور اس کے چچازاد بھائی اور افضل ترین مومنین کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی ہے؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ تم دونوں سردار جوانان جنت ہو اور اہلسنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ (الکامل صفحہ 515 جلد سوم، ابن خلدون صفحہ 101)

اصل عبارت یہ ہے:

قال لی ولا خی انتما سید اشباب اهل الجنة و قرة عين اهل السنة۔

پس جو میں نے تم سے کہا اس کی تصدیق کرو میں تم لوگو میرے کہنے سے مشکوک ہو یا میرے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر شک کرتے ہو تو اللہ کی قسم آج خدا کی زمین پر میرے سوا کوئی نواسہ رسول نہیں ہے اور بتاؤ میں نے تم میں سے

کسی کو قتل کیا جس کا بدلہ تم مجھ سے لینا چاہتے ہو یا میں نے کسی کا مال غصب کیا ہو جس کا معاوضہ مانگتے ہو کوفیوں کے لشکر میں کسی نے اس کا جواب نہیں دیا تو آپ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی:

الم تکتبو الیّ فی القدوم علیکم۔ (ابن خلدون جلد دوم صفحہ 102)

سیدنا نداد درداد کہ امی شیث بن ربعی، وای حجاز بن ابجر، وای قیس بن اشعث، وای یزید بن حارث مگر شما نبود کہ برای برشما آیا کسی از شمارا کشتہ ام کہ خون او را از من طلب کنید یا مالی راز شما تباہ کردہ ام یا کسی را بجر احتی آسیب زدہ ام تا قصاص از من جوید، ہیچ کس سید نارا پاسخ نگفت۔

(تاریخ ابن خلدون صفحہ 440، منتہی الآمال صفحہ 250)

یا شیث بن ربعی و یا حجاز بن ابجر و یا قیس بن الاشعث و یا یزید ابن الحارث ا لم تکتبوا الیّ ان قد اینعت الثمار و خضر الجنات و انما تقدم علی جند لك مجند۔ (ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ 234، الارشاد جلد دوئم صفحہ 101)

ترجمہ: اے شیث بن ربعی! اے حجاز بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے زید بن حارث! کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے اور میوہ جات تیار ہو گئے اور صحرا سر سبز ہو گیا اور لشکر ہائے دوستان مہیا ہو گئے بہت جلد تشریف لائے کہ ہم سب آپ کی نصرت و یاری کریں۔ (ترجمہ جلاء العیون اردو جلد دوم صفحہ 234)

الارشاد کے صفحہ 101 جلد دوم پر بعینہ یہی عبارت ہے۔

حر بن یزید نے جب دیکھا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ معقول شرائط کو رد کر دیا گیا اور قوم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکی ہے اس نے ابن سعد سے کہا کہ کیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شرائط منظور نہیں ہیں ابن سعد نے کہا اگر میرا اختیار ہوتا میں قبول کر لیتا لیکن تیرا امیر تسلیم کرنے سے انکاری ہے تو حر کا بدن کانپ اٹھا کسی نے اس سے کہا یہ کیا حال تو اس نے کہا کہ میں اپنی آخرت برباد نہیں کر سکتا خواہ میرے جسم کی بوٹی بوٹی کیوں نہ کر دی جائے یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور تیزی سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ حضور مجھے معاف فرما دیجئے میں ہی وہ بدقسمت ہوں کہ میں آپ کو نہ یزید کے پاس جانے دیا اور نہ ہی واپس اور آپ کا راستہ روک کر یہاں تک پہنچایا میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کی تمام درخواستیں رد کر دی جائیں گی ورنہ ہرگز ایسا نہ کرتا بہر حال یہ

سب میری غلطی ہے اب میں اپنی جان دے کر آپ کو اور آپ کے اب کو راضی کرنا چاہتا ہوں قصہ مختصر ابن سعد نے جنگ کی ابتداء کی۔ ابن سعد کی حیثیت حملہ آور کی تھی۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مدافیانہ حیثیت میں لڑ رہے تھے اور دوپہر تک ان کی مداخلت کامیاب رہی مگر بہتر پانچ ہزار کا مقابلہ کہاں تک کرتے دشمنوں نے عام یلغار شروع کر دی اور عرض سے پہلے پہلے یہ سب جانثار سیدنا حسین پر فدا ہو گئے چناں چہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی بڑی بے جگری بہادری اور شجاعت کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنے سے کئی گنا زیادہ کو قتل اور جہنم رسید کیے الحاصل اپنی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو گئے۔

باقی رہا واقعہ کربلا کی تفصیل تو اس میں بہت زیادہ روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حتمی اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں کون سی بات سچی اور کون سی جھوٹی ہے۔

چناں چہ ایک شیعہ فاضل لکھتا ہے:

اس اہم مسئلہ پر جہاں تک غور کیا جاتا ہے بہ ظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مردانِ اہل بیت اور انصار امام سب میدان کارزار میں کام آ چکے تھے۔ سید الساجدین حالت بیماری میں خیمہ کے اندر تھے۔ حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ یا وہ لوگ جو درجہ شہادت پر فائز نہ ہوئے اُن سے کوئی واقعہ مروی نہیں۔ اگر ہے تو شاذ، فوج مخالف کے جو لوگ کوفہ میں آئے انہوں نے جس طرح ان خبروں کو مشہور کر دیا ویسے ہی شہرت پذیر ہو گئیں۔ چناں چہ یہ حادثہ نہایت عظیم الشان تھا جس واسطے بہت جلد اس کا اعلان و اشتہار ہو گیا۔ جس شخص نے جیسا سنا دوسرے اور دوسروں نے تیسرے سے بیان کر دیا۔ بیان واقعات میں سے کسی راوی سے سہو ہوا کسی کے طرز بیان نے واقعہ کی اصلیت کو افراط تفریط مسخ کر دیا۔ کسی کو روای کا اصل مدعا سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی کسی واقعہ کو پر اثر بنانے کے لیے مبالغہ سے کام لیا۔ کسی نے شدت احتیاط سے واقعہ نفس الامری کو نامعتبر سمجھا اور اس میں اپنے خیال کے مطابق کمی کر دی اور ایسا ہونا کچھ تعجب خیز بھی نہیں کیوں کہ مشاہدہ خود اس کا شاہد ہے اگر کسی جگہ کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس کے متعلق طرح طرح کے مختلف اور متضاد افواہیں موجود ہو جاتیں ہیں۔ زید کچھ کہتا ہے، بکر کچھ کہتا ہے اور اس کے پاس اس علاوہ صدہا باتیں طبعزاد تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی اس وقت تک یہ سب واقعات سینہ بہ سینہ منتقل

ہوتے چلے آئے اور تغیر الفاظ کے ساتھ مفہوم میں ہی تغیر پیدا کرتے رہے جس معلق کو جو خبر جس ذریعہ سے مل گئی اس نے وہی لکھ دی۔ رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا۔ حمید ابن مسلم ازدی جو عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے غالباً خدمت نگاری میں مامور تھا اکثر واقعات کا راوی ہے مگر اس کے اقوال بھی نہایت اختلاف کے ساتھ مشہور ہیں۔ ابو مخنف لوط ابن یحییٰ ازدی نے جوان دنوں کوفہ میں موجود تھے۔ مؤرخانہ حیثیت سے اپنی کتاب مقتل میں تمام حالات کو سلسلہ وار لکھا مگر وہ کربلا میں خود موجود نہ تھے۔ اس لیے یہ سب واقعات انہوں نے سماعی لکھے ہیں۔ لہٰذا مقتل ابو مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخہ پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں۔ اور ان سے بھی صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف ان واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے اُن کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلم بند کر دیا ہے۔

مختصر یہ کہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلاف سے پر ہیں کہ اگر اُن کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ اکثر واقعات مثلاً

اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا

مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا

جناب زینب کے صاحب زادہ کا نو اور دس برس کی عمر میں شہادت پانا

فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا عقد

روز عاشورہ

قاسم ابن حسن کے ساتھ ہونا

عباس علم دار کا اس قدر جسیم اور بلند قامت ہونا کہ باوجود سواری اسپ دور کابہ آپ کے پاؤں زمین تک پہنچتے تھے

جناب سید الشہد رضی اللہ عنہما کے موقع پر کی خواہر گرامی

جناب زینب بنت امیر المومنین رضی اللہ عنہما کا سر و پا برہنہ خیمہ سے نکل کر مجمع عام میں چلے آنا

شمر کا سینۂ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا

آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا

نعش مطہر کا زدوکوب سم اسپاں کیا جانا

سراوقات اہل بیت رضی اللہ عنہم کی غارت گری اور نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا

شمر کا سکینہ بنت حسین کے منہ پر طمانچہ مارنا

سکینہ کی عمر تین کی ہونا

روانگی اہل بیت کے وقت جناب زینب کی پشت پر درے لگائے جانا

اہل بیت رسالت کو بے مقنع و چادر ننگے اونٹوں پر سوار کرنا

سید الساجدین کو طوق و زنجیر پہنا کر ساربانی کی خدمت دیا جانا

علاوہ کوفہ و دمشق کے اثنائے راہ میں جابہ جا اہل حرم کو نہایت ذلت و خواری سے تشہیر کرنا

مجلس دمشق میں عرصۂ دراز تک نبی زادیوں کا قید رہنا

ہندہ زوجہ یزید کا قید خانہ میں آنا یا اُس کا اہل بیت کی روبکاری کے وقت محل سرائے شاہی سے سر دربار نکل آنا

سکینہ کا قید خانہ ہی میں رحلت پانا

سید الساجدین کا سر ہائے شہدا لے کر اربعین 20 صفر کربلا میں واپس آ جانا اور چالیسویں روز لاشہ ہائے شہدا کو سپرد خاک کرنا

وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ حالاں کہ ان میں سے بعض سرے سے ہی غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔

(مجاہد اعظم: علامہ محقق سید شاکر حسین امروہی صفحہ 225 تا 227)

شہادت کا مختصر تذکرہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اکیلے اور تنہا رہ جانے کے بعد جس بہادری و جواں مردی کے ساتھ حملہ آور ہوئے ان حملوں کی شان دیکھنے والا آپ کے ساتھیوں میں کوئی نہ تھا، مگر ابن سعد اور شمر بے ایمان ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم

نے آج تک ایسا بہادر اور دلیر انسان نہیں دیکھا اس غم داستان اور دل و دماغ کو ہلا دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے:
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جس طرف دشمن کی فوج کا رخ کرتے تو فوجوں کی فوجیں آپ کے سامنے بھاگ جاتی اس کی وجہ ایک تو آپ کی شجاعت بہادری ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپ مقابلہ کرنے والے آپ کی شان عظمت عزت وحرمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو سمجھتے تھے اور ہر ایک آپ کے سامنے آنے سے اس لیے شرماتا تھا کہ ان ہی خبیثوں نے آپ کو خط لکھ کر بلایا تھا اور تیسری وجہ آپ کے مقام مرتبے اور عزت حرمت کی وجہ ہر ایک آپ کے فضل سے بچنا چاہتا تھا آخر کار شمر لعین نے بہت سارے اپنے جیسے بے ایمانوں کو اور ساتھ لے کر چاروں طرف سے آپ پر حملہ کیا ایک بدبخت نے تلوار کا ایسا وار کیا آپ کا بایاں ہاتھ مبارک کٹ کر الگ گر پڑا اس پر آپ نے جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا دائیاں ہاتھ مبارک بھی اس قدر مجروح اور زخمی ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اٹھا سکے یہ منظر آپ کی ہمشیرہ صاحبہ سیدنا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں جب سنان بن انس نخی ملعون کے ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے آپ کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ابن سعد سے فرمایا کیا تیرے ہوتے ہوئے ابوعبداللہ یعنی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے جائیں گے وہ بدبخت سن کر رونے لگا اور آپ کی طرف منہ پھیر لیا چناں چہ سنان بن انس نخی نے آپ کو نیزہ مارا جو آپ کے شکم مبارک سے پار ہو گیا آپ یہ زخم کھا کر گرے اور آپ کی روح مبارک آپ کے جسم پاک سے پرواز کر گئی۔ انا للّٰہ و انا علیه راجعون۔

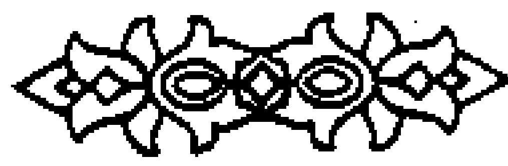
بہ وقت شہادت آپ کی عمر مبارک

آپ کی عمر مبارک کے بارے میں مختلف اقوال میں زیادہ تر اٹھاون سال بیان کی جاتی ہے آپ کی شہادت سنہ 41ھ جمعہ المبارک کے دن ایک روایت کے مطابق بدھ اور دوسری روایت کے مطابق ہفتہ کے دن اور زیادہ تر دس محرم جمعہ کے دن ہوئی بعد زوال مقام کربلا میں ہوئی۔

اس جنگ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہونے والوں کی تعداد کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے زیادہ تر مشہور بہتر کی روایت ہے بعض روایات موافق اڑھائی سو کے لگ بھگ تھیں جن میں اٹھارہ افراد آپ کے خاندان کے تھے سات افراد اولاد عقیل سے سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ جو سب سے پہلے کوفہ میں شہید کیے گئے جعفر رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن پسران عقیل و محمد عبداللہ پسران مسلم جعفر پسر محمد بن عقیل و محمد پسر سعید بن عقیل رضی اللہ عنہم اور بعضوں میں عون محمد

پسران عقیل رضی اللہ عنہ بھی لکھے ہیں اور سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تین شخص محمد وعون وعبداللہ پسران عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور نو افراد فرزندان جناب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا سید الشہد اسیدنا عباس، سیدنا عمر، عثمان، جعفر، ابراہیم، عبداللہ، اصغر، محمد اصغر، ابوبکر اور محمد بن عباس بن علی اور سیدنا علی کے صاحب زادے ابوبکر رضی اللہ عنہم شہید ہونے کا کتابوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے چار اشخاص ابوبکر عبداللہ قاسم وعمر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے علی اکبر جن کے بارے میں لکھا ہے ان ولادت کربلا میں ہوئی اور ان کو غسل دینے کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی گود میں دیا گیا۔ دشمن کی طرف سے تیر آیا جوان کے حلق میں پیوست ہو گیا اور آپ کی گود میں شہید ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق ابراہیم بن حسین، محمد، حمزہ اور علی جعفر، عمر وزید رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ یہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوطالب کی اولاد سے 22 شخص شہید ہوئے، امام محمد باقر سے روایت ہے۔ سترہ شخص فرزندان فاطمہ بن اسد اللہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں شہید ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا
بے کس دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
درِ درجِ نجف مہرِ برجِ شرف
رنگِ روئے شہادت پہ لاکھوں سلام



سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

يا آل بيت الوحى لولا انكم
فى الكون لم يظهر عليه جمال
من اين يوجد فى الانام كجدّكم
و نظيره فى العالمين محال

آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحب زادی اور سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ آپ بڑی عقل مند اور تمام اوصاف حمیدہ سے متصف بڑی فصیحہ وبلیغہ اور سخاوت کی کان اور منبع تھیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 5 ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس کے علاوہ ان کی ولادت کے بارے میں اور بھی قول ہیں۔

آپ کی شادی آپ کے چچازاد سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ ذوالجناحین سے ہوئی۔ آپ کے ہاں علی وعون و عباس ومحمد اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔ آپ کی اولاد پاک کثرت سے پائی جاتی ہے۔ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک اور بالاجماع اہل بیت میں سے ہیں۔ آپ کی ذریت اور اولاد بھی اہل بیت میں شمار ہوتی ہے۔ آپ اپنے بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پیش آنے والے تمام واقعات اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے اور مصائب وآلام کو بے مثال جرات اور شجاعت سے برداشت کیا اور صبر وحلم اور بردباری کی مثال عورتوں کی دنیا میں آج تک بلکہ قیامت تک نہیں مل سکے گی۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کو ساری اولاد سے محبوب ترین تھی اور طیبہ طاہرہ اولاد کی والدہ سیدۃ نساء اہل الجنۃ ہیں اور آپ کی خالہ سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیاں ہیں اور آپ کی ہمشیرہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا اہل بیت کی عورتوں میں بڑی فضیلت اور کرم کی مالکہ تھیں۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سید الانبیاء کو اطلاع کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بڑی صاحب زادی زینب کا نام پر آپ کا نام زینب رکھا اور مہاجرین وانصار صحابہ نے ان کی ولادت پر

سید الانبیاء ﷺ کو مبارک دی۔ حضور ﷺ کو ان کی ولادت کی بہت خوشی ہوئی۔ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین اور سیدہ زینب اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہم نبی پاک کی اہل بیت پاک کے ستون اور اہم افراد ہیں اور سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی پاک ﷺ کو بہت محبوب اور پیاری تھیں تو سیدہ زینب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انھوں نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی' ان کی نگرانی میں پروان چڑھیں' اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت کی زیر نگرانی تعلیم وتربیت پائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اپنی بڑی بہن سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی یاد ستاتی تو آپ اپنی صاحب زادی سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا سے تسکین حاصل کرتیں۔

آپ روحانی تعلیم وتربیت کے علاوہ خانہ داری کے مختلف شعبوں میں بھی بے مثال مہارت رکھتی تھیں۔ اس کی تعلیم اور سلیقہ بھی آپ نے اپنی مادر گرامی سے سیکھا تھا۔ شادی سے قبل جب تک آپ اپنے میکے گھر رہیں تو گھر کا سارا انتظام آپ کے سپرد رہا اور آپ اپنے بھائی بہنوں کے آرام وآسائش کا بے حد خیال فرماتی تھیں' شادی کے بعد آپ اپنے سسرال اور شوہر کے گھر گئیں تو خانہ داری کے فرائض انجام دینے میں آپ کو کوئی دقت محسوس نہ ہوئی بلکہ آسانی اور عمدگی کے ساتھ گھر کا سارا انتظام سرانجام دینے لگیں۔ آپ کی سلیقہ کاری میں یہ عادت کریمہ بھی تھی کہ فضول اور بے کار کوئی چیز گھر میں نہ رکھتی تھیں۔ کھانا ضرورت کے مطابق تیار فرماتیں اور کھانا تیار کرنے کے اوقات کا بھی خاص خیال رکھتیں۔ گھر کے تمام افراد نیز آئے ہوئے مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بعد خود کھاتیں۔ اگر کھانا وغیرہ بچا رہتا تو فوراً ضرورت منداور غربا میں تقسیم فرمادیتیں۔ آپ کو اپنے بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت والفت تھی۔ یہی وجہ ہے کربلا کے سفر میں ان کے اپنے خاوند سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کے باوجود اپنے بھائی کا ساتھ نہ چھوڑا اور اس مشکل ترین اور دشوار گزار سفر میں جس ہمت' حوصلے اور صبر کا آپ نے ثبوت دیا زمانہ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جناب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اتنے اونچے درجے کی ولیہ اور مستجابۃ الدعوات ہیں کہ آپ نے کوفہ میں لوگوں کو روتے پیٹتے دیکھ کر جو کلمات آپ کی زبان مبارک سے نکلے وہ من وعن پورے ہوئے۔ یعنی جو بددعا اہل کوفہ کے متعلق آپ کی زبان سے نکلی وہ لفظ بہ لفظ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی' جس کا اثر اب تک محرم کے مہینہ میں دیکھنے میں آتا ہے۔

آپ کے بددعائیہ کلمات قاتلین امام حسین کے بارے میں جو آپ کی زبان مبارک سے نکلے ملاحظہ فرمائیے!

ا تبکون اخی اجل واللہ فابکوا فانکم احریٰ بالبکاء فابکوا کثیراً و اضحکوا قلیلاً۔ (الحجاج طبرسی صفحہ 30، حیات امام حسین بن علی صفحہ الجزء الثالث صفحہ 343 ودیگر کتب)

قارئین کرام! پورے غور وفکر سے آپ کے یہ فرمودات پڑھیے اور پھر محرم کی محافل ومجالس اور جلوسوں کا مشاہدہ کیجیے اور دیکھئے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا فرمان اور دعا کو اللہ تعالیٰ کس قدر قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔

جناب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تدفین کہاں اور کس جگہ ہوئی؟

اس موضوع پر لکھنے والے علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے آپ کی قبر مبارک دمشق (ملک شام) میں ہے، پھر اس میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ شام میں آپ کی قبر کیسے بنی جب کہ آپ دیگر مستورات کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں آ گئی تھیں تو پھر دوبارہ شام میں کیوں اور کس لیے تشریف لے گئیں؟ بعض کا قول ہے کیوں کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی جس کا نام ام محمد تھا یزید کے نکاح میں تھیں اور یہ آپ کی صاحب زادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور بیوی سے تھی تو اس رشتہ کی وجہ سے یزید سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے انتہائی حسن سلوک سے پیش آیا اور حسن اخلاص سے متاثر ہو کر سیدہ زینب وہیں رہ پڑیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔

دوسرا قول یہ ہے چوں کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے یزید کے ساتھ اچھے مراسم تھے اور گاہے بہ گاہے اس کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ سیدہ زینب کو ساتھ لے کر شام گئے اور وہیں آپ اچانک بیمار ہو گئیں، حتیٰ کہ فوت ہو گئیں اس لیے آپ دمشق میں مدفون ہوئیں اور بھی ایک دو قول اس کے بارے میں کتب شیعہ میں لکھے ہوئے ہیں، جن میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی سخت توہین پائی جاتی ہے اس لیے ان کو درج کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

اور ایک قول کے مطابق آپ کی قبر مبارک مصر کے دارالحکومت القاہرہ میں ہے۔ یہ روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جناب سیدہ کو ساتھ لے کر مصر میں چلے گئے تھے کیوں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو مصر میں جائیداد دی تھی اس لیے اپنی جائیداد کے پاس تشریف لے گئے، چوں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں وہ بیمار ہوئیں اور وفات پا گئیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔

لیکن راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق آپ کی قبر انور مدینہ طیبہ جنت البقیع میں ہے۔ چناں چہ دلائل ملاحظہ کیجیے:

از جملہ آناں زینب کبری علیہا السلام دختر سیدنا امیر المومنین است کہ کنیتش ام کلثوم بودہ وقبرش درنزدیکی قبر شوہرش عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ است۔

(کتاب زینب کبریٰ از ولادت تا شہادت، مؤلف آیت اللہ علامہ سید محمد کاظم قزوینی، ایران)

ترجمہ خلاصہ: جناب سیدہ زینب کبریٰ صاحب زادی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ام کلثوم تھی' ان کی قبر مبارک جنت البقیع میں معروف مشہور ہے۔

اوراہل سنت کی کتاب نساء اہل البیت تالیف ڈاکٹر احمد خلیل کے صفحہ 678 میں یوں لکھا ہے:

ان الصحیح بان زینب بن علی رضی اللہ عنہما قد توفیت و دفنت فی المدینة المنورة۔ و اللہ اعلم۔

اوراس کے صفحہ 679 پر یوں ہے:

ان زینب رضی اللہ عنہا ظلت فی المدینہ المنورہ واحبّت ان تدفن فی البقیع الی جوار نساء اھل البیت النبوی الطاھرۃ۔ واللہ اعلم۔

مزید اس کی تفصیل شیعوں کی کتاب ''علی کی بیٹی'' مؤلف ڈاکٹر علی قائمی ترجمہ واضافہ جات محمد حسین زیدی کے صفحہ 494 تا 499 کا مطالعہ کیجیے!

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مستورات اہل بیت کو قیدی بنایا جانا اوران کی چادریں اتارنا اورطرح طرح سے ان کی بے حرمتی کرنے والی تمام روایات غلط اور بے سروپا ہیں۔ چناں چہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان بدایونی اپنی تصنیف نسب نامہ صحابہ واہل بیت کے صفحہ 102 پر تحریر فرماتے ہیں:

بلکہ تاریخ دان حضرات پر مخفی نہیں کہ بعد شہادت امام حسین بقیہ اہل بیت کو قیدی بنانا' جیل میں رکھنا یہ بھی محض بناوٹی ہے جو رونے رلانے کے لیے گھڑا گیا ہے بلکہ ان کی توہین آمیز جو بھی روایت ہوگی وہ سب کی سب بے بنیاد روافض وخوارج اور بے ادب لوگوں یہود ونصاریٰ کی افترا کردہ ہے' جو کہ محض اسلام دشمنی کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔



سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

نام ونسب

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اورام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نواسی ہیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔سیدنا امام حسن اورامام حسین رضی اللہ عنہما کی سگی اور حقیقی بہن ہیں۔آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تربیت حاصل کی اور پاک ماحول اور پاک گھر میں پرورش پائی۔آپ کی ولادت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت سے خاندان نبوت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔آپ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی خالہ کے نام پر اُم کلثوم رضی اللہ عنہا رکھا اور خود اُن کو تحنیک یعنی گڑھتی دی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو تقریباً آپ کی عمر مبارک پانچ سال تھی اور اُسی سال اُن کی والدہ محترمہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال شریف ہوا تو آپ نے اپنے والد گرامی خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیرنگرانی پرورش پائی،علم وفضل، زہد وتقویٰ اور اخلاق حسنہ کی تربیت حاصل کی۔علاوہ ازیں سیدنا امام حسن اورسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما ان کی نگرانی فرماتے رہے۔نیز آپ نے اپنی حقیقی بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہجرت کے 17 سال بعد ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوا۔ اور چالیس ہزار درہم آپ نے حق مہر ادا کیا۔اس سے سیدنا عمر فاروق اعظم کی سعادت اورشان مزید بلند و برتر ہوگئی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسے سسر اورسیدہ خاتون جنت کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔عقد نکاح کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ مہاجرین اولین بیٹھے ہوئے ہیں جن میں سیدنا علی المرتضیٰ،امام مظلوم سیدنا عثمان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام تشریف رکھتے ہیں۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ مجھے مبارک باد دیں۔تو انہوں نے پوچھا کہ کس بات کی؟ تو آپ نے

فرمایا: میں نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت اور سسر ہونے کا شرف مجھے پہلے ہی حاصل ہے، چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل سبب و نسب منقطع یوم القیامة ما خلا سببی و نسبی۔

اس لیے میں نے چاہا یہ شرف بھی مجھے حاصل ہو جائے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین کی بیویوں سے سوائے اپنی والدہ محترمہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بہترین زوجہ ہیں۔ سیدہ ام کلثوم اپنی والدہ محترمہ اور اپنی نانی محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح فضل و جود اور اچھے اخلاق کی مالکہ تھیں آپ کی زندگی مبارک کا ایک بہترین اور بے مثل واقعہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

سیدنا عمر فاروق کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں بسا اوقات رات کو چوکیدار کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گزر ہوا دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے۔ جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔ سلام کر کے اُن صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المومنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت اور حاجت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آ رہی ہے؟ اُن صاحب نے کہا بھائی جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتا دو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ اُن صاحب نے کہا یہ میری بیوی کی آواز ہے۔ جس کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے اور ولادت کا وقت قریب ہے۔ دردِ زہ ہو رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی دوسری عورت بھی اُس کے پاس موجود ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی نہیں۔ آپ وہاں سے اٹھے اور اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور اپنی بیوی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ایک بڑے ثواب کی چیز تمہارے مقدر میں آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک گاؤں کی رہنے والی بے چاری تنہا ہے اور اس کو دردِ زہ ہو رہا ہے۔ تو سیدہ ام کلثوم نے فرمایا کہ ہاں ہاں آپ کی اجازت ہو تو میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ اور کیوں نہ تیار ہوتی کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحب زادی اور لختِ جگر تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی

ضرورت پڑتی ہے وہ تمام اشیاء اپنے ساتھ لے لو۔ اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور کھانے پکانے وغیرہ کا سامان بھی ساتھ لے لو تو وہ لے کر چلی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود پیچھے پیچھے ہو لیے۔ وہاں پہنچ کر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اندر خیمہ میں چلی گئیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود آگ جلا کر اُس ہانڈی کو چولہے پر رکھ کر اُس میں کچھ دانے دال وغیرہ اور گھی ڈال کر پکانے لگے اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی تو اندر سے حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے آواز دے کر عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری اور بشارت دیجیے۔ امیر المومنین کا لفظ جب اُن صاحب کا کان میں پڑا تو وہ گھبرائے۔ آپ نے فرمایا: گھبرانے کی بات نہیں، یہ میرا فرض تھا جو میں نے نبھایا۔ پھر وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ کر فرمایا: اُم کلثوم! اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ہانڈی باہر دے دی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بدو سے فرمایا: لو تم بھی کھاؤ۔ تمہیں جو رات بھر تکلیف اور بیزاری رہی اُس کی میں معذرت چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ اپنی اہلیہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور آتے وقت اُس بدو سے فرمایا کہ صبح کو میرے پاس آنا، میں تمہارے لیے مستقل معاش کا بندوبست یا انتظام کر دوں گا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیویوں میں سے کم عمر اور سب سے زیادہ عزت و عظمت والی اور عالمہ فاضلہ اور بڑی عقل و دانش کی مالکہ تھیں۔ بخاری شریف میں موجود ہے کہ ایک دفعہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سی مال غنیمت کی چادریں پیش کی گئیں تو آپ نے وہ چادریں مدینہ طیبہ کی عورتوں میں تقسیم کر دیں اور اُن میں اعلیٰ قسم کی ایک چادر باقی رہ گئی۔ وہ صحابہ کرام جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کو دے دیجیے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس چادر کی زیادہ حق دار حضرت اُم سلیط ہیں۔ اور فرمایا: اُم سلیط انصار کی اُن عورتوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اُحد کے دن اُم سلیط مشک اٹھا کر غازیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

ایک دفعہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ قسم کی ایک چادر خریدنے کی فرمائش کی اور فرمانے لگیں مجھے بھی ایسی چادر لا دو جیسی حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنی بیوی کو لا کر دی اور اسی طرح حضرت زبیر بن عوام نے اور طلحہ نے بھی اپنی اپنی بیویوں کو بہترین چادریں لا کر دی ہیں۔ تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا

تجھے یہ کافی نہیں کہ لوگ کہیں کہ اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اور بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی اور زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں: میں اپنے اللہ کی اس نعمت پر راضی اور شکر گزار رہوں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح حضرت عون بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ہوا اور اُن کے وصال کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح حضرت محمد بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ہوا۔

سیدہ ام کلثوم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت والفت اور اعتماد کا حال

جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حالات کے پیش نظر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مدینہ طیبہ سے باہر جانے پر کی پابندی عائد کر دی۔ لیکن وہ کسی طرح موقع پا کر مکہ پاک کی طرف چلے گئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ چلا جانا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ آپ کی حکومت کے لیے خطرناک ہے۔ تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت گھبرائے اور فوراً کچھ لوگوں کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لیے روانہ کرنے ہی والے تھے کہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو پتا چلا تو آپ فوراً اپنے والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے والد گرامی! سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا خیال چھوڑ دیجیے، وہ ایک درویش طبع انسان اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے سختی سے پابندی کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے والے انسان ہیں اور میں اس بات کی ضمانت دیتی ہوں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کو کوئی خطرہ نہ ہو گا۔ تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا ارادہ ترک کر دیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ایک صاحب زادہ زید نامی پیدا ہوا۔ یہ زید بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اپنے والد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور نانا جان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح بہت بہادر اور دلیر تھے۔ چناں چہ ایک دفعہ حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے اُن کے پاس گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کو اپنے پاس احترام سے بٹھایا۔ اس وقت جو لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اُن سب پر حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ کا رعب اور دبدبہ چھا گیا۔ آپ انتہائی خوب صورت اور نیک سیرت تھے۔ ان لوگوں میں بسر بن ارطاۃ

العامری القریشی نے بہ طور طنز اور مذاق آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ابوتراب کا بیٹا ہے یہ سن کر حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور دونوں میں تکرار ہونے لگی۔ یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا اُس کے سر پر دے مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کو پکڑ کر زمین پر دے مارا، نیز اُس کے سینے پر بیٹھ کر فرمانے لگے: اے معاویہ! اسے کسی نے نہیں بتایا کہ انا ابن الخلیفتین۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے بسر! کیا تو نہیں جانتا کہ یہ علی اور عمر رضی اللہ عنہما کا بیٹا ہے، اس کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تو نے اس کے سامنے علی کی توہین کی تو وہ کیوں کر برداشت کر سکتا تھا، یہ ابن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے، یہ کس طرح صبر کرتا۔ اس کے بعد حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کی مجلس سے اٹھ کر چل دیئے اور فرمانے لگے کہ میں اب آپ کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُس کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا اور فرمایا انہیں کہیں کہ معاویہ تجھے قسم دیتا ہے کہ واپس آ جاؤ، اگر آپ نہ آئے تو میں خود آپ کے پاس چلا آؤں گا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے وہ قسم نہ دیتا تو میں کبھی بھی واپس اُس کے پاس نہ جاتا۔

چناں چہ حضرت زید رضی اللہ عنہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کو اپنے پاس بٹھایا اور اُن کے سر اور منہ کو چوما اور کہنے لگے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احسانات کو کیسے فراموش کر سکتا ہوں۔ انہوں نے مجھے سے بہتر اور افضل اصحاب رسول کے ہوتے ہوئے مجھے ملک شام کا حاکم اور امیر بنایا اور میں کوشش کر رہا ہوں کہ اُس کے نقش قدم پر چلوں جو کہ انتہائی دشوار اور مشکل ہے۔ پھر حضرت معاویہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان میں سے ہر ایک کو چار چار ہزار درہم دیئے۔ آپ کے ساتھ چالیس لوگ تھے۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور بسر بن ارطاہ میں صلح کرادی۔

سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب

سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب یہ ہے کہ آپ نے سنا بنی عدی بن کعب میں لڑائی جھگڑا ہو گیا ہے تو آپ بہ غرض صلح وہاں تشریف لے گئے، چوں کہ رات کا وقت تھا تو اندھیرے کی وجہ سے آپ کے سر مبارک پر کوئی چیز لگی جس سے آپ شدید زخمی ہوئے اور اُن زخموں کی وجہ سے جوانی میں ہی آپ وصال فرما گئے۔

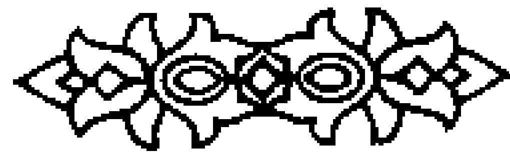
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال

آپ کا اور آپ کے صاحب زادے زید بن عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ایک ہی دن میں ہوا، کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ جوانی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

و قال عبد الله بن عمر لاخيها الحسن تقدم فصل على اختك و ابن اختك فقال الحسن رضى الله عنه لابن عمر بل تقدم انت فصل على اُمك و اخيك و تقدم عبد الله بن عمر رضى الله عنه و جعل زيدا مما يليه ثم جعل اُم كلثوم وراء ثم صلى عليهما و كبر اربعاً و خلفه الحسن و الحسين رضى الله عنهما۔

(نساء اہل بیت صفحہ 711)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آگے بڑھو اپنی بہن اور بھانجے پر نماز پڑھو۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا بلکہ تم آگے بڑھ کر اپنی ماں اور اپنے بھائی کا جنازہ پڑھاؤ۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت زید کو اپنے سامنے قریب رکھا اور اس کے پیچھے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا جنازہ رکھا گیا پھر دونوں پر اکٹھی نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔



سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نسب ولقب

آپ ہاشمی اور مطلبی ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ کا لقب ذوالجناحین بھی ہے یعنی دو پروں والا اور طیار بھی یعنی اڑنے والے۔ آپ اکتیس لوگوں کے بعد ایمان لائے یعنی بتیسویں مومن ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے ہیں۔ صورت اور سیرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ بن جعفر اور دوسرے بہت صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے اکتالیس سال عمر پائی۔ 8ھ غزوہ موتہ میں اس طرح شہید ہوئے کہ آپ کے جسم شریف کے سامنے والے حصے میں 90 زخم تھے تلواروں نیزوں کے۔ آپ کی شہادت کی خبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نماز جنازہ اور دعا مغفرت فرمائی۔

آپ جلیل القدر شہید اور عظیم الشان مجاہد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: جعفر بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی الہاشمی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

آپ نے دو ہجرتیں کیں، پہلی ملک حبشہ کی طرف، پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف۔ مدینہ منورہ آپ اس وقت آئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح فرما چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آج دو خوشیاں ملی ہیں ایک خیبر کے فتح ہونے کی اور دوسری جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی اور میں نہیں بتا سکتا کہ ان دونوں میں سے کون سی خوشی اور فرحت زیادہ بڑی ہے۔

و عن ابی ھریرۃ، قال کان جعفر یحب المساکین و یجلس الیھم و یحدثھم و یحدثونہ و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم یکنیہ بابی المساکین۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جناب جعفر فقرا سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے

درمیان بیٹھتے تھے ان سے باتیں کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کنیت ابوالمساکین رکھی تھی۔

و عنه، قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رايت جعفر يطير في الجنة مع الملئكة۔ رواه الترمذي (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: انہیں سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جناب جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے دیکھا۔

جب حضور ﷺ کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے حکم اور اجازت سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے کیوں کہ مکہ معظمہ میں اب مسلمانوں پر بہت ہی زیادہ سختیاں ہونے لگی تھیں جب قریش مکہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے بہت سارے تحفے اور ہدیے دے کر ایک وفد بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ مسلمانوں کے بارے میں ان کو آگاہ کریں اور کہیں کہ کیوں کہ ہمارے اور تمہارے تعلقات بہت اچھے ہیں اور تجارتی معاہدہ بھی آپ کے ساتھ ہے انہوں نے آکر یہ ساری باتیں نجاشی بادشاہ سے کہہ سنائیں اور مطالبہ کیا کہ ہمارے کچھ لوگ باغی ہو کر آپ کے ملک میں آگئے ہیں اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نئے دین کے تابع ہو گئے ہیں جو سب سے انوکھا اور نرالا ہے لہٰذا ان کو ہمارے حوالے کیا جائے بادشاہ نے کہا کہ پہلے میں تحقیق کرلوں پھر تمہاری درخواست پر غور و خوض کیا جائے گا، چناں چہ نجاشی بادشاہ نے حکم دیا کہ مکہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو بلایا جائے، جب مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو آپس میں کہنے لگے کہ عیسائی بادشاہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ حاضر ہونے والے اس کو سجدہ کرتے ہیں، سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو ایسا ہرگز نہیں کریں گے، جو ہوتا ہے ہو جائے ہم تو اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات سے سر مو انحراف نہیں کریں گے اور فرمایا میں بات کروں گا، تم میری تائید اور اطاعت کرنا چناں چہ مسلمانوں کا یہ قدسی گروہ اور جماعت نجاشی کے پاس تشریف لائی تو انہوں نے ان کے دستور کے مطابق سجدہ نہ کیا بادشاہ کے درباریوں نے اس پر ناراض ہو کر مسلمانوں سے سوال کیا کہ تم نے بادشاہ کو سجدہ (دستور کے مطابق) نہیں کیا تو مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے اور نہ اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ چناں چہ جب نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں سے کہا وہ کون سا مذہب ہے جو تم نے ساری دنیا سے الگ تھلگ اختیار کیا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے سیدنا جعفر بن ابی طالب نے آگے بڑھ کر نجاشی کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی:

دربارِ نجاشی میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر

اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بت پرست تھے، مردہ خور تھے، بدکار اور قطع رحمی کرنے والے اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے تھے، ہم میں جو طاقت ور ہوتا وہ کم زور کا حق دبا لیتا تھا، اپنے پڑوسیوں سے بدسلوکی کرنے والے تھے کہ اللہ تعالی نے ہم پر اپنا فضل فرمایا ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے حسب ونسب صداقت امانت سے ہم سب اچھی طرح واقف تھے اس نے ہم کو بت پرستی سے روکا اور توحید کا راستہ دکھایا، راست گفتاری، امانت اور صلہ رحمی کا حکم دیا، ہمسایوں کے ساتھ نیک برتاؤ کی تعلیم دی، زنا اور بدکاری سے منع فرمایا، جھوٹ بولنے اور یتیموں کا مال کھانے سے منع کیا، قتل وغارت سے باز رکھا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے سختی سے منع کیا اور ہمیں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اس کی فرماں برداری کی اس لیے ہماری قوم ہم سے ناراض ہوگئی اور ہم کو انواع واقسام کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں، یہاں تک کہ ہمیں قتل کرنے کے درپے ہو گئے، ہم مجبور ہو کر اپنے وطن سے ہجرت کر آئے اور آپ کے ملک میں پناہ گزین ہو گئے، ہم کو یقین ہے کہ آپ کے ملک میں ہم کو آرام اور چین ملے گا۔

جب وفد قریش نے بادشاہ کو متاثر ہوتے دیکھا تو کہنے لگے کہ ان کا عقیدہ سیدنا عیسی علیہ السلام کے بارے میں آپ لوگوں سے مختلف ہے تو بادشاہ نے کہا کہ تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ چوں کہ سورۃ مریم اس وقت تک نازل ہو چکی تھی تو سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کا وہ حصہ تلاوت فرمایا جس میں سیدنا عیسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کا ذکر ہے۔ تو نجاشی بادشاہ نے اپنے پادریوں اور راہبوں سے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ مجھے تو اس میں سوائے سچائی کے اور کچھ نظر نہیں آتا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وہ اللہ کے وہی رسول ہیں جن کی بشارت سیدنا عیسیٰ روح اللہ نے انجیل میں دی۔ چناں چہ نجاشی نے کہا کہ تمہارا عقیدہ اے مسلمانو! بالکل درست ہے، انجیل کا بھی یہی مفہوم ہے جو تم نے پڑھ کر سنایا۔ چناں چہ نجاشی نے قریش کے وفد کو ان کے تحفے تحائف کے ساتھ واپس کر دیا، چناں چہ وہ ناکام ہو کر مکے واپس آ گئے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلم كان يقول لجعفر بن ابى طالب اشبهت خلقی و خلقی۔ (موسوعۃ آل بیت النبی الاطہار صفحہ ۱۲۴)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو خلق اور خلق کے لحاظ سے میری طرح ہے۔

اس حدیث سے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت اور شان ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ ساری کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ کوئی خُلق میں اور نہ ہی خَلق (پیدائش) میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو اللہ تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمارہے ہیں: تیرا خلق بھی میرے خلق کی طرح ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن جعفر، قال: ماسالت علیا شیئا بحق جعفر الا اعطانیه۔

(سیر اعلام النبلاء جلد سوم صفحہ ۱۴۲)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی اپنے والد سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز مانگی تو آپ ضرور دے دیتے۔

نیز سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کتنے ہی غصہ میں کیوں نہ ہوتے مگر جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ آپ کو دیا جاتا تو فوراً ان کا غصہ کافور ہو جاتا یعنی جاتا رہتا۔

عن ابن عباس، بینما رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم جالس و اسماء بنت عمیس قریبة اذ قال یا اسماء هذا جعفر مع جبریل و میکائیل مرّ فاخبرنی انه لقی المشرکین یوم کذا و کذا فسلم، فردی علیه السلام و قال: انه لقی المشرکین، فاصابه فی مقادیمه ثلاث و سبعون فاخذ اللواء بیده الیمنی فقطعت ثم اخذ بالیسری فقطعت قال: فعوضنی الله من یدی جناحین اطیر بهما مع جبریل و میکائیل فی الجنة آکل من ثمارهما۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 144)

سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، حضرت اسما بنت عمیس آپ کے قریب تھیں، سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسماء بنت عمیس! یہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے جنگ موتہ کے بارے میں وہاں اس طرح اور اس طرح ہوا۔ حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے فرمایا: جنگ موتہ کی صورت حال بیان کی، جعفر رضی اللہ عنہ کو جنگ موتہ میں 73 زخم آئے، انہوں نے جھنڈا دائیں ہاتھ میں پکڑا، جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو پھر بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا، حتیٰ کہ وہ بھی کٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے دو پر عطا کیے جن سے میں جنت میں اڑ رہا ہوں اور میں جنتی میوے کھا رہا ہوں۔

جنگ موتہ کا واقعہ

سنہ 8 ھ کو سید الانبیا ﷺ نے ایک لشکر جس کی تعداد تین ہزار تھی سیدنا زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں سے لڑنے کے لیے روانہ فرمایا۔ کیوں کہ انہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ کے قاصد سیدنا حارث بن عمیر ازدی کو شہید کر دیا تھا جس کا انتقام لینے کے لیے آپ ﷺ نے یہ لشکر روانہ فرمایا اور فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ تھام لیں، اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو پھر یہ علم اور جھنڈا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پکڑ لیں، چناں چہ جب یہ لشکر مقام موتہ پر پہنچا تو رومیوں کا بہت بڑا لشکر مقابلے کے لیے سامنے آیا، جس کی تعداد پہلے ایک لاکھ تھی اور پھر ان کی مدد کے لیے مزید ایک لاکھ رومیوں کا لشکر پہنچ گیا، یہ صورت حال دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا تو بعض نے یہ رائے دی اس کی اطلاع حضور ﷺ کو دینی چاہیے، تاکہ آپ ﷺ ہماری مدد کے لیے کوئی مزید کمک روانہ فرمائیں، مگر سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ جس مقصد کے لیے ہم اللہ کی راہ میں نکلے ہیں وہ شہادت ہے اور ہمیں اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ چناں چہ زبردست لڑائی ہوئی جس میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، فوراً آگے بڑھ کر پرچم اسلام سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے تھام لیا، بڑی بہادری سے لڑے، مگر آخر کار سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

کتابوں میں لکھا ہے آپ کے جسم مبارک پر تیر تلوار اور نیزوں کے نوے سے زیادہ زخم آئے اور وہ سب کے سب آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک کی طرف تھے۔ بعد ازاں جھنڈا سیدنا عبداللہ بن رواح رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا وہ بھی بہت بڑی بہادری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو اب غازیان اسلام صحابہ کرام نے باہم مشورہ کر کے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا سپہ سالار اور جرنیل مقرر کر لیا یاد رہے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں بحیثیت سپاہی شامل ہوئے تھے تو جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جرنیل بن گئے تو آپ نے عجیب حکمت عملی سے لشکر اسلام کو کافروں کے لشکر سے لڑایا، بہ نفس نفیس اس قتال میں حصہ لیا یعنی ایک طرف تو آپ پورے لشکر اسلام کی کمان کر رہے تھے اور دوسری طرف خود اپنی تلوار سے کفار کو مولی گاجر کی طرح کاٹ رہے تھے۔

بہت سی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں لڑتے لڑتے یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹیں بہر حال آپ

نے اس حکمت عملی سے جنگ کی کہ لشکر اسلام جن کی کل تعداد تین ہزار تھی جب کہ کافروں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ تھی آپ کی جنگی مہارت اور قابلیت سے مسلمانوں کا بہت ہی کم نقصان ہوا جب کہ ہزاروں کی تعداد میں کافر مارے گئے، تو سید الانبیاء ﷺ نے مدینہ طیبہ منبر شریف پر کھڑے ہو کر اس جنگ کا پورا نقشہ بیان کر دیا، اس لیے ہی اس کو غزوہ موتہ کہا جاتا ہے کیوں کہ غزوہ وہ ہوتا ہے جس میں رسول ﷺ بہ نفس نفیس شامل ہوں تو اگر چہ غزوہ موتہ میں حضور ﷺ بہ ظاہر شامل نہ تھے مگر اس جنگ کی آپ لمحہ بہ لمحہ خبر دیتے رہے۔ بخاری شریف میں موجود ہے آپ ﷺ نے اس کا تفصیلی واقعہ بیان فرما دیا اور فرمایا تمہارے لشکر کی خبر یہ ہے کہ زید رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں اور اس کے بعد پرچم اسلام جعفر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور ان کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی بڑی شجاعت اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے ہاتھ میں ہے۔

و عن اسماء، قالت دخل رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم فدعا بني جعفر فرات شمهم، وذرفت عيناه فقلت يارسول الله ابلغك عن جعفر شيء قال نعم قتل اليوم فقمنا نبكي ورجع، فقال: اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد شغلوا عن انفسهم- و عن عائشة، قالت: لما جاء ت وفاة جعفر عرفنا في وجه النبي صلى الله عليه وآله وسلم الحزن- (سیر اعلام النبلاء صفحہ 134، 135 جلد سوم)

ترجمہ: سیدنا اسما سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو سیدنا جعفر کے بیٹے کو بلایا پس میں نے دیکھا آپ ﷺ انہیں بوسہ دیتے ہیں اور سونگھتے ہیں اور آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! معلوم ہوتا ہے یہ یتیم ہو گئے ہیں اور آپ کو جعفر رضی اللہ عنہ کی خبر آئی ہے۔ فرمایا: ہاں، وہ آج شہید ہو گئے ہیں۔ سیدنا اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم رونے لگے، حضور ﷺ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنی ازواج سے فرمایا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیوں کہ وہ غم میں مشغول ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات کا اثر ہم نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیا کیوں کہ آپ بہت غم ناک تھے۔



سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

آپ اپنے بھائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیس سال اور جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ یہ جنگ بدر میں لشکر کفار میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے آئے تھے اور گرفتار ہوئے، خود مال دار نہیں تھے، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہدیہ دے کر رہائی دلائی تھی۔ سنہ 8ھ میں مسلمان ہوکر مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آئے۔ جنگ موتہ میں شامل تھے، واپسی پر بیمار ہو گئے، اس لیے ان کا ذکر فتح مکہ، حنین اور طائف کے معرکوں میں نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ بھی جنگ بدر میں کفار کے ساتھ مجبور ہو کر آئے تھے پھر صلح حدیبیہ سے قبل مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سنہ 8ھ کے اوائل میں آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوہ حنین میں یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو ثابت قدم رہے آپ کے لیے مسجد نبوی شریف میں قالین یا مسند بچھائی جاتی لوگ آپ کے اردگرد بیٹھتے، آپ لوگوں کا نسب بیان کرتے کیوں کہ اس فن کے آپ بڑے ماہر تھے عموماً قریش کی غلط اور خلاف واقعہ قصے اور قریش کی برائیاں بیان کرتے جس کی وجہ سے اکثر لوگ آپ سے دور رہتے اور آپ کو اچھا انسان تصور نہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلم قال له: انى احبك لقرابتك منى، و لحب ابى طالب لك۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ 140 جلد سوم)

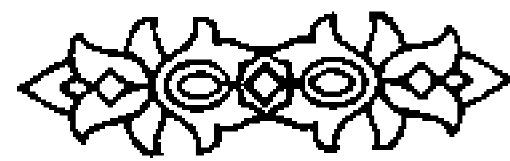
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھ سے دو وجہ سے محبت کرتا ہوں اپنی قرابت اور اس لیے کہ ابو طالب تجھ سے پیار کرتے تھے۔

آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مال کے قدرے حریص تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرما جانے کے بعد آپ کا مکان شریف انہوں نے فروخت کر کے کھا لیا تھا، آخر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس لیے ناراض ہو گئے کہ انہوں نے آپ سے بہت سا مال طلب کیا تھا، آپ کے جواب دینے پر کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی ملکیت بیت المال ہے اس میں سے مجھے دے دو آپ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں مسلمانوں کے

مال میں آپ کو بلا وجہ اتنا مال دے دوں۔ یہ ناراض ہو گئے، تو انہوں نے فرمایا جاؤ لوگوں کے مال میں سے جو ملتا ہے لے لو۔ انہوں نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے چوری کے جرم میں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیت المال سے مال دے کر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلمانوں کا چور بنوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ناراض ہو کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے انہوں نے ان کو منہ مانگا مال دے دیا۔

سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہت بڑے مزاح پسند اور ہنس مکھ تھے اور بات کرنے کا ایسا سلیقہ رکھتے تھے کہ دشمن یا مدمقابل کو دندان شکن جواب دیتے ایک دفعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ ابوطالب کا بھتیجا ہے، ابولہب اس کا چچا تھا، سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ درست ہے لیکن یہ بھی جانتے ہو کہ ابولہب کی بیوی حمالۃ الحطب معاویہ کی پھوپھی ہے۔

ان کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن سلوک کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ان کی خالہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی ایک روایت کے مطابق ان کی وفات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے، سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات واقعہ حرہ سے قبل یزید کی حکومت کے اول دور میں ہوئی۔



سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

آپ سیدنا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔آپ کی والدہ بی بی اسماء بنت عمیس ہیں۔ان کے والدین ہجرت کر کے حبشہ میں گئے تو وہاں ان کی پیدائش ہوئی۔حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلے ہیں جو پیدا ہوئے۔بڑے سخی تھے،آپ رضی اللہ عنہ کا لقب بحرالجود تھا۔بڑے خوش طبع اور حلیم تھے،اسلام میں ان جیسا کوئی سخی نہیں پیدا ہوا۔نوے سال کی عمر میں سنہ 80ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر شریف ہے۔

چوں کہ آپ کے والد گرامی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ اسما بنت عمیس سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اس لیے آپ کی پرورش اور تربیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی۔بہ روایت دیگر خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت اور تربیت فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں: سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے ردیف بنا کر اپنے پیچھے بٹھالیا اور آہستہ سے مجھے ایک راز کی بات بتائی پوچھنے پر بتایا کہ میں یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب عادت قضائے حاجت کے لیے نکلے تو مجھ کو آپ نے اپنا ردیف بنا کر پیچھے بٹھالیا،آپ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اس باغ میں ایک بھوکا اونٹ بندھا تھا اس اونٹ نے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چیخ مار کر رونے لگا،اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اس کو پیار کیا تو وہ خاموش ہو گیا،اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے؟ چناں چہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جانور کے متعلق تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالی نے تجھ کو اس کا مالک بنایا ہے اور تو اسے چارہ وغیرہ نہیں دیتا اور بھوکا رکھتا ہے،اس نے مجھ سے تیری شکایت کی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ایک کریم النفس اور سخی انسان تھے۔اس لیے لوگوں میں وہ بحرالجود نام سے مشہور تھے کتابوں میں آپ کا ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو

دس لاکھ درہم قرض دیئے تھے جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ان کے صاحب زادے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اپنے والد کے وصیت نامہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ان کا دس لاکھ درہم آپ کے ذمہ ہے جب کہ واقعہ اس کے خلاف تھا، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک وہ سچے تھے اور انہوں نے صحیح لکھا، تم جب جی چاہو مجھ سے وصول کر لینا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب غور سے وصیت نامہ پڑھا تو معاملہ الٹ نظر آیا۔ جب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا وہ مال تو آپ ہی کا ہے تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، جب چاہو دے دینا، اگر نہ دینا چاہو تب بھی کوئی حرج نہیں لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں والد گرامی کا جلد از جلد وصیت کے مطابق قرض اتارنا چاہتا ہوں۔ تو آپ مجھ سے فلاں زمین کا ٹکڑا لے لیں، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے منظور فرمالیا، اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس زمین پر گئے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی تو اس جگہ پانی کا چشمہ نکل آیا، جب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھ سے رقم وصول کر لیں اور میری زمین واپس کر دیں۔ تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری دعا کا معاوضہ کون دے گا۔ سبحان اللہ!

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی تحمل و بردباری کے اتنے واقعات ہیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے تعلقات بہت اچھے تھے ایک دوسرے کا بہت زیادہ احترام و اکرام کیا کرتے تھے چناں چہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تو وہ لاکھوں روپے ان کی نذر کیا کرتے۔

عن عبد الله بن جعفر، قال: مسح رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم راسي، فلما مسح قال. اللهم اخلف جعفرا في ولده۔

ترجمہ: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر مبارک پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی: اللہ! جعفر کی اولاد کو محفوظ رکھ!

ان عبد الله بن جعفر اخيره قال: لو رايتني و قثم و عبد الله بن عباس و نحن صبيان نلعب فمر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على دابة فقال ارفعوا

الی هذا۔ قال فجعلنی امامه ثم قال لقثم ارفعوا الی هذا فجعله وراء ہ قال: ثم مسح راسی ثلاثا فکلما مسح راسی دعانی: قال اللھم اخلف جعفر فی ولدہ۔
(تاریخ دمشق صفحہ 175، 174 جلد 30-29)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ میں اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بچے تھے اور کھیل رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہمارے پاس سے گزرے تو فرمایا اس بچے کو میری طرف اٹھاؤ چناں چہ مجھے آپ نے آگے بٹھالیا سیدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اس کو میری طرف اٹھاؤ اس کو آپ نے اپنی پچھلی طرف بٹھالیا، پھر تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ہر مرتبہ میرے لیے دعا فرماتے تھے اے اللہ! جعفر کی اولاد کو محفوظ رکھ۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی رومیوں کے خلاف لڑائی اور بے مثال شجاعت

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رومیوں کے خلاف جو بڑے بڑے معرکے اور میدان لگے ان میں سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جب بڑے ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے اپنے والد کے بارے میں پوچھا کرتے تھے تو آپ کی والدہ فرماتیں کہ بیٹا تیرے باپ کو رومیوں نے شہید کر دیا تھا، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہا کرتے تھے اے امی جان اگر میں زندہ رہا تو رومیوں سے اپنے عظیم باپ کا بدلہ ضرور لوں گا، جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمیس الجولی کی زیر کمان شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اجازت سے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اس لشکر کے ساتھ شام آئے آپ صورت اور سیرت دونوں لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔

قلعہ عبدالقدس کی طرف لشکر اسلام کی روانگی

اس قلعہ کے پاس عیسائیوں کا ایک بہت بڑا گرجا گھر تھا، ہر سال یہاں ایک بہت بڑی منڈی لگتی تھی اس منڈی میں چوں کہ نمائش بھی ہوا کرتی تھی لوگ اپنے اپنے علاقہ کی مصنوعات اور ساز وسامان سونا چاندی وغیرہ لے کر آتے تھے، خرید وفروخت کا بازار خوب گرم ہوتا، تین سے سات دن تک بڑی گہما گہمی اور چہل پہل رہتی تھی، مسلمانوں کو اس

بازار کا بالکل علم نہ تھا، عیسائی جنہوں نے مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں سے امان حاصل کر لی تھی ان معاہدین میں تھے جن کو ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امان دے رکھی تھی اور وہ اس کو اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت بڑا احسان سمجھتا تھا۔ جب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر مقرر ہوئے تو اس معاہد نصرانی نے چاہا کہ وہ آپ کا قرب حاصل کرے ممکن ہے کہ آپ کلیسا اور اس کے مدمقابل واقع وہ بازار جس میں منڈی اور نمائش لگا کرتی تھی روانگی فرمائیں، چناں چہ اس معاہد نے اس قلعہ کا سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پتہ بتایا، یہ سن کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: تم میں سے کون اس کلیسا کو جانے کے لیے تیار ہے؟ تو سب سے پہلے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کود کر کھڑے ہوئے اور کہا: یا امین الامۃ! آپ جس لشکر کو تیار کر کے بھیجنے والے ہیں میں اس لشکر کا سب سے پہلا سپاہی ہوں گا آپ ان کے اہتمام پر بڑے خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جانے کے لیے دوسرے مسلمان مردوں اور شہسوار موحدین کو طلب فرمانے لگے چناں چہ آپ نے پانچ سو مجاہدوں کا دستہ ترتیب دے کر آپ کے لیے ایک جھنڈا اپنے ہاتھ سے باندھ کر اور شہسواروں کا دستہ آپ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لشکر اور دستہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بعض اہل بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے، اس لیے تو اس گروہ میں پانچ سو نفوسِ قدسیہ شامل تھے۔

(فتوح الشام صفحہ 324-338 جلد اول)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلعہ ابو القدس عرقہ طرابلس اور مرج السلسہ کے درمیان واقع تھا، اس کے سامنے ایک دیر ہے جس میں ایک عبادت خانہ ہے اور اس صومعہ میں ایک راہب رہتا ہے جو دین نصرانیت کا عالم تھا اور گزشتہ امتوں کی تاریخ اور تمام قدیم کتب پڑھا ہوا تھا، رومی اسکے پاس علم کی روشنی حاصل کرنے اور استفادہ کرنے کی غرض سے آتے تھے، اس کی عمر سو سال سے زائد تھی اس کا معمول تھا کہ وہ ہر سال اپنے دیر کے پاس رومیوں کے ماہ صیام کے اختتام پر ایک عید میلہ منعقد کیا کرتا تھا اس کا نام عید شعانین تھا، عید کے اس موقع پر رومی نصاریٰ وغیرہ گرد و نواح کے تمام علاقوں سے ساحلی باشندے بھی مجتمع ہوتے تھے اور مصر سے قبطی بھی اس میں شرکت کرتے تھے یہ سارا مجمع اس راہب کو آنکھیں اٹھا کر دیکھتا اور وہ اپنے بالا خانہ سے ان کی طرف اس طرح آتا جیسے سورج طلوع ہو گیا

ہو پھر وہ اجتماع سے خطاب کرتا ان کو انجیل کی وصیتوں کی تعلیم دیتا اور وعظ ونصیحت کرتا۔

اس دَیر کے قریب سال بہ سال ایک بہت بڑی منڈی بھی لگتی تھی اس نمائش گاہ میں لوگ اپنے اپنے علاقہ کی مصنوعات، ساز وسامان، سونا چاندی وغیرہ لے کر آتے تھے اور خوب خرید وفروخت کا بازار گرم ہوتا، تین سے سات دن تک بڑی گہما گہمی اور چہل پہل رہا کرتی تھی، مسلمانوں کو اس بازار کا علم نہ تھا، یہاں تک کہ معاہدین نصاریٰ عرب میں سے ایک عیسائی نصرانی نے ان کی اس بازار کے متعلق رہنمائی کی وہ خود بھی ان معاہدین میں تھا جن کو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بڑا احسان سمجھتا تھا، جب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر مقرر ہوئے تو اس معاہد نصرانی نے چاہا کہ وہ آپ کا قرب حاصل کرے ممکن ہے کہ آپ کلیسا اور اس کے متصل واقع وہ بازار فتح کر لیں جس میں نمائش لگا کرتی تھی، چناں چہ وہ نصرانی معاہد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت اس فکر میں مبتلا تھے کہ زمام حکومت سنبھالنے کے بعد ان کو پہلا اقدام کیا کرنا چاہئے اور یہ کہ روم کے شہروں میں سے کون سے شہر کی طرف قصد کرنا چاہئے؟

آپ اسی فکر میں غلطاں اور پیچاں تھے اور مسلمانوں سے مشاورت کرنے میں مشغول تھے کہ اتنے میں وہ معاہد نصرانی بھی آ گیا اس نے کہا:

اے امیر! آپ چوں کہ میرے بہت بڑے محسن ہیں آپ نے مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر امان دے کر بہت عظیم احسان کیا ہے اس لیے میں اس احسان کے شکریئے کے طور پر آپ کے پاس ایک خوشخبری لے کر حاضر ہوا ہوں اور ایک عظیم غنیمت جو اللہ نے مسلمانوں کے لیے بھی دی ہے اس کی اطلاع دینے آیا ہوں، اگر مسلمانوں نے اللہ کی بھیجی ہوئی اس غنیمت کو پا لیا اور اس مقام کو فتح کر لیا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کے بعد اتنے غنی اور صاحب ثروت ہو جائیں گے کہ مفلسی اور ناداری کا سامنا نہیں کریں گے، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم آپ کو اپنا خیر خواہ ہی سمجھتے ہیں ،اس مال غنیمت کی ہمیں تفصیل سے خبر دیں کہ یہ مال کہاں ہے؟

اس نے کہا: اے امیر! آپ کے بالکل سامنے یہ ایک مضبوط قلعہ ہے جو قلعہ ''ابوالقدس'' کے نام سے معروف ہے اس کے سامنے ایک دیر واقع ہے جس میں ایک راہب رہتا ہے عیسائی اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور اس کی دعا سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے علم سے استفادہ کرتے ہیں، راہب نے سال بھر میں ایک عید کا دن مقرر کر

رکھا ہے جس میں لوگ جمیع اطراف واکناف کے دیہات، شہروں، مختلف ملکوں اور گرجا گھروں سے آ کر جمع ہوتے ہیں اس کے قریب بازار لگاتے ہیں جس میں لوگ پوشاک ہائے فاخرہ، عمدہ سامان، کام والے ریشمی کپڑے زیب تن کر کے شریک ہوتے ہیں اس میں سونے اور چاندی کے بہ کثرت زیورات کی بھی خرید وفروخت ہوتی ہے اب اس عید میلہ لگنے کے دن قریب ہیں کہ یہ میلہ تین دن سے سات دن تک جاری رہتا ہے، پھر لوگ چلے جاتے ہیں اگر آپ ایک چھوٹا لشکر جو مردان عرب پر مشتمل ہو ادھر روانہ کر دیں جو چھاپہ مارے تو چوں کہ وہ لوگ اطمینان اور سکون سے اپنے کاروبار میں مشغول ہونگے اس طرح یہ مختصر سا دستہ اس کا سارا ساز وسامان حاصل کر سکے گا، اگر مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیں گے تو یہ مشرکین کو کمزور کرنے کا ذریعہ ہوگا اور مسلمانوں کو کثیر مقدار میں غنیمت کا مال بھی حاصل ہو جائے گا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاہد کی گفتگو سن کر اس کے بتلائے ہوئے فوائد کے حصول کی امید پر نہایت خوشی کا اظہار کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

اے لوگو! تم میں سے کون اللہ کے لیے اپنی جان کا ہبہ پیش کرے گا اور اس لشکر کے ساتھ جسے میں اس بازار کی طرف بھیج رہا ہوں جائے گا؟ اس امید پر کہ اللہ مدد اور کامیابی عطا فرمائے تو یہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑی فتح ہوگی۔

قلعہ ابو القدس کی طرف لشکر کی روانگی

جب سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون اس دیر (کلیسا) کی طرف جانے کو تیار ہے تو سب سے پہلے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کود کر کھڑے ہوئے اور کہا "اے امت محمدیہ کے امین! آپ جس لشکر کو تیار کر کے بھیجنے والے ہیں میں اس لشکر کا سب سے پہلا سپاہی ہوں گا۔"

آپ ان کے اہتمام پر بڑے خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جانے کے لیے دوسرے مسلمان مردوں اور شہسوار موحدین کو طلب فرمانے لگے، چناں چہ آپ نے پانچ سو مجاہدین کا دستہ ترتیب دے کر آپ کے لیے ایک جھنڈا اپنے ہاتھ سے باندھ کر اور شہسواروں کا یہ دستہ آپ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا جاتا ہے اس لشکر اور دستہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بعض اہل بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے ویسے تو گروہ میں پانچ سو نفوس قدسیہ شامل تھے ان

میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی زیادہ مشہور ہیں جن میں سیدنا ابوذر غفاری، سیدنا عبداللہ روفی، سیدنا عامر بن ربیعہ، سیدنا سہل بن سعید اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہم وغیرہ موجود تھے۔

جس وقت سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے پانچ سو ایسے شہسوار جمع ہو گئے جو جنگ بدر اور اسی طرح کے دوسرے معرکوں میں داد شجاعت دے چکے تھے ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو میدان سے پیٹھ پھیرنے والا اور جنگ سے فرار اختیار کرنے والا ہو جب آپ نے چلنے کا عزم کرلیا تو سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے رسول کے چچا زاد! بازار قائم ہونے کے پہلے دن ہی تم ان پر حملہ کر دینا پھر آپ نے لشکر کو الوداع کیا اور وہ روانہ ہو گیا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رہنما ہمارے آگے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں گھنے درختوں اور پانی کے چشموں کی کثرت تھی ہمارے رہنما اور راہبر نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ آپ حضرات اسی گھنے اور پرفضا جنگل میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور میں وہاں بازار جاتا ہوں اور معلومات حاصل کر کے آتا ہوں، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تجھے جلدی واپس آ جانا چاہیئے، وہ انتہائی تیزی اور سرعت کے ساتھ ادھر کو چل دیا اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ ایک مقام پر چھپ کر ٹھہرے رہے، سیدنا واثلہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ہم نے کھانا کھایا اور اپنا سامان درست کیا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بذات خود مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے نگرانی اور پہرہ شروع فرمایا اور پوری رات آپ نے پہرہ دیتے ہوئے گزار دی۔

سیدنا واثلہ کا بیان ہے کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے جاگ کر صبح کی نماز ادا کی اور قاصد کے واپس آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے بڑی دیر ہو گئی مگر اس کی کوئی خبر نہ آئی تو مسلمانوں کو اس کے دیر کرنے اور وہاں رک جانے پر بہت قلق ہوا اور یہ امر اس کے مکروفریب کا بھی خوف پیدا کرتا تھا، اور رہبر کے متعلق بدگمانی ہونے لگی۔

تمام مسلمان اس معاہد کے بارے یہی سوچ رہے تھے کہ اس نے ہمارے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور ہمیں پھنسا دیا ہے مگر ایک سیدنا ابوذر غفاری واحد ایسے شخص تھے جو فرما رہے تھے کہ تم اپنے ساتھی کے متعلق بدگمانی نہ کرو بلکہ اچھا گمان رکھو، اور اس کی طرف سے کسی قسم کے مکروفریب اور سازش کا خوف نہ کھاؤ کوئی خاص وجہ بن گئی ہو گی جس کی بنا پر

تاخیر ہوگئی ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

قلعہ ابوالقدس کے حالات کا علم ہونا

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مسلمانوں کو اطمینان اور سکون ملا اور اتنے میں وہ راہبر معاہد بھی پہنچ گیا اسے دیکھ کر مسلمانوں کی فرحت ہوئی ان کا خیال تھا کہ وہ ہمیں دشمن کی طرف چلنے کے لیے کہے گا وہ آیا اور مسلمانوں کے درمیان میں کھڑا ہو گیا اور کہا:

اے اصحابِ محمد! مجھے مسیح کے حق کی قسم ہے کہ میں نے جو کچھ تم سے بیان کیا تھا اس میں کسی قسم کی دھوکہ دہی والی بات نہیں تھی اور میں نے بالکل سچ کہا تھا مجھے تمہارے لیے غنیمت کے ملنے کی امید تھی لیکن اب موجودہ حالات میں تمہارے اور مال غنیمت کے حصول کے درمیان ایک رکاوٹ حائل ہو گئی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون سی رکاوٹ پیش آ گئی ہے؟

اس نے کہا: ایک بحر ذخار ہے جس کی تلاطم خیز موجوں کا شور اور دور تک سنائی دیتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں اس قوم کے قریب پہنچا اور ان کے بازار کو قریب سے دیکھا وہاں خرید و فروخت ہو رہی ہے اور دین نصرانیت کے پیروکاروں کا وہاں اجتماع ہے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے قلعہ ابوالقدس کا چاروں اطراف سے احاطہ کیا ہوا ہے اور وہاں بڑی تعداد میں بڑے چھوٹے راہبوں، پادریوں، مختلف ریاستوں کے بادشاہوں اور سرداروں کا جم غفیر موجود ہے اس لیے میں نے سوچا کہ مجھے اتنے بڑے اجتماع کا سبب معلوم کیے بغیر واپس نہیں لوٹنا چاہیے چناں چہ میں ان کی طرف چل دیا اور ان میں گھل مل گیا اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ طرابلس کے گورنر نے اپنی بیٹی کی شادی روم کے شہزادوں میں سے کسی شہزادے کے ساتھ کر دی ہے اور یہ لوگ قلعہ ابوالقدس کے نزدیک واقع دیر میں شہزادی کو لے کر مذہبی رسومات ادا کرنے کی غرض سے کلیسا کے راہب کے پاس آئے ہیں اور وہ لڑکی کی جانب سے قربانی پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور کلیسا کا روم کے فوجی گھوڑ سوار دستوں نے گھیراؤ کیا ہوا ہے جو حد نگاہ تک آہنی زرہیں پہن کر پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ اے گروہ عرب! تمہارے خوف کی وجہ سے انہوں نے کیا ہوا ہے، میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ ان حالات میں آپ لوگوں کو وہاں نہیں جانا چاہیے کیوں کہ شادی کی وجہ سے وہاں خلق کثیر اور جم غفیر جمع ہے اور حفاظتی انتظامات کی خاطر وہاں ایک بہت بڑی تعداد میں مسلح افواج بھی موجود ہے جو اپنے اپنے

ملک اور ریاست کے بادشاہ، سردار اور معززین اور شرفا کی حفاظت اور پروٹوکول کی خاطر ساتھ آئے ہیں اسی لیے اب وہاں جانا قرین قیاس نظر نہیں آتا۔

سیدنا عبداللہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے اندازے کے مطابق ان لوگوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ اور محافظہ دستہ کے افراد کتنے ہوں گے؟ اس نے کہا: جہاں تک بازار کا تعلق ہے تو اس میں عوام کی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں ہے جس مین روم، ارمن، نصاریٰ، مصر کے قبطی، یہود، اہل سوار، بطارقہ، متنصر سبھی موجود ہیں اور جو فوجی سامان حرب وضرب سے تیار اور مستعد ہیں ان کی تعداد پانچ ہزار سوار کے لگ بھگ ہوگی جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت آپ لوگوں میں نہیں ہے کیوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے شہر قریب ہیں اگر وہ مزید امداد طلب کرنا چاہیں تو فوری طلب کر سکتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی نفری ان کے مقابلہ میں ایک تو پہلے ہی بہت کم ہے اور پھر مزید کمک پہنچنا بھی دوری کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔

مسلمانوں کا باہم مشورہ کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کی گفتگو مسلمانوں پر بہت گراں گزاری۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ مسلمین! اس بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے کیا کرنا چاہیے؟ مسلمانوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہمیں خود کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیے جیسا کہ ہمیں اپنے رب کریم کا بھی یہی حکم ہے کہ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور ایسے حالات میں اپنے امیر سیدنا ابوعبید کے پاس واپس لوٹ جانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہمارے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرمائے گا، لیکن سیدنا عبداللہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ اگر ہم لڑے بغیر واپس چلے گئے تو کہیں ہمیں خدا جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والوں میں نہ لکھ دے، لہٰذا میں بارگاہ خداوندی میں کوئی عذر خاص پیش کیے بغیر ہرگز واپس نہیں لوٹوں گا پس جو شخص بھی میرا دست و بازو بنے گا اور میرا ساتھ دے گا اس کا اجر و ثواب اللہ ہی کے پاس ہے اور جو شخص واپس جانا چاہتا ہے اسے اجازت ہے اس سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوگا اور نہ اس پر کوئی عتاب ہوگا۔

مسلمان فوج کی تیاری اور حملہ

مسلمان یہ گفتگو سن کر شرمسار ہوئے اور کہا آپ جو ارادہ رکھتے ہیں اس کو عملی جامہ پہنانے سے ہرگز پیچھے نہ ہٹیں

تقدیر سے ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ پہن لی، اور خود سر پر رکھا کمر کو کس کر باندھ لیا اور والد ماجد کی تلوار گردن میں لٹکا لی، گھوڑے پر سوار ہوئے، علم ہاتھ میں تھام لیا اور مجاہدین کو تیاری کا حکم فرمایا، جانبازوں نے زرہیں پہن کر تلواریں حمائل کر لیں گھنٹہ بھر کے سفر کے بعد ایک مقام پر ٹھہر گئے ،سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوری رات اسی مقام پر گزاری اور خدا تعالیٰ سے کامیابی و کامرانی کی دعائیں مانگتے رہے، صبح نماز فجر کے بعد عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے لشکر سے پوچھا کہ قوم کفار پر حملہ کے لیے تمہارا مشورہ کیا ہے؟

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں تمہیں ایک امر کی رہنمائی کرتا ہوں کہ تم کیا کرو گے؟

لوگوں نے کہا: فرمایئے، انہوں نے کہا کہ اس قوم کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ کاروبار میں منہمک ہو جائیں جب وہ خرید و فروخت میں مگن ہو جائیں اور اپنا ساز و سامان نمائش کے لیے لگا دیں پھر ان کی غفلت کی حالت میں ان پر اچانک ٹوٹ پڑنا، ان کی اس نصیحت پر عمل کیا گیا۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جھنڈا ہاتھ میں لے کر سب سے آگے کھڑے ہو گئے جب سورج طلوع ہو گیا تو مسلمان لشکر کے 100 سوار پر مشتمل پانچ دستوں میں ترتیب پا گئے، اور ہر ایک دستہ میں ایک تجربہ کار نقیب (نگران) مقرر فرما دیا اور حکم دیا کہ ہر دستہ بازار کے ایک قطر اور سمت کو اپنے لیے مقرر اور متعین کر لے

قلعہ ابوالقدس والوں کی حالت زار

وہ لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مصروف تھے اور بہت بڑی تعداد میں تھے راہب نے کلیسا میں سے سر نکال رکھا تھا اور لوگوں کو واعظ سنا رہا تھا سرداران قوم اور ان کی اولادیں بھی ریشمی لباس پہن کر اور آہنی زرہیں اوپر سے پہنے ہوئے اور سروں پر خور پہنے ہوئے تھے جو چمک رہے تھے یہ لوگ کلیسا سے نکل کر ان کی آمد کے منتظر تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی پیش آنے والے خطرہ کے انتظار میں ہوں اور کسی ہنگامے کے برپا ہونے کے لیے پہلے سے تیار اور کمر بستہ بیٹھے ہوں، حملہ سے پہلے عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام سے کہا:

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ! حملہ کر دو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے عمل میں برکت فرمائے گا اگر غنیمت اور خوشی

حاصل ہوگی تو فتح اور سلامتی ہے اور راہب کے کلیسا کے نیچے ہمارا اجتماع ہوگا اور اگر صورتحال دگرگوں ہوگئی جس سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں تو پھر ہمارے ساتھ اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور ہم سب میرے چچا کے بیٹے سیدنا محمد ﷺ کے حوض کے پاس ان شاء اللہ ملاقات کریں گے۔

یہ کہہ کر آپ نے جھنڈا لہرادیا اور حملہ کے لیے مشرکین کی طرف بڑھے۔

رومیوں کا جوابی حملہ

رومیوں نے جب مسلمانوں کی آوازیں سنیں کہ وہ بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں تو انہیں یقین ہوگیا کہ انہیں مسلمانوں کے لشکروں نے آن گھیرا ہے وہ بھی کسی شکاری شیر کی طرح ٹوٹ پڑے اور ظلم بردار کو تلاش کرنا شروع کردیا مسلمانوں کے خیال میں رومی فوج کے پاس چند مخصوص ہی تعداد میں افراد ہوں گے ان کے پاس کوئی فوج نہیں ہے جو کمین گاہوں اور مورچوں میں محفوظ اور چھپی ہوئی ہو مگر ہمارے خیال اور اندازے کے برعکس اچانک ان کا ایک بہت بڑا بھاری لشکر نکل آیا جو نہایت قدآور اور لحیم وشحیم بہت خطرناک نوجوانوں پر مشتمل تھا جنہوں نے سر سے پاؤں تک زرہیں پہن رکھی تھیں۔

امیر لشکر اسلام کی حالت

مسلمانوں کے لشکر کی حالت بہت کمزور ہوگئی تھی، ان کے بازوشل ہوگئے، وہ بری طرح تھک گئے تھے، معاملہ نازک اور صبر کرنا دشوار ہوگیا، اسی وقت سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اسالك بجاه محمد عبدك الاجعلت لنامن امرنا فرجا و مخرجا۔

ترجمہ: یا اللہ! میں تجھ سے تیرے عبد خاص سیدنا محمد ﷺ کے جاوہ مرتبہ کے وسیلہ جلیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ہمارے لیے کشادگی اور نکلنے کا سبب عطا فرمایا۔

دعا کے بعد آپ پھر جنگ کی طرف لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ کے جھنڈے کے نیچے دشمن سے جنگ وقتال شروع کردیا ابن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان یہ زوردار معرکہ برپا دیکھا تو فوراً ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور دیکھتے ہی فرمایا کہ فوری طور پر سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے کوئی کمک تیار کرکے روانہ کریں۔

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے مجھے آپ کے علاوہ اور کوئی بھی جاں باز نظر نہیں آتا تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے فخر محسوس ہوگا تو سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آپ کو یہ حکم دیتے ہوئے شرم آتی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر مجھے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی کہتے تو میں ان کی بھی اطاعت کرتا تو پھر میں آپ کے حکم کی کیسے عدولی کر سکتا ہوں جب کہ آپ مجھ سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم ملتے ہی ببر شیر کی طرح دھاڑے اور جنگ کی تیاری کے لیے روانہ ہوئے۔ سیدنا رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پوری کوشش وجدوجہد سے چل رہے تھے خدا تعالیٰ نے ہمارے فاصلوں کو کم کردیا گویا زمین کے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہم رومیوں پر طلوع ہو رہے تھے جب کہ سورج غروب ہو رہا تھا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے انیس! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے کو کس طرف تلاش کروں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم یا تو حوض کوثر پر ملیں گے یا پھر کلیسا کے باہر، تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کلیسا کے نیچے دیکھا اور علم سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیکھا اور کوئی بھی ایسا مسلمان نہ دیکھا تھا جو زخموں سے چکنا چور نہ ہوا اور ہر فرد اس فانی زندگی سے آس توڑ کر حیات جاوداں اور عیش سرمدی کے حصول کے جذبہ سے سرشار نظر آتا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے:

مسلمانو! آگے بڑھو اور ان مشرکین کو لے لو، یہ بچ نہ جائیں، صبر واستقامت سے کام لو، تمہارا مقابلہ اللہ کے باغیوں سے ہے، وہ ارحم الراحمین تم پر تجلی فرما رہا ہے، تمہیں سرخرو فرمائے گا۔

اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين۔

ترجمہ: بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا صبر واستقامت و بہادری کو ملاحظہ کیا جس سے ان کا پیمانہ لبریز ہو گیا انہوں نے پرچم اسلام کو حرکت دی اور اپنی بہادر فوج کو حملہ کا حکم دیا۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب اس لشکر کو دیکھا تو گھبرا گئے انہوں نے سمجھا کہ ایک

اور رومی لشکر جو چھپ کر بیٹھا تھا وہ ظاہر ہو گیا اور ہمیں ہلاک کر دے گا مگر یہ خوف فوراً جاتا رہا جب انہوں نے لشکر میں یہ آواز سنی:

یا حملة القرآن جاء کم الفرج من الرحمن و نصرتم علی عبده الصلبان۔

ترجمہ: اے حاملین قرآن! رحمٰن کی طرف سے فتح و کشائش تمہارے پاس پہنچ چکی ہے اور صلیب کے پجاریوں کے خلاف تمہاری مدد کے لیے کمک ہمارے قریب آ گئی ہے۔

مسلمانوں نے جو اس وقت گویا انتہائی مشکل میں تھے اور بڑی کرب کی کیفیت سے دوچار تھے اور جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی صورت حال تھی، ایسے عالم میں سیف اللہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز مبارک نے ان کے تن بدن میں نئی روح پھونک دی اور جان میں جان ڈال دی اور مسلمانوں نے یہ صدائے جاں فزا سن کر لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعروں سے آپ کی آواز کا استقبال کیا، مسلمانوں کی نعرہ ہائے تکبیر کی آوازوں کی گونج بجلی کی کڑک اور تہ و بالا کرنے دینے والی باد صرصر کے مثل میدان جنگ کو گرما گئی۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ وہ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جائیں۔

انہوں نے مسلمانوں کو کہا کہ اب دشمن کو لے لو یہ تمہارے ہاتھوں بچ کر نہ جانے پائے۔ بے شک تمہارے پاس آسمان سے مدد پہنچ گئی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حملہ کر دیا اور باقی مسلمانوں نے بھی حملہ کر دیا۔

سیدنا انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ گفتگو کر رہے تھے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے، سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا، پھر آپ نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چوں کہ گورنر طرابلس کی بیٹی کلیسا میں شادی کی رسومات ادا کرنے کی غرض سے آئی ہے اس لیے سیکورٹی کے پیش نظر رومیوں کے بڑے بڑے سردار اس کے گرد دائرہ بنا کر اسے مفاہمت اور قریب آنے سے روکتے رہے چوں کہ دشمن کے بڑے بڑے شہ زور ایک جگہ پر جمع ہیں اس لیے دشمن کو ہلاک کرنے کا یہ سب سے بڑا موقع ہے تو کیا آپ میرے ساتھ مل کر لڑیں گے، سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب ہاں میں دیا اور دشمنوں پر ہلا بول دیا۔

حملوں کو روکنے والا ایک بطریقہ یعنی "والی طرابلس" خود تھا وہ فوج کے فرنٹ پر کھڑا تھا سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا اور جنگی مہارات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایسی جگہ لے گئے جہاں وہ گھوم کر چکر لگا

سکتا ہو لیکن اندھیرے میں گھوڑا ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گر گیا، لیکن آپ نے سنبھل کر تلوار تھام لی اور شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے بطریق پر وار کر دیا اور اسے ہلاک کر دیا آپ کے واپس آنے پر سیدنا خالد اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے کلیسا کو فتح کر کے اور اس میں جو کچھ تھا اس پر قابض ہو چکے تھے لیکن آپ نے کسی کو بھی اس وقت تک ہاتھ نہ لگایا جب تک سیدنا خالد رضی اللہ عنہ رومیوں کا پیچھا کر کے واپس نہ آ گئے، آپ نے بطریق کی بیٹی اور 40 سہیلیوں جن کے پاس سونے کے زیورات کے علاوہ قیمتی ساز و سامان تھا اپنے قبضے میں لے لیا، مال غنیمت خچروں پر لاد کر براز ین کی طرف روانہ کر دیا گیا، سیدنا علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سریہ کی نسبت 13 اشخاص کو جاتی ہے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ، سیدنا انیس رضی اللہ عنہ جنہوں نے مخبری کی اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمک پہنچانے والے تھے ان تینوں کی جدوجہد کے نتیجہ میں قلعہ ابو القدس اور اس کا ملحقہ رقبہ فتح ہوا۔

وفات

ان کی وفات مدینہ میں حجاف کے سال سنہ 80ھ میں ہوئی تھی، اس وقت حاکم مدینہ ابان بن عثمان تھے، انہوں نے خود آ کر ان کے غسل اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی لونڈیاں ان کے تخت کے پیچھے تھیں اور انہوں نے اپنے گریبانوں کو چاک کر ڈالا تھا بہت بڑا ازدحام ان کے جنازہ پر تھا، ابان بن عثمان نے ان کے جنازہ کو اٹھایا اور بقیع تک برابر ساتھ رہے ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور کہتے تھے: واللہ تم بہت اچھے آدمی تھے، تم میں کوئی برائی نہ تھی واللہ تم شریف، بہت ہی بھلائی اور صلہ رحم کرنے والے تھے سال حجاف کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حجاف کے معنی سیلاب کے ہیں، اس وقت مدینہ میں بہت بڑا سیلاب آیا تھا جس میں بہت سے حجاج اور اونٹ مع اسباب کے بہہ گئے تھے۔ ان کے جنازہ کی نماز ابان بن عثمان نے پڑھائی۔



سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب

سیدنا زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزی بن امرء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید لات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

اسی طرح ابن کلبی وغیرہ نے ان کا نسب بیان کیا ہے اور کہیں کہیں ناموں اور تقدیم و تاخیر اور کمی و زیادتی میں اختلاف کیا ہے۔ کلبی نے بیان کیا ہے کہ ان کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ بن عبد عامر بن افلت خاندان بنی معن طئے سے تھیں۔ ابن اسحاق نے حارثہ کے والد کا نام شرجیل بیان کیا ہے لیکن ان کا نام شراحیل ہے۔ زید کی کنیت ابواسامہ تھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام اور دوست تھے۔ جاہلیت میں یہ قید ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ ان کو لے کر اپنے خاندان بنی معن لے گئیں، بنی قیس بن جسر کے سواروں نے ان پر ڈاکہ مارا اور زید کو پکڑ کر بازار عکاظ میں لائے۔ حکیم بن حزام نے زید کو اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے واسطے مول لے لیا اور بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ حکیم نے زید کو بازار حباشہ میں خریدا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں نبوت سے پہلے دے دیا۔ زید کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی۔

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطحاء مکہ میں دیکھا کہ ان کے فروخت کرنے کے لیے آواز دی جاتی ہے آپ نے آ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور آپ نے زید کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے خرید لیا' سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے زید کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ بنا لیا۔ ابن عمر نے کہا ہے کہ زید بن حارثہ کو ہم برابر زید بن محمد پکارا کرتے تھے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا کہ ''ادعوھم لآبائھم ''یعنی لوگوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرادی تھی۔

زید کے والد حارثہ بن شراحیل ان کے نہ ملنے پر بہت غمگین ہوئے اور انہی کے فراق میں یہ اشعار کہے:۔

بکیت علی زید و لم ادر ما افعل
احی یرجی ام انی دونه الاجل
فو اللّٰه ما ادری و ان کنت سائلا
اغالك سهل الارض ام غالك الجبل
فیا لیت شعری هل لك الدهر رجعه
فحسبی من الدنیا رجوعك لی مجل
تذکرنیه الشمس عند طلوعها
و تعرض ذکر اه اذا قارب الطفل
و ان هبت الارواح هین ذکره
فیا طول ما حزنی علیه و یا وجل
ساعمل نص العیس فی الارض جاهدا
و الا اسام التطواف او تسام الابل
حیاتی اوتاتی علی منیتی
و کل امری فان و ان غره الاجل
ساوصی به قیسا و عمرا کلیهما
و اوصی یزید اثم من بعده جبل

ترجمہ: زید کے لیے رو رہا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ زید کو کیا ہوا۔ آیا وہ زندہ ہے کہ (پھر ملنے کی) امید ہو یا اسے موت آ گئی۔ قسم اللہ کی! (اے میرے پیارے بیٹے) مجھے کچھ معلوم نہ ہوا اگرچہ میں نے بہت پوچھا یہ کہ تجھے زمین ہموار غائب کر گئی یا کسی پہاڑ نے تجھے چھپا لیا۔ اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کبھی نہ کبھی لوٹے گا۔ دنیا میں دل بہلنے کے لیے تیرے لوٹنے کی امید میرے لیے بس ہے (اے دوستو!) آفتاب

جب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید کی یاد آتی ہے اور جب غروب ہوتا ہے تب بھی زید کی یاد آتی ہے۔ (غرض صبح سے شام اس کی یاد میں گزارتا ہوں) جب ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ میرا رنج وغم اس کے لیے بہت بڑھ گیا ہے۔ میں اب اسی رنج میں اپنی زندگی کاٹ دوں گا۔ دور طواف کعبہ کرنے سے نہ تھکوں گا' مگر یہ کہ اونٹ تھک جائے۔ یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے اور ہر آدمی مرنے والا ہے' گو موت اس کو دھوکہ دے۔ میں وصیت کر جاؤں گا قیس اور عمر دونوں کو اور یزید کو بھی اور اس کے بعد جبل کو (وصیت کر جاؤں گا)۔

پھر کچھ آدمی قبیلہ کلب کے حج بیت اللہ کے لیے آئے اور زید کو دیکھ کر پہچان لیا اور زید نے ان لوگوں کو پہچانا اور کہا کہ میرے گھر والوں کو میری طرف سے یہ اشعار پہنچا دینا' کیوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ میرے لیے بہت غمگین ہیں۔

احن الی قومی و ان کنت نائیا
فانی فعید البیت عند المشاعر
فکفوا من الوجد الذی قد شجاکم
و لا تعملوا فی الارض نص الاباعر
فانی بحمد الله فی خیرا سرة
کرام معد کابراً بعد کابر

ترجمہ: میں اپنی قوم کا مشتاق ہوں' اگرچہ میں دور ہوں۔ یقیناً میں بیت اللہ میں بیٹھا ہوں مشاعر کے پاس۔ اس کوشش سے رک جاؤ جس نے تمہیں غمگین کر رکھا ہے اور اونٹوں کو زمین میں نہ دوڑاتے پھرو' الحمدللہ میں ایک اچھے خاندان میں ہوں۔ معد کا باعزت خاندان جن میں پشت در پشت سرداری ہے۔

خاندان کلب کے لوگ گئے اور زید کے والد کو خبر دی اور ان کا مقام اور مالک کا حال بیان کیا۔ شراحیل کے دو بیٹے یعنی حارثہ اور کعب زید کا فدیہ دینے کے واسطے چلے مکہ میں پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے! اے ہاشم کے بیٹے! اے اپنی قوم کے سردار کے لڑکے! ہم آپ کے پاس اپنے لڑکے کے واسطے

آئے ہیں جو آپ کے پاس ہے' پس اب ہم پر اس کے فدیہ میں احسان اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیجئے' آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: زید بن حارثہ۔ آپ نے پوچھا: آگاہ رہو اور تو نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: زید کو بلاؤ اور اس کو اختیار دو' اگر وہ تم کو پسند کرے تم اسے لے جاؤ اور اگر مجھے پسند کرے تو بخدا میں وہ شخص نہیں ہوں کہ جو مجھ کو پسند کرے اس کے خلاف میں کسی کو اختیار دوں' دونوں نے جواب دیا کہ آپ نے آدھے سے بھی زیادہ دے دیا اور احسان کیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے زید کو بلایا اور کہا: تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ زید نے جواب دیا: ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں جس کو تم جان چکے ہو اور میرے حسن معاشرت کو اپنے ساتھ دیکھ چکے ہو۔ پس مجھ کو یا ان کو جس کو چاہو پسند کرلو زید نے جواب دیا کہ میں ان دونوں یعنی والد اور چچا کو نہیں چاہتا اور نہ میں ایسا شخص ہوں کہ آپ پر کسی کو پسند کروں۔ آپ میرے والد اور چچا کی جگہ پر ہیں۔ دونوں نے کہا: اے زید! تیرا برا ہو کیا تو غلامی کو آزادی اور اپنے والد اور گھر والوں پر دوسروں کو پسند کرتا ہے۔ زید نے جواب دیا: ہاں، میں نے اس آدمی سے ایسی بات دیکھی ہے جس کی وجہ سے میں ان پر کبھی کسی دوسرے کو پسند نہ کروں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ حالت دیکھی زید کو مقام حجر تک لے گئے اور فرمایا: اے حاضرین! تم لوگ گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے وہ میرا وارث ہوگا اور میں ان کا وارث ہوں گا۔ جب زید کے والد و چچا نے یہ حال دیکھا ان کے دل خوش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔

معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ زید بن حارثہ سے پہلے کوئی مسلمان ہوا۔ عبدالرزاق نے کہا کہ زہری کے سوا اور کوئی بھی اس قابل نہیں ہے اور ابو عمر نے کہا ہے کہ یہ چند وجوہ زہری سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں' ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر زید' پھر ابوبکر رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ ابن اسحاق کے سوا اوروں نے کہا ہے کہ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر' پھر علی' پھر زید رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ زید بن حارثہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور انہوں نے ہی مدینہ میں جا کر فتح کی خوشخبری دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے زید کا نکاح اپنی لونڈی ام ایمن سے کر دیا اور انہی سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے اور زید کی دوسری بیوی زینب بنت جحش تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ انہی سے رسول اللہ ﷺ نے زید کے بعد شادی کی تھی۔ ہمیں ابراہیم بن محمد بن مہران وغیرہ نے اپنی سندوں سے محمد بن عیسیٰ سلمی تک خبر

دی انہوں نے کہا ہم سے علی بن حجر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں داؤد بن زبرقان نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے شعبی سے انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتی تھیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا کوئی حصہ چھپاتے تو یہ آیت ضرور چھپاتے' یعنی

و اذ تقول للذی انعم اللّٰه علیه وانعمت علیه امسك علیك زوجك واتق الله وتخفی فی نفسك ماالله مبدیه وتخشی الناس والله احق ان تخشٰه فلما قضٰی زید منها وطرا زوجناكها......... و كان امر الله مفعولا۔ (احزاب:37)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے شادی کر لی' لوگ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے لڑکے کی بیوی سے شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبیین (احزاب:40) نازل فرمائی۔

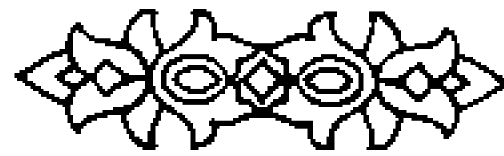
اور لوگ زید کو ابن محمد کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله (احزاب:5) نازل فرمائی اور اس حدیث کو داؤد بن زبرقان نے داؤد بن ہند سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

ہمیں ابوالفضل ابن ابی الحسن بن ابی عبداللہ مخزومی نے اپنی سند سے ابویعلی احمد بن علی تک خبر دی' وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا' وہ کہتے تھے ہمیں یونس بن بکیر نے خبر دی' وہ کہتے تھے ہم سے یونس بن ابواسحاق نے اپنے والد سے انہوں نے براء بن عازب سے نقل کر کے بیان کیا کہ زید بن حارثہ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے میرے اور حمزہ کے درمیان بھائی چارہ کیا ہے اور ہمیں عبدالوہاب بن ہبۃ اللہ بن ابی حبہ نے اپنی سند سے بروایت عبد اللہ بن احمد خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور کہتے تھے ہم سے حسن نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں ابن لہیعہ نے عقیل سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے اسامہ بن زید بن حارثہ سے' انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے خبر دی کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کی تعلیم فرمائی' جب وضو سے فارغ ہوئے ایک چلو پانی لے کر اپنے مقامِ شرم گاہ پر چھڑک لیا اور ہمیں یحییٰ بن محمود بن سعد نے اپنی سند سے ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم تک خبر دی' وہ کہتے تھے مجھ سے ابوبکر بن ابوشیبہ نے بیان

کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عبید نے وائل بن داؤد سے نقل کر کے بیان کیا' وہ کہتے تھے میں نے البہی کو بیان کرتے سنا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو کسی سریہ میں بلا سردار لشکر بنائے نہیں بھیجا اور اگر زید زندہ رہتے تو آپ انہی کو اپنے بعد خلیفہ کرتے اور جب آپ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا اس پر زید بن حارثہ کو سردار مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب (سردار لشکر ہوں) اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر ہوں زید غزوہ موتہ سنہ 8 ھ میں سرزمین شام میں شہید ہوئے اور ہم اس واقعہ کو عبداللہ بن رواحہ اور جعفر کے بیان میں پوری طرح ذکر کر چکے ہیں لہٰذا اس جگہ طول دینا نہیں چاہتے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جعفر و زید رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی، آپ روئے اور فرمایا: یہ دونوں میرے بھائی اور مونس اور بات کرنے والے تھے اور آپ نے زید کی شہادت کی گواہی دی۔

اللہ تعالیٰ نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کا نام اور نہ کسی دوسرے نبی کے ساتھیوں کا نام اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے بجز زید بن حارثہ کے۔ زید بن حارثہ سفید' سرخ رنگ کے تھے' ان کے بیٹے اسامہ پختہ گندمی رنگ کے تھے۔ (اسد الغابہ صفحہ 768 تا 771)



سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی قصاعہ سے ہیں آپ کی ماں کا نام برکت ہے' کنیت ام ایمن حضور کی دودھ کی والدہ' وہ آپ کے والد جناب عبداللہ کی لونڈی تھیں اور اسامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور غلام زادے تھے۔ زید ابن حارثہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اسامہ اور زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت پیارے تھے حضور کی وفات کے وقت اسامہ تیس سال کے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ وادی ترابی میں رہے اور وہیں وصال فرمایا۔

و عن عمر انه فرض لاسامة فی ثلثة الاف و خمس مائة و فرض لعبد اللّٰه بن عمر فی ثلثة الاف فقال عبد الله بن عمر لابیه لم فضلت اسامة علی فواللّٰه فاسبقنی الٰی مشهد قال لانّ زیدًا کان احب الٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من ابیك وکان اسامة احبّ الیٰ رسول اللّٰه صلی الله علیه و سلم منك فاثرت حبّ رسول الله صلی الله علیه وسلم علٰی حبی۔ رواه الترمذی

ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے اسامہ کے لیے تین ہزار پانچ سو مقرر فرمائے اور عبداللہ بن عمر کے لیے صرف تین ہزار مقرر فرمائے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر ترجیح کیوں دی؟ اللہ کی قسم وہ کسی موقع میں سب سے آگے نہ بڑھے' فرمایا اس لیے زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے باپ سے زیادہ پیارے تھے اور اسامہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو اپنے پیارے پر ترجیح دی۔

و ان اسامة ابن زید قال لمّا ثقل رسول الله صلی الله علیه وسلم هبطت و هبط الناس المدینة فدخلت علی رسول الله صلی الله علیه و سلم و قد اصمت فلم یتکلم فجعل رسول الله یضع یدیه علی و یرفعهما فاعرف انه

يدعو لی۔ رواه الترمذی

ترجمہ: سیدنا اسامہ ابن زید فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت بیمار ہو گئے میں اور دوسرے لوگ مدینہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ کلام فرمانا بند ہو چکا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات نہ کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مجھ پر رکھنے اور اٹھانے لگے، میں پہچان گیا کہ آپ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

و عن عائشة، قالت اراد النبی صلی الله علیه وسلم ان ینحّی مخاط اسامة قالت عائشة دعنی حتی انا الذی افعل قال یاعائشة احبیه فانی احبّه۔ رواه الترمذی

ترجمہ: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کی ناک صاف کرنے کا ارادہ کیا تو جناب عائشہ نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ یہ کام میں کروں، فرمایا اے عائشہ! ان سے محبت کرو، کیوں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

و عن اسامة قال کنت جالساً اذ جاء علی و العباس یستاذنان فقالا لاسامة استاذن لنا علی رسول الله صلی الله علیه و سلم فقلت یا رسول الله علی و العباس یستاذنان فقال اتدری ما جاء بهما قلت لا قال لکنی ادری ائذن لهما فدخلا فقالا یارسول الله جئناك نسئلك ای اهلك احبّ الیك قال فاطمة بنت محمد قالا ماجئناك نسئلك عن اهلك قال احب اهلی الی من قد انعم اللّٰه علیه و انعمت علیه اسامة بن زید قالا ثم من قال ثم علی بن ابی طالب فقال العباس یارسول الله جعلت عمّك اخرهم قال ان علیّا سبقك بالهجرة۔ رواه الترمذی

ترجمہ: سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ جناب علی و عباس آئے اجازت داخلہ چاہتے تھے، انہوں نے اسامہ سے کہا کہ ہمارے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے دو، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!

علی اور عباس اجازت مانگ رہے ہیں۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کیا مقصد انہیں یہاں لایا ہے‘ میں نے کہا نہیں‘ فرمایا لیکن میں جانتا ہوں انہیں اجازت دے دو‘ وہ دونوں حاضر ہوئے‘ عرض کیا یارسول اللہ ہم یہ پوچھنے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور کو اپنے گھر والوں میں کون زیادہ پیارا ہے‘ فرمایا: فاطمہ بنت محمد۔ وہ بولے: ہم آپ کے اہل بیت کے متعلق پوچھنے آئے ہیں۔ فرمایا: میرے گھر والوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور میں نے بھی انعام کیا یعنی اسامہ بن زید۔ وہ بولے: پھر کون؟ فرمایا: علی ابن ابی طالب۔ تو جناب عباس نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو ان سب سے آخر کر دیا۔ فرمایا: علی تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے ہیں۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن زید بن امرء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید لات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی۔

ابن مندہ اور ابونعیم نے ان کے نسب میں ابن رفیدہ بن لوی بن کلب کو ذکر کیا ہے یہ غلطی ہے وہ ثور بن کلب ہیں اس میں کچھ شک نہیں‘ ان کی والدہ ام ایمن ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی تھیں (گود لینے والی) پس یہ اور ایمن علاتی بھائی ہیں۔ سیدنا اسامہ کی کنیت ابومحمد اور بعض لوگ کہتے ہیں ابوزید اور بعض کہتے ہیں ابویزید اور بعض کہتے ہیں ابوخارجہ اور یہ اپنے والدین کے وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہیں۔ یہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ سیدنا ابن عمر نے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں‘ من جملہ میرے محبوب لوگوں کے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ تمہارے نیکوکار لوگوں میں سے ہوں‘ پس تم لوگ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو۔

انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ برس کی عمر میں عامل بنایا تھا۔

ہم سے منصور بن مکارم بن احمد بن سعد مودب موصلی نے بیان کیا‘ وہ کہتے تھے ہمیں ابوالقاسم نصر بن احمد بن صفوان نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالحسن علی بن ابراہیم سراج نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوطاہر ہبۃ اللہ بن ابراہیم بن انس نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالحسن علی بن عبداللہ بن طوق نے خبر دی‘ وہ کہتے تھے ہم سے ابوجابر یزید بن عبدالعزیز بن حیان نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن ابراہیم بن عمار نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں معافی بن عمران

نے شریک سے انہوں نے ابن عباس انہوں نے ذریح سے انہوں نے بہی سے انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کر کے خبر دی کہ وہ کہتی تھیں (ایک مرتبہ) اسامہ دروازے کی چوکھٹ پر گر پڑے اور ان کے چہرے پر خراش آ گئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کا خون دور کر دو مجھے اس سے کراہت معلوم ہوئی' لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اسے صاف کیا۔

ہمیں ابوالفضل عبداللہ بن احمد نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو خطاب نصر بن احمد بن بطر قاری نے اجازت خبر دی' وہ کہتے تھے ہمیں ابوالحسن بن رزقویہ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں اسماعیل بن محمد صفار نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں رمادی نے خبر دی وہ کہتے تھے عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے سیدنا اسامہ بن زید سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) ایک گدھے پر سوار ہوئے اس کی پشت پر ایک چادر ڈال دی گئی تھی اور آپ نے اپنے پیچھے اسامہ کو سوار کر لیا اور آپ اس وقت سیدنا سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لیے جاتے تھے۔ یہ قصہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے وظیفے مقرر کیے تو سیدنا اسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر کیا اور اپنے صاحب زادہ سیدنا عبداللہ بن عمر کا تین ہزار سیدنا ابن عمر نے کہا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر ترجیح دی' حالاں کہ میں ان کاموں میں شریک ہوا ہوں' جن میں اسامہ شریک ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اسامہ رسول خدا کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے باپ رسول خدا کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھے۔ (اسد الغابہ)

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے (ان کی خلافت کے وقت) بیعت نہیں کی نہ ان کے ساتھ ان کی کسی جنگ میں شریک ہوئے۔ سیدنا اسامہ نے ان سے کہا کہ (اے علی) اگر آپ اپنا ہاتھ کسی اژدہے کے منہ میں ڈال دیں تو میں بھی اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ کے ساتھ ڈال دوں گا' مگر آپ سن چکے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا' جب میں نے اس شخص کو قتل کیا جو لا الہ الا اللہ کہہ رہا تھا لہٰذا میں نے آپ کے ہمراہ لڑنے سے معذور ہوں (کیوں کہ آپ کی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہی ہے) اور یہ واقعہ (جس کی طرف سیدنا اسامہ نے اشارہ کیا) اس طرح پر ہے کہ ہمیں ابوجعفر عبیداللہ بن احمد بن علی بن سمین بغدادی نے اپنی اسناد کے ساتھ یونس بن بکیر سے انہوں نے ابن اسحاق سے نقل کر کے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے محمد بن اسامہ بن محمد بن اسامہ بن زید نے اپنے والد سے

انہوں نے ان کے دادا سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے ایک جہاد میں ایک کافر کو پایا تھا اور انصار میں سے ایک شخص تھے ہم دونوں نے اس پر تلوار کھینچی' اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ مگر ہم نے اسے نہیں چھوڑا' یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا' پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اے اسامہ لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے' میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا آپ نے فرمایا اے اسامہ لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے پس قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا کہ آپ برابر یہی فرماتے رہے' یہاں تک کہ مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میرا گزشتہ اسلام کالعدم ہو جاتا اور میں آج مسلمان ہوا ہوتا' پھر میں نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ اب کسی ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو قتل نہ کروں گا۔

محمد بن اسحاق نے صالح بن کیسان سے وہ عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے سیدنا اسامہ بن زید کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اسی اثنا میں مروان ایک جنازے کی نماز پڑھنے کے لیے بلایا گیا' چناں چہ جب وہ اس کی نماز پڑھ کے لوٹے اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے دروازے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو ان سے مروان نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ تمہارا مرتبہ لوگوں کو ظاہر ہو' خدا تمہارے ساتھ (برا معاملہ) کرے اور ایک بری بات انہیں کہی' پھر وہ لوٹ کے چلا اتنے میں سیدنا اسامہ فارغ ہو گئے اور انہوں نے کہا اے مروان تو نے مجھے ایذا دی اور تو بدگو اور فحش بکنے والا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدگو اور فحش بکنے والے سے ناخوش رہتا ہے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ تھا اور ناک ان کی چپٹی تھی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وفات کے اخیر زمانے میں **58** ھ یا **59** ہجری میں وفات پائی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں **54** ہجری میں وفات پائی۔



سیدنا امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

ولادت ونسب

آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ ام ولد ہے۔ ان کا نام سلامہ یا سلافہ ایرانی بادشاہ یزدجرد کی صاحب زادی ہیں اور بعض میں ان کا نام غزالہ لکھا ہے۔ آپ تقریباً سنہ 38ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کربلا میں اپنے والد گرامی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے اس وقت آپ کی عمر شریف 23 سال تھی۔ آپ بیمار تھے اس لیے آپ کو شہید نہ کیا گیا۔

مجلس

و قال نافع بن جبیر لعلی بن الحسین: انک تجالس اقواماً دونا؟ فقال علی بن الحسین انی من انتفع بمجالسة فی دینی۔ (موسوعۃ اہل بیت النبی الاطہار صفحہ 425)

ترجمہ: سیدنا نافع بن جبیر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن حسین امام زین العابدین سے کہا کہ تم رتبے والے لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو آپ نے فرمایا میں ان کی مجلس میں جاتا ہوں جن کی مجلس میرے دین کے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔

کان علی بن الحسین یخرج علی راحلته الی مكة، و یرجع لایقرعها و کان یجالس اسلم مولی عمر، فقیل له: تدع قریشاً، و تجالس عهدا بنی عدی فقال: انما یجلس الرجل حیث ینتفع؟

ترجمہ: سیدنا امام زین العابدین اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ حج یا عمرہ کے لیے جاتے اور واپس آتے آپ اپنی سواری کو معمولی ضرب تک بھی نہ لگاتے آپ عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کی خدمت میں بیٹھتے لوگوں نے کہا تم قریش کو چھوڑ کر بنی عدی کے غلاموں کے پاس بیٹھتے ہو تو آپ نے فرمایا کہ انسان وہاں بیٹھتا ہے جہاں

نفع ہوتا ہے۔ نیز علی اصغر آپ ہی ہیں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال)

آپ سوقہ مامون اور بہت بڑے محدث عالم اور اونچے درجے کے متقی اور پرہیزگار تھے آپ بوقت شہادت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ 23 کی عمر کے تھے۔

سفیان بن عیینہ عن الزہری سے روایت کرتے ہیں میں اکثر سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا کرتا تھا تو میں نے آپ جیسا فقیہی کوئی اور نہیں دیکھا نیز آپ قلیل الحدیث تھے۔

امام زہری سے دوسری روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں آپ سے افضل کوئی نہیں تھا (یعنی اپنے وقت میں)

نیز حضرت مروان بن حکیم اور عبدالملک بن مروان آپ سے شدید محبت کیا کرتے تھے۔

ابن وہیب امام مالک سے روایت کرتے ہیں سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا۔

عبدالعزیز بن بنی حازم فرماتے ہیں میں نے ہاشمیوں میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو ہم سے اسلامی تعلیمات کے مطابق محبت کرو ایسا نہ ہو کہ تم ہمارے لیے عار بن جاؤ اس لیے لوگ ہم سے بغض اور عداوت کرنے لگے یعنی حد سے بڑھ کر محبت نہ کرنا کہ ہمیں نبی اور رسول یا معاذ اللہ خدا کہنے لگو کہ تم سے سن کر لوگ یہ کہیں کہ شاید ہم نے تم کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

ابوبکر برقی کہتا ہے کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں اہل بیت میں سے سب سے افضل اور بہتر تھے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی فضیلت کو دیکھ کر قریشی رشک کیا کرتے تھے اور چاہتے تھے وہ بھی ام ولد عورتوں سے نکاح کریں کیوں کہ آپ کی والدہ محترمہ ام ولد تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت مروان بن حکم نے آپ سے عرض کیا کیوں کہ آپ کے والد گرامی کی اولاد شہید ہو چکی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ لونڈیاں خریدا کریں تا کہ ان سے آپ کی نسل اور اولاد بڑھے آپ نے فرمایا میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ میں لونڈیاں خریدتا پھروں تو حضرت مروان نے آپ کو ایک لاکھ درہم دیئے آپ نے لونڈیاں خریدیں اور ان سے آپ کی کافی اولاد ہوئی حضرت مروان نے اپنی موت کے وقت وصیت کی کہ آپ سے دی ہوئی رقم واپس نہ لی جائے چناں چہ جب آپ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے سیدنا مروان

کے بارے دعا خیر کی، نیز سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے کسی سے کوئی خدمت قبول نہیں کی یعنی لوگ آپ کو اہل بیت کا اہم فرد اور قرابت رسول کی وجہ سے آپ کو کوئی نذرانہ دینا چاہتا تو آپ قبول نہ فرماتے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال)

صالح بن حسان سے کسی شخص نے کہا کہ کوئی شخص سعد بن قیصر جیسا کوئی متقی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تو نے علی بن حسین یعنی سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو ان کو دیکھتا تو ایسا نہ کہتا کیوں کہ ان سے بڑھ کر ان کی مثل کوئی نہیں یعنی متقی۔

خوفِ خدا

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اسی مکان کو آگ لگ گئی آپ سجدے کی حالت میں تھے لوگوں نے شوروغل اور آوازیں دیں:

یا ابن رسول اللہ النار یا ابن رسول اللہ النار۔

لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا جب تک آگ نہ بجھی۔ کسی نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور! کس چیز نے آپ کو مشغول رکھا؟ آپ نے فرمایا: مجھے آخرت کی آگ نے مشغول رکھا۔ نیز آپ جب نماز پڑھنے کا قصد فرماتے تو آپ کے جسم مبارک میں کپکپی طاری ہو جاتی جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی جاتی تو آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہونے لگا ہوں اور کس سے مناجات کرنے لگا ہوں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ وضو کرنے لگتے آپ کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا جس کی وجہ بھی آپ سے پوچھی گئی تو آپ نے یہی جواب دیا کہ تم نہیں جانتے میں کس کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگا ہوں۔ سفیان بن عیینہ بیان کرتا ہے کہ جب سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ احرام باندھتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا اور آپ کا پسینہ بہنے لگتا اور جسم کانپ اٹھتا حتیٰ کہ آپ تلبیہ نہ کہہ سکتے جب اس کی وجہ آپ سے دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کہوں: لبیک۔ تو میرا رب فرمائے: لا لبیک۔ تو آپ سے عرض کیا گیا کہ حضور یہ تلبیہ کہنا تو ضروری ہے۔ آپ نے کہا: اچھا پڑھتا ہوں، تو جب آپ نے تلبیہ پڑھا تو بے ہوش کر اپنی سواری سے گر پڑے، اسی خوف خدا کی حالت میں آپ نے حج ادا کیا نہ کسی سے بات کرتے اور نہ کسی کام میں مشغول ہوتے آپ کا رنگ مبارک زرد رہا اور خوف الٰہی

کی وجہ سے دوران حج روتے رہے۔ نیز آپ ہر دن اور رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے یہاں تک آپ فوت ہو گئے اور مدینہ منورہ میں اس وقت تمام مسلمان آپ کو زین العابدین آپ کی عبادت کی وجہ سے کہا کرتے تھے۔ مختار ثقفی نے آپ کو ایک لاکھ درہم دیا آپ نے کسی مصلحت سے قبول تو فرمالیا لیکن اس میں سے ایک درہم بھی خرچ نہ کیا جب وہ قتل ہوا تو آپ نے عبدالملک بن مروان کی طرف لکھا بے شک مختار نے مجھے ایک لاکھ درہم دیا تھا میں نے اس کے شر سے بچنے کے لیے قبول کر لیا تھا آپ کسی شخص کو بھیجیں جو مجھ سے وہ آ کر لے جائے اور آپ اس کو بیت المال یا جس طرح چاہیں خرچ کریں تو عبدالملک نے جواباً آپ کو لکھا: اے میرے بھتیجے وہ مال میں آپ کو دیتا ہوں اب میری طرف سے قبول کر لیں تو آپ نے قبول فرمالیا، متعدد کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ ہر روز ایک ہزار رکعت فرضوں کے علاوہ پڑھتے تھے بوقت وصال آپ رونے لگے آپ کے صاحب زادے سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ جیسا طاہر اور زاہد موت سے نہیں گھبراتا تو آپ کو کس چیز کا خوف ہے آپ اولاد رسول بھی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بے پرواہ ہے، وہ حسب نسب نہیں دیکھتا، جس کو چاہے بخش دے گا اور جس کو چاہے عذاب دے گا، اس پر کسی کا زور نہیں چل سکے گا۔

سخاوت

آپ رات کے اندھیرے میں اپنی پشت مبارک پر غلہ اٹھا کر غرباء اور مساکین کے گھروں میں پہنچایا کرتے تھے، تقریباً مدینہ طیبہ کا سو گھرانہ آپ کی سخاوت سے زندگی بسر کرتا تھا اور کسی کو کوئی معلوم نہ تھا یہ شخص کون ہے جو ہمارے ساتھ ایسا بے مثال حسن سلوک کرتا ہے جب آپ کا وصال شریف ہوا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ ہمارا محسن کون تھا جب آپ کو غسل دیا گیا غسل دینے والوں نے آپ کی پشت مبارک پر بوجھ اٹھانے کے سبب سے نشان دیکھے آپ نے کئی مرتبہ اپنا سارا مال راہ خدا میں خرچ کر دیا ایک مرتبہ آپ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کو ان کے گھر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا وہ رو رہے ہیں آپ کے دریافت کرنے پر اس نے کہا میں پندرہ ہزار دینار کا مقروض ہوں اور مجھے خطرہ ہے کہ میں مقروض ہی رہ کر نہ مر جاؤں تو آپ نے اس کا سارا قرضہ اپنے ذمہ لے کر ادا کر دیا۔

عدیم المثل صبر

ایک مرتبہ آپ اپنی مجلس میں بیٹھ کر لوگوں پر آیات اور واعظ و نصیحت فرما رہے تھے تو گھر میں رونے کی آواز اور

شوروغل سنا اٹھ کر آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد مجلس میں تشریف لے آئے لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ کے گھر میں کوئی حادثہ ہوا ہے غالبًا آپ کا کوئی فرزند فوت ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے لوگوں نے آپ کے ساتھ تعزیت کی اور آپ کے صبر عظیم پر تعجب کیا، آپ نے فرمایا: ہم اہل بیت رسول ہر حال میں اللہ تعالی کی اطاعت کرتے ہیں یعنی اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آئے جس کو ہم چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے جسے ہم ناپسند کرتے ہوں تو اس پر اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

آپ کے صاحب زادے سید ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے والد کے بیان سے فرماتے ہیں بے شک علی بن حسین یعنی سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازے کے پاس مختار ثقفی پر لعنت کی کسی نے کہا اے ابوالحسین! آپ اسے شب و شتم کرتے ہیں جو آپ کے حقوق کے دفاع میں ذبح کیا گیا؟ آپ نے فرمایا: بے شک وہ جھوٹا تھا کذاب تھا اللہ اور اللہ کے رسول پر جھوٹ بولا کرتا تھا۔ (تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب، موسوعہ اہل بیت النبی الاطہار)

ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ نے کچھ لوگوں کو کلام کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟ آپ سے کہا گیا کہ حضور یہ آپ کے شیعہ ہیں جو خلفائے بنو امیہ کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بے ایمان بدعتی ہیں، ہم ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، تم بھی ان کے پیچھے نماز پڑھو، ان کی اچھائیوں اور برائیوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔

نظریات

و قال عبدالعزیز بن ابی حازم، عن ابیه، مارایت هاشمیاً افقه من علی بن الحسین، سمعت علی بن الحسین و هو یسال کیف کانت منزلة ابی بکر و عمر عند رسول الله صلی الله علیه و آلہٖ وسلم فاشار بیده الی القبر، ثم قال منزلتهما منه الساعة۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239)

ترجمہ: عبدالعزیز بن حازم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بنی ہاشم میں آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا، ایک مرتبہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی طرف اشارہ کیا جا کر دیکھ لو ان کا مقام و منزلت کیا ہے۔

عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن ابیه، جاء رجل الی ابی فقال اخبرنی عن ابی بکر، قال عن الصدیق تسال؟ قال:قلت رحمك الله وتسمیه الصدیق؟ قال ثكلتك امك قدسماه صدیقا من هو خیر منی و منك رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ و سلم والمهاجرون و الانصار، فمن لهم یسمه صدیقاً فلا صدق الله قوله فی الدنیا ولا فی الاٰخرة، اذهب فاحب ابا بکر و عمر، و تولهما، فما كان من امرففی عنقی۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239)

ترجمہ: سیدنا امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابدین سے بیان کرتے ہیں ایک شخص میرے باپ یعنی سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اس نے کہا مجھے ابوبکر کے بارے میں کوئی خبر دو، آپ نے فرمایا صدیق کے بارے میں تم پوچھتے ہو اس نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے اور آپ بھی اس کو صدیق کہتے ہو، فرمایا تیری ماں تجھے روئے بے شک اس کو صدیق اس نے کہا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار نے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے پس نہ سچا کرے اللہ اس کی بات کو دنیا اور آخرت میں پس جا سیدنا ابوبکر اور عمر سے محبت کر جو ہوگا پس وہ میری گور گردن پر ہے۔

و قال سفیان الثوری، عن عبیدالله بن عبدالرحمن بن موهب جاء قوم الی علی بن الحسین فاثنو علیه فقال ما اجراكم و اكذبكم علی الله نحن من صالحی قومنا فحسبنا ان نكون من صالحی قومنا۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239)

ترجمہ: سفیان ثوری نے عبیداللہ بن عبدالرحمٰن ابن موحب سے روایت کی ہے کچھ لوگ سیدنا امام زین العابدین کی بارگاہ حاضر ہوئے تو انہوں نے بے جا آپ کی تعریف شروع کردی تو آپ نے فرمایا تمہاری کس طرح جرأت پڑی تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہم اپنی قوم کے نیک لوگوں میں سے ہیں ہمیں یہی کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے نیک لوگوں میں ہو جائیں۔

و قال الزبیر بن بكار حدثنی عبدالله بن ابراهیم بن قدامة الجمحی عن ابیه،

عن جده عن محمد بن على بن الحسين عن ابيه، قال: قدم المدينة قوم من اهل العراق، فجلسوا لى فذكروا ابا بكر و عمر فسبوهما، ثم ابتركو فی عثمان ابتراكا فقلت لهم۔

اخبرونی انتم من المهاجرين الاولين الذين قال الله عزوجل فيهم للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم يبتغون فضلا من الله و رضواناً و ينصرون الله و رسوله، اوليك هم الصادقون؟ قالوا: لسنا منهم، قلت: فانتم من الذين قال الله عزوجل فيهم: والذين تبوء وا الدار و الايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم و لا يجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا و يؤثرون على انفسهم و لو كان بهم خصاصة و من يوق شحّ نفسه فاولئك هم المفلحون؟ قالوا: لسنا منهم، قلت لهم: اما انتم فقد تبراتم من الفريقين ان تكونوا منهم وانا اشهد انكم لستم من الفرقة الثالثه الذين قال الله عزوجل فيهم: و الذين جاؤوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولا خواننا الذين سبقونا بالايمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رء وف رحيم۔ قوموا عنی لاقرب الله دوركم، فانكم مستترون بالاسلام و لستم من اهله۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239,240)

و قال محمد بن عاصم الثقفی الاصبهانی: حدثنا شبابة عن الفضيل بن مرزوق قال: سالت عمر بن على وحسين بن على عمی جعفر بن محمد، قلت: فيكم انسان من اهل البيت مفترضة طاعته تعرفون له ذلك، ومن لم يعرف له ذلك فمات، مات ميتة جاهلية؟ فقالا: لا والله ما هذا فينا، من قال هذا فينا فهو كذاب، قال: فقلت لعمر بن على: رحمك الله ان هذه منزلة انهم يزعمون ان النبی صلى الله عليه وسلم اوصى الى على وان عليا اوصى الى

الحسن وان الحسن اوصى الى الحسين وان الحسين اوصى الى ابنه على بن الحسين وان على بن الحسين اوصى الى ابنه محمد بن على، فقال: والله لقد مات ابى، فما اوصى بحرفين، مالهم قاتلهم الله، والله ان هؤلاء الا متاكلون بناء، هذا خنيس الخرء وما خنيس الخرء قال: قلت له: المعلى بن خنيس؟ قال: نعم، المعلى بن خنيس والله لقد افكرت على فراشى طويلا اتعجب من قوم لبس الله عقولهم حتى اضلهم المعلى بن خنيس۔

و قال عيسى بن دينار عن ابى جعفر محمد بن على بن الحسين ان على بن الحسين قام على باب الكعبة يلعن المختار بن ابى عبيد، فقال له رجل: يا ابا الحسين لم تسبه وانما ذبح فيكم؟ قال: انه كان كذابا يكذب على الله وعلى رسوله۔

و قال ابو اسحاق الشيبانى، عن القاسم بن عوف الشيبانى، قال على بن الحسين: جاء نى رجل من اهل البصرة فقال: جئتك فى حاجة من البصرة، و ما جئتك حاجًّا و لا معتمراً قلت له: وما حاجتك؟ فقال: جئت الا سالك يبعث على بن ابى طالب؟ قال: فقلت له: يبعث والله يوم القيامة ثم تُهمة نفسه۔ (تہذیب الکمال جلد نمبر 5 صفحہ 240)

ترجمہ: زبیر بن بکار نے کہا کہ مجھ عبداللہ بن ابراہیم بن قدامہ جمحی نے اپنے باپ سے بیان کیا وہ اپنے دادا سے، وہ سیدنا محمد بن علی یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے، وہ اپنے والد سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عراقی لوگ حاضر ہوئے تو آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے تو انہوں نے سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بکواس کرنے لگے تو آپ نے انہیں فرمایا تم مجھے خبر دو تم ان لوگوں میں سے ہو جو مہاجرین اور اولین سے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واسطے فقراء مہاجرین کے یہ اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے، تلاش کرتے اللہ کا فضل اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کو نکلے وہ لوگ سچے ہیں۔ وہ بولے: ہم ان میں سے نہیں

ہیں تو آپ نے فرمایا پھر تم وہ لوگ ہو گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ جنہوں نے گھر بنائے تھے مدینہ پاک میں ان سے پہلے جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ان سے محبت کرتے ہیں نہیں پاتے اپنے دلوں میں کوئی حاجت جو وہ دیئے گئے اور ترجیح دیتے ان کو (یعنی مہاجرین) اپنے آپ پر اگرچہ خود بھی ضرورت مند تھے جو بچایا گیا نفس کے لالچ سے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں تو انہوں نے کہا ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم قرار کر چکے ہو تم ان دونوں جماعتوں میں سے نہیں ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم تیسری جماعت میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو بعد میں آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان پر سبقت لے گئے ہیں اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ ایمان والوں کا اے ہمارے رب! بے شک تو نرمی فرمانے والا رحم فرمانے والا اس کے بعد فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری کوئی بات قبول نہ کرے بے شک تم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو حالاں کہ تم اس کے اہل نہیں۔

محمد بن عاصم ثقفی اصفہانی نے بیان کیا مجھ سے شبابہ نے فضل بن مرزوق سے انہوں نے کہا میں نے عمر بن علی سے حسین بن علی سے اپنے چچا جعفر بن محمد کے بارے میں نے کہا: کیا تم اہل بیت میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی اطاعت فرض ہو تو اس کو جانتا ہو یعنی اس کا قائل ہو جو اسے نہ جانتا ہو، تو وہ جہالت کی موت مرا، تو انہوں نے فرمایا: نہیں ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے ہمارے بارے میں یہ کہا وہ جھوٹا ہے، میں نے عمر بن علی سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے، لوگ آپ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں، بے شک نبی پاک ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف وصیت کی اور بے شک امام حسن نے امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف وصیت کی اور بے شک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے علی بن حسین (امام زین العابدین) کی طرف وصیت اور بے شک علی بن حسین نے اپنے صاحب زادے محمد بن علی کی طرف وصیت کی، تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم بے شک میرا والد فوت ہوا اور انہوں نے دو حرموں کی وصیت نہیں کی، یہ فرما کر آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا اللہ انہیں ہلاک کرے اللہ کی قسم بے شک یہ لوگ ہماری طرف جھوٹی باتیں بنا کر منسوب کرتے ہیں یہ کارروائی خنیس الخراء کی ہے تم جانتے ہو خنیس الخراء کیا ہے تو میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں وہ معلیٰ بن خنیس ہے آپ نے فرمایا بالکل درست ہے معلیٰ بن خنیس ہی ہے اللہ کی قسم

میں نے بہت سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل نہیں دی یہاں تک ان کو معلی بن خنیس خبیث نے ان کو گمراہ کر دیا۔

سیدنا ابو جعفر رضی اللہ عنہ یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر مختار بن ابی عبید پر لعنت کیا کرتے تھے، کسی شخص نے ان سے کہا کہ اس پر لعنت کرتے ہیں جو تمہارے حقوق کی خاطر ذبح کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا تھا۔ (بعینہٖ شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ صفحہ 78)

ابو اسحاق شیبانی قاسم بن عوف شیبانی سے بیان کرتا ہے کہ علی بن حسین نے فرمایا میرے پاس ایک بصری شخص آیا تو کہنے لگا میں بصرہ سے ایک کام کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ کے پاس حج وعمرہ کی نیت سے نہیں آیا تو آپ نے اُس سے فرمایا تیری کیا حاجت ہے؟ یعنی کس کام کے لیے تو آیا ہے تو اس نے کہا کہ میں آپ سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ علی بن ابی طالب کب اٹھائے جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اس کو کہا: اللہ کی قسم وہ قیامت کو ہی اٹھیں گے۔

حوالہ ملاحظہ ہو!

و قدم عليه نفر من اهل العراق فقالوا فى ابى بكر و عمر و عثمان رضى الله عنهم، فلما فرغوا من كلامهم، قال لهم: الا تخبرونى انتم المهاجرون الاولون الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم يبتغون فضلا من الله و رضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون، قالوا: لا قال: فانتم الذين تبوء وا الدار و الايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم و لا يجدون فى صدورهم حاجة مما اوتوا و يؤثرون على انفسهم و لو كان بهم خصاصة، قالوا: لا، قال: اما انتم قد تبراتم ان تكونوا امن احد هذين الفريقين و انا اشهد انكم لستم من الذين قال الله فيهم: و الذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان و لا تجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا، اخرجوا عنى فعل الله بكم۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال)

سیدنا امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

نام ونسب

آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔آپ اپنے زمانے میں اہل بیت نبوت کے پیشوا تھے۔

تحصیل علم

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری اور اپنے والد گرامی سیدنا امام زین العابدین سے علم دین کی تحصیل کی۔

علمی مقام

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا علمی پہلو بہت بلند ہے گویہ کہ آپ تفسیر حدیث اور فقہ میں یدطولیٰ رکھتے تھے نیز فرمایا: اللہ کی قسم وہ ہم میں سے سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کا علم رکھنے والے اور اس کے دین کو سمجھنے والے اور سب سے زیادہ رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھنے والے تھے، انہوں نے دین ودنیا کے معاملات میں رہنمائی کے لیے ہمارے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو آپ کے علم وفضل کے مساوی اور برابر ہو اور مشکل کاموں میں ہماری رہ نمائی کر سکے۔امام شعبی بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ہمارے زمانے کی عورتوں نے امام زید رحمۃ اللہ علیہ کے برابر کوئی صاحب فضل وعلم اور زیادہ بہادر، نیک کسی بچے کو جنم نہیں دیا، سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے کہ میں نے امام زید رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جوان جیسا فقیہ اور عالم ہو۔

اِعتقادی نظریات

ابوخطاب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سیدنا امام زید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے نظریات کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں ان تمام بدعقیدہ لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جنہوں

نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا اور جنہوں نے اپنے گناہوں کو اللہ کے ذمہ لگا دیا اور جنہوں نے میرے دادا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انکار کیا اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے اور ان سے بھی پناہ مانگتا اور اظہار براءت کرتا ہوں جو حضرات شیخین کریمین کو برا بھلا کہتے ہیں کیوں کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سوائے ان کی تعریف کے اور کچھ نہیں سنا کیوں کہ اس وقت رافضیوں اور خارجیوں نیز جبریہ، قدریہ بدمذہبوں کا فتنہ زور پر تھا۔

یاد رہے آپ سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بھائی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں۔

شہادت

آپ کو حسام بن عبدالملک کے زمانہ حکومت میں عراق کے گورنر یوسف بن محمد ثقفی نے شہید کرایا، آپ کے جسم مبارک کو مصلوب کیا گیا، اسی دن ایک مکڑی نے آپ کے ستر پر جالا بُن دیا تا کہ برہنہ نہ ہوں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ کی لاش مبارک کو جلا کر راکھ کو دریائے فرات میں بہادی گئی۔ و اللہ اعلم



سیدنا یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے فضائل

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے تھے ان میں سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور بہادری کا بے مثل کارنامہ تاریخوں میں مذکور ہے جن کی نظیر اور مثل کسی ملک اور کسی زمانہ میں نہیں ملتی جب آپ کے والد گرامی سیدنا زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ کے صاحب زادے سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ ہشام کے خوف سے جو کہ اس وقت خلیفہ تھا مدائن کی طرف تشریف لے گئے یوسف بن عمر ثقفی نے آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے ایک فوجی دستہ مدائن کی طرف روانہ کیا جب آپ کو پتہ چلا تو آپ وہاں سے رَے کی طرف روانہ ہو گئے کہ وہاں نیشاپور کی طرف کوچ کر گئے وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا میں ٹھہروں مجھے جگہ دیں گے مگر لوگوں نے جواب دیا یہ وہ شہر ہے جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کوئی موافق نہیں ملے گا تب وہاں سے آپ رخصت ہو گئے اور سرخش میں جا کر یزید بن عمر تسمینی کے پاس مقیم رہے یہاں تک خلیفہ ہشام مر گیا اور اس کی جگہ ولید بن یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار کو لکھا کہ سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ بن زید اس طرف چلے گئے اور اس وقت فلاں شخص کے مکان میں ہیں ان کو گرفتار کر کے ان پر سختی کرو نصر بن سیار نے عقیل کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کرو کیوں کہ اس وقت آپ اس کے مکان میں تھے اور جب تک وہ سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ بن زید کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا چھوڑا نہیں جائے گا چناں چہ عقیل نے حریش کو بلا کر کہا کہ سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ سخت سزا کے لیے تیار ہو جاؤ حریش کے انکار پر اس کو تقریباً چھ سو کوڑے لگائے گئے مگر حریش نے کوڑے کھانے کے باوجود فرمایا اللہ کی قسم اگر یحییٰ میرے قدموں کے نیچے بھی چھپے ہوں تو میں اپنے قدم نہیں اٹھاؤں گا تیرے اختیار میں جو ہے کر لے مگر بدقسمتی سے حریش کے بیٹے نے عقیل سے کہا تم میرے والد کو رہا کر دو یحییٰ کا پتہ میں بتاتا ہوں۔ چناں چہ اس نے سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کروا دیا عقیل نے انہیں نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا نصر بن سیار نے ان کو اپنے پاس قید کر کے یوسف بن عمر کو خبر دی اس نے آگے خلیفہ ولید کو اطلاع دی کہ یحییٰ بن زید گرفتار ہو چکے ہیں ولید یزید نے نصر بن سیار کو لکھ بھیجا کہ یحییٰ کو فوراً چھوڑ دو چناں چہ آپ جس طرف جاتے حالات کو ناموافق پاتے آخر تنگ آمد بجنگ آمد

کے مطابق آپ حکومت کے خلاف مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے عمر بن ضرارہ کو جب پتہ چلا تو اس نے نصر بن سیار کو لکھا نصر نے عبداللہ بن قیس کو لکھا کہ جلد از جلد اپنی فوجوں کو تیار کر کے عمر بن ضرارہ کے پاس جائیں اور یحییٰ کا مقابلہ کریں چناں چہ ہر طرف سے سردار فوج اپنا اپنا لشکر لے کر سب سے بڑے سالار عمر بن ضرارہ کے پاس جمع ہو گئے سب کی فوجوں کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا سیدنا یحییٰ بن زید رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے دس ہزار دشمن کی فوج جمع ہو گئی ہے، آپ کے ساتھ صرف 70 آدمی رہ گئے تھے مگر آپ نے اس بے جگری اور بہادری سے جنگ کی کہ دشمن کے بہت بڑے لشکر کو جو کہ ہر طرح کے آلات حرب بھی رکھتے تھے دیگر سامان جنگ بھی کافی تھا غرض کہ ایک طرف پوری سلطنت کی طاقت تھی آپ باوجود اپنی فقری ناداری بے ساز و سامان ہونے کے دشمن کو ایسی شکست دی کہ سب کے ہوش و حواس اڑ گئے، اس کثرت سے سرکاری فوج ماری گئی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں، ان کی سواری کے بہ کثرت جانور سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کے قبضے میں آئے، باقی فوج بھاگ گئی اور ان کا سردار عمر بن ضرارہ قتل ہوا، اس کا سر آپ نے کاٹ لیا اور حیرت کی بات ہے کہ آپ کی عمر مبارک اس وقت صرف اٹھارہ سال کی تھی۔ (تاریخ طبری و دیگر کتب تاریخ)



سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

نسب وکنیت

آپ کا نام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام عبداللہ رضی اللہ عنہا، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں۔آپ جلیل القدر تابعی اور کثیر العلم ہیں۔آپ اس امت کے بہت بڑے عالم وفاضل وعابد وزاہد تھے۔ آپ کی بلندیِ علم کی وجہ سے آپ کا لقب مبارک باقر ہے باقر کا معنی چیرنا کیوں کہ آپ نے علم فضل کے وہ دریا بہائے جن کو دیکھ کراس وقت کے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء نے آپ کو باقر کا لقب دیا آپ نے بہت سے صحابہ کرام سے روایت کی اور آپ سے بڑے بڑے تابعین کرام نے روایت کی نیز آپ کے صاحب زادے امام جعفر صادق اور حکم بن عتیبہ عامش اور زاعی وغیرہ نے بڑے بڑے محدثین سے روایت کی ہے حالاں کہ وہ عمر کے لحاظ سے اس سے بڑے تھے سفیان بن عیینہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے تو میرے والد نے فرمایا پوری امت میں اس وقت ان جیسا کوئی نہیں وہ ہر لحاظ سے اپنے زمانے کے تمام علماء اور فقہاء سے افضل تھے۔عجلی نے کہا کہ مدنی شقہ تابعی ہیں محمد بن سعد نے کہا آپ فقیہ کثیر الحدیث تھے یاد رہے کہ آپ اہل سنت کے امام اور پیشوا ہیں کیوں کہ آپ حضرات شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق اور سید عمر فاروق کو بعد از انبیاء تمام لوگوں سے افضل جانتے تھے اور جب بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے تو اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم کی قبور پر کھڑے ہوکر ان کو بھی سلام عرض کرتے۔(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جز 17 صفحہ 271، کتاب الشافی صفحہ 111 جلد 4)

بے مثل واعظ

آپ نے ایک دن اپنے صاحب زادے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خدا نے تین باتیں تین چیزوں میں چھپا رکھی ہیں۔اپنی خوشی کو اپنی اطاعات میں چھپایا ہے پس تم اس کی اطاعت سے کسی بات کو حقیر نہ جانو شاید اس میں

اس کی رضا ہو اور اپنے غضب کو اپنی مصیبت میں پوشیدہ رکھا ہے۔ اس کی نافرمانی کی کسی بات کو معمولی نہ سمجھو ممکن ہے اس میں اس کا غضب چھپا ہو اور اپنے دوستوں کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے پس اس کے بندوں کو حقارت سے نہ دیکھو شاید وہی خدا کا دوست ہو۔

عن سالم بن ابی حفصة، سالت ابا جعفر محمد بن علی و جعفر بن محمد عن ابی بکر و عمر فقالا لی: یا سالم تولھما و ابرا من عدوھما فانھما کانا امامی ھدی۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال صفحہ 442 جلد 4، موسوعہ اہل بیت صفحہ 438)

ترجمہ: سالم بن ابی حفصہ کہتا ہے میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا، آپ نے مجھے فرمایا: اے سالم! ان دونوں سے محبت کر اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھ کیوں کہ وہ دونوں میرے ہدایت یافتہ امام ہیں۔

و قال ابونعیم عن عیسی بن دینار المؤذن: سالت ابا جعفر عن ابی بکر و عمر فقال مسلمان رحمھما اللہ، فقلت لہ اتولاھما و استغفر لھما؟ قال نعم، قلت: ا تامرنی بذلك؟ قال نعم ثلاثاً فما اصابك منھما فعلی عاتقی و اشارہ بیدہ علی عاتقیہ و قال کان بالکوفة علی خمس سنین فما قال لھما الا خیرا و لا قال لھما ابی الا خیرا و لا اقول الا خیراً۔ (تہذیب الکمال 43-442 جلد 6)

ترجمہ: ابونعیم عیسیٰ بن دینار کہتے ہیں: میں نے ابوجعفر محمد باقر سے سیدنا ابوبکر اور عمر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ دونوں مسلمان ہیں، اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا: کیا میں ان دونوں سے محبت کروں اور ان کے حق میں دعائے استغفار کروں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: آپ مجھے ایسا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے تین بار فرمایا: ہاں ہاں ہاں اور ان کے بارے میں جو تمہیں نقصان پہنچے میری گور گردن پر ہے۔ اور فرمایا اس حال میں کہ آپ کا ہاتھ مبارک میرے کندھوں پر تھا کہ میں کوفہ میں پانچ سال رہا تو میں وہاں ان کے بارے میں ہمیشہ بہترین بیان کرتا رہا اور ان کے بارے میں میرے والد گرامی بھی کلمہ خیر ہی فرمایا کرتے تھے اور میں بھی اسی طرح اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر ان کے حق میں

دعائے خیر ہی کرتا ہوں۔

و قال اسرائیل بن یونس، عن حکیم بن جبیر، سالت ابا جعفر عن من یتنقص ابا بکر و عمر، فقال اولئك المراق۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال صفحہ 443 جلد 6)

ترجمہ: اسرائیل بن یونس حکیم بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا جو سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص شان کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: وہ بے ایمان ہیں اور پاگل ہیں۔

و قال اسحاق بن یوسف الازرق عن بسام الصیرفی: سالت ابا جعفر، قلت: ماتقول فی ابی بکر و عمر؟ فقال: و اللّٰه انی لاتولاھما و استغفر لهما و ما ادرکت احداً من اهل بیتی الا و هو یتولاهما۔ (تہذیب الکمال صفحہ 442 جلد 6)

ترجمہ: اسحاق بن یوسف کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر، یعنی محمد باقر سے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تم ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان دونوں کے حق میں دعا استغفار بھی کرتا ہوں اور میں نے اپنی اہل بیت میں کسی کو نہیں پایا مگر یہ کہ وہ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ کی بارگاہ میں بنو ہاشم اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگ موجود تھے تو آپ نے فرمایا: اے آل محمد کو ماننے والو! اللہ سے ڈرو اور ہمارے بارے میں میانہ روی اختیار کرو تمہارے پاس غالی اور تالی بھی آتے ہیں اور تم سے ملتے ہیں ان سے اجتناب برتو آپ سے پوچھا گیا غالی کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جو ہمارے بارے میں وہ کہتے ہیں جو اپنے بارے میں ہم نہیں کہتے ہمارے متعلق وہ جھوٹ بولتے ہیں انہوں نے کہا کہ تالی کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہمارے ساتھ اس لیے خیر خواہی کرتا ہے کہ ہم اس کے لیے خیر خواہی کریں یعنی ہم پر احسان جتلاتا، اللہ کی قسم ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی قرابت کا رشتہ نہیں ہے اور نہ اللہ پر کوئی ہماری محبت اور زور ہے ہم تو اللہ کا قرب اس کی اطاعت کے ساتھ چاہتے ہیں پس جو کوئی تم میں سے اللہ کا مطیع ہو وہ اللہ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے، اس کو ہم اہل بیت کی محبت فائدہ دے گی اور جو کوئی تم میں سے اللہ کا نافرمان ہو اس کو ہماری محبت کوئی نفع نہیں

دے سکتی ہرگز تم دھوکے میں نہ رہو۔ (کشف الغمہ جلد دوم صفحہ 149)

و عن عروة بن عبد الله قال سئلت ابا جعفر محمد بن علی علیهما السلام عن حلیة السیوف فقال: لا باس به، قد حلی ابوبکر الصدیق رضی الله عنه سیفه قلت فتقول الصدیق: قال: فوثب وثبة و استقبل القبلة و قال: نعم الصدیق، نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق الله له قولا فی الدنیا و لا فی الاخرة۔ (کشف الغمہ صفحہ 147 الجزء الثانی)

ترجمہ: عروہ بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے تلوار کو چاندی لگانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں جائز ہے بے شک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی لگائی تھی میں نے کہا تم بھی ان کو صدیق کہتے ہیں تو آپ جوش میں آ گئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا ہاں وہ صدیق ہے وہ بہترین صدیق ہے وہ بہترین صدیق ہے جو اسے صدیق نہ مانے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو سچا نہ کرے۔

وفات

آپ کی وفات مبارک سنہ 115ھ میں ہوئی، اگرچہ اس کے بارے میں اور بھی قول ہیں مگر زیادہ ترجیح یہ ہی ہیں وفات کے بارے میں آپ کی عمر کے بارے میں دو قول ہیں بعض ستر یا ساٹھ سال لکھتے ہیں آپ کربلا میں موجود تھے مگر کسی وجہ سے شہید ہونے سے بچ گئے۔ (موسوعہ اہل بیت النبی الاطہار)



سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

نسب

جعفر ابن محمد بن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ کا لقب صادق، ابو عبداللہ کنیت ہے۔ سادات اہل بیت سے ہیں۔ یحییٰ ابن سعد ابن جرع مالک ابن انس سفیان ثوری ابن عیینہ اور ابو حنیفہ سے روایت ہے۔ آپ 17 ربیع الاول سنہ 80ھ کو پیدا ہوئے۔ 15 شوال سنہ 148ھ میں آپ نے وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اڑسٹھ سال تھی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

آپ کی والدہ محترمہ سیدنا ام فروۃ بنت قاسم بن محمد بن بن ابی بکر التیمی اوران کی والدہ اسما بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہیں۔اس لیے آپ فرمایا کرتے تھے:

ولد نی ابوبکر الصدیق مرتین۔ (کشف الغمہ صفحہ 187و141 جلد دوم،موسوعۃ اہل بیت النبی الاطہار صفحہ 438)

علمی مقام

قال حدثنا محمد بن حماد بن زید الحارثی، قال ثنا عمر بن ثابت، قال رایت جعفر بن محمد واقفاً عند الجمرة العظمی، و هو یقول: سلونی، سلونی۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 470)

ترجمہ: محمد بن حماد بن زید حارثی بیان کرتا ہے کہ ہم سے عمر بن ثابت نے بیان کیا کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جمرہ عظمیٰ کے پاس کھڑے ہو کر یہ فرماتے سنا مجھ سے پوچھ جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔

عن صالح بن ابی الاسود، قال سمعت جعفر ابن محمد، یقول سلونی قبل ان تفقدونی فانه لا یحدثکم احداً بعدی بمثل حدیثی۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 470)

ترجمہ: صالح بن ابی اسود سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا مجھ سے پوچھ لو اس سے قبل تم مجھے نہ پاؤ پس بے شک نہیں بیان کرے گا تم سے کوئی شخص میرے بعد میری طرح بیان کرنا۔

اسی لیے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ جیسا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا کیوں کہ آپ اپنے وقت کے تمام علما اور فقہا سے بڑھ کر عالم تھے۔

آپ کی ولادت سنہ 80ھ میں ہوئی اور آپ نے بڑے بڑے صحابہ کرام سے مثلاً سیدنا انس بن مالک، سہل بن سعد رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ حدیث روایت کرنے میں سند ہیں۔ حاتم رازی نے کہا کہ آپ اس قدر سچے اور فقیہ ہیں کہ آپ کے متعلق سوال کرنا ہی جائز نہیں۔

اعتقادی نظریات

قال ابو زهير معاوية لجعفر بن محمد، ان لى جاراً يزعم انك تبرا من ابى بكر و عمر ابن خطاب فقال جعفر الصادق، برى الله من جارك والله انى لارجو ان ينفعنى الله بقرابتى من ابى بكر۔

(موسوعہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 438، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: آپ کے اعتقادی نظریات ابوزہیر معاویہ نے امام جعفر صادق سے کہا: بے شک میرا ایک پڑوسی ہے اس کا گمان ہے کہ آپ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو اچھا نہیں سمجھتے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے پڑوسی کو برباد کرے اللہ کی قسم میں امید کرتا ہوں میری جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قرابت ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا اور مجھ پر انعام واکرام فرمائے گا۔

سیدنا سالم بن ابی صفعہ نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

يا سالم تولهما و ابرا من عدوهما، فانهما كانا امامى هدى۔

(موسوعہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 438)

ترجمہ: اے سالم! ان سے محبت کر ان کے دشمنوں سے عداوت رکھ اور ان سے الگ رہ کیوں کہ وہ دونوں (ابوبکر،عمر) میرے ہدایت یافتہ امام ہیں۔

قال ثم قال جعفر بن محمد یا سالم ا یسب الرجل جده؟ ابوبکر جدی، لا نالتنی شفاعة محمدصلی الله علیه و آلهٖ و سلم یوم القیامة ان لم اکن اتولهما و ابرا من عدوهما۔ (موسوعہ اہل بیت النبی ﷺ صفحہ 39-438)

ترجمہ: اور مجھ سے سیدنا جعفر بن محمد یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سالم! کیا کوئی اپنے جد کو گالی دیتا ہے؟ ابوبکر میرے نانا ہیں، مجھے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان سے محبت اور ان کے دشمنوں سے دشمنی نہ کروں۔

عن سالم بن ابی حفصة، قال دخلت علی جعفر بن محمد اعوده و هو مریض، فقال اللهم انی احب ابا بکر و عمر و اتولاهما، اللهم ان کان فی نفسی غیر هذا فلا تنالنی شفاعة محمدصلی الله علیه وآلهٖ و سلم۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 1 صفحہ 471)

ترجمہ: سالم بن ابی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق کے پاس ان کی تیمارداری کو حاضر ہوا کیوں کہ آپ بیمار تھے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر سے محبت اور پیار کرتا ہوں، اے اللہ! اگر میرے دل میں اس کے سوا کچھ ہو تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

حدثنا حفص بن غیاث، قال: سمعت جعفر بن محمد یقول: ما ارجو من شفاعة علی شیئًا الا و انا ارجو من شفاعة ابی بکر مثله و لقد ولدنی مرتین۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: حفص بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس طرح میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا امیدوار ہوں اسی طرح میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا آرزومند ہوں کیوں کہ ابوبکر نے مجھے دو مرتبہ جنا۔

عن جعفر بن محمد، اتاهم و هم يريدون ان يرتحلوا من المدينة، فقال: انكم ان شاء الله من صالحی اهل مصركم، فابلغوهم عنی من زعم انی امام مفترض الطاعة، فانا منه بریء و من زعم انی ابرا من ابی بکر و عمر فانا منه بریء۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: عبدالجبار بن عباس ہمدانی بیان کرتا ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ اس وقت آئے جب وہ مدینہ منورہ سے رخصت ہونے والے تھے بے شک تم اہل مصر کے صالحین سے ہو، تم ان کو میری طرف سے یہ بات پہنچا دو جو یہ گمان کرتا ہے کہ امام مفترض اطاعت ہے بے شک میں اس سے بری ہوں اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ میں ابوبکر اور عمر سے بیزار ہوں بے شک میں اس سے بیزار ہوں۔

قال حدثنا محمد بن مهران، قال حدثنا يحيى بن سليم عن جعفر بن محمد قال: ان الخبثاء من اهل العراق يزعمون انا نقع فی ابی بکر و عمر رضی الله عنهما و هما والدای۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: یحییٰ بن سلیم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک عراقی خبیث گمان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اس دل میں برا خیال رکھتا ہوں حالاں کہ وہ دونوں میرے والد ہیں میں ایسا کس طرح کر سکتا ہوں۔

قال حدثنا علی ابن محمد الطنافسی، قال: حدثنا حنان بن سدير، قال سمعت جعفر بن محمد وسئل عن ابی بکر وعمر، فقال انك تسالنی عن رجلين قد اكلا من ثمار الجنة۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: حنان بن سدیر بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا جب ان سے سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا بے شک تو ان کے بارے مجھ سے پوچھتے ہو جو جنتی پھل کھا رہے ہیں۔



دارُالتحقیق

جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ)، شادیوال، گجرات 0302-6219436 0301-6268317